لمحہ لمحہ
پھسلتے قدم

از
عبدالرشید ارشد

PROTOCOLS IN THEORY & PRACTICE

النور ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
جوہر پریس بلڈنگ جوہر آباد
فون: 0454-720401

PROTOCOLS IN THEORY & PRACTICE

لمحہ لمحہ

پھسلتے قدم

عطیہ
میاں نور محمد میموریل ٹرسٹ
جوہر آباد

از

عبدالرشید ارشد

النور ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
فون 0454-720401
جوہر پریس بلڈنگ جوہر آباد
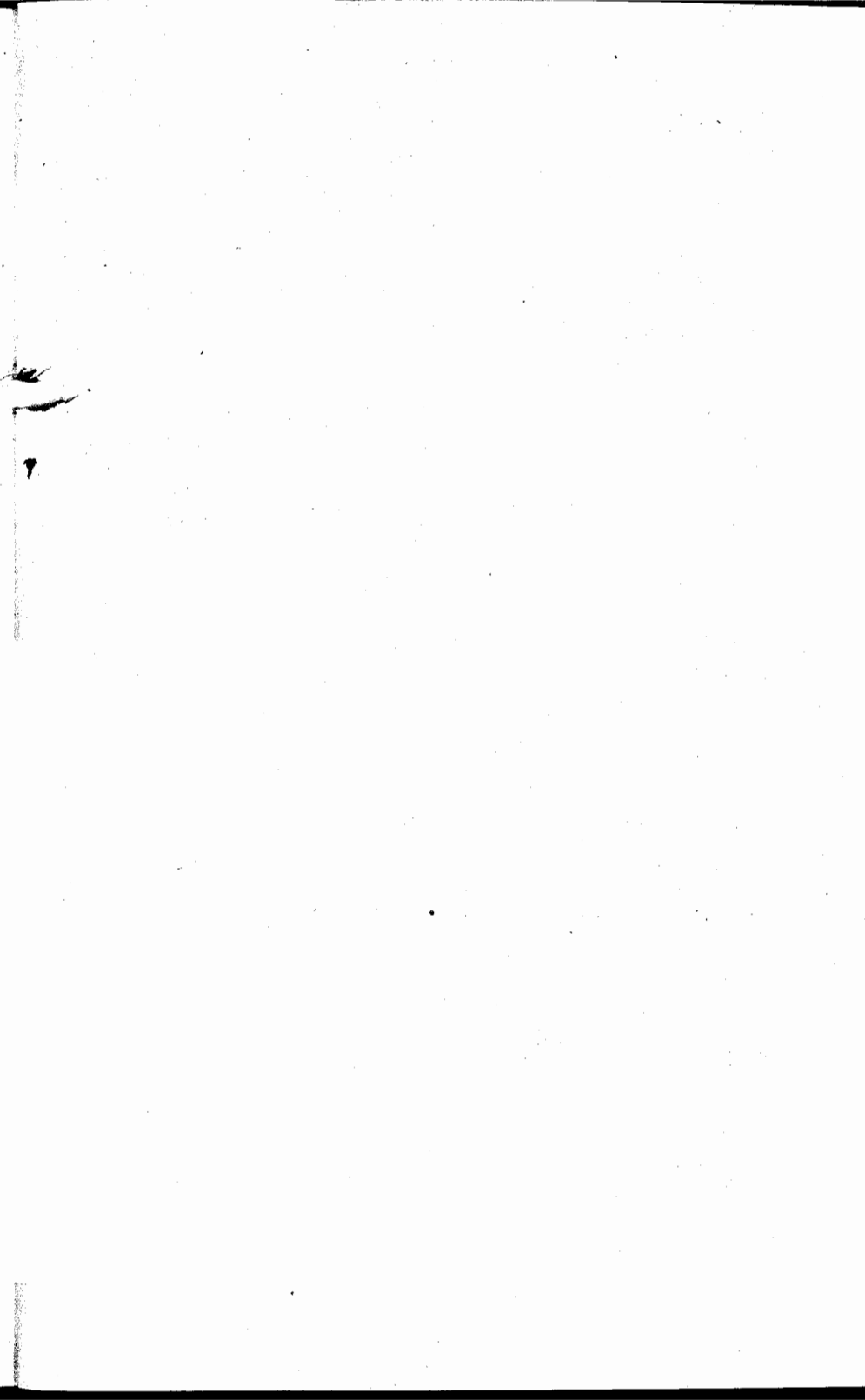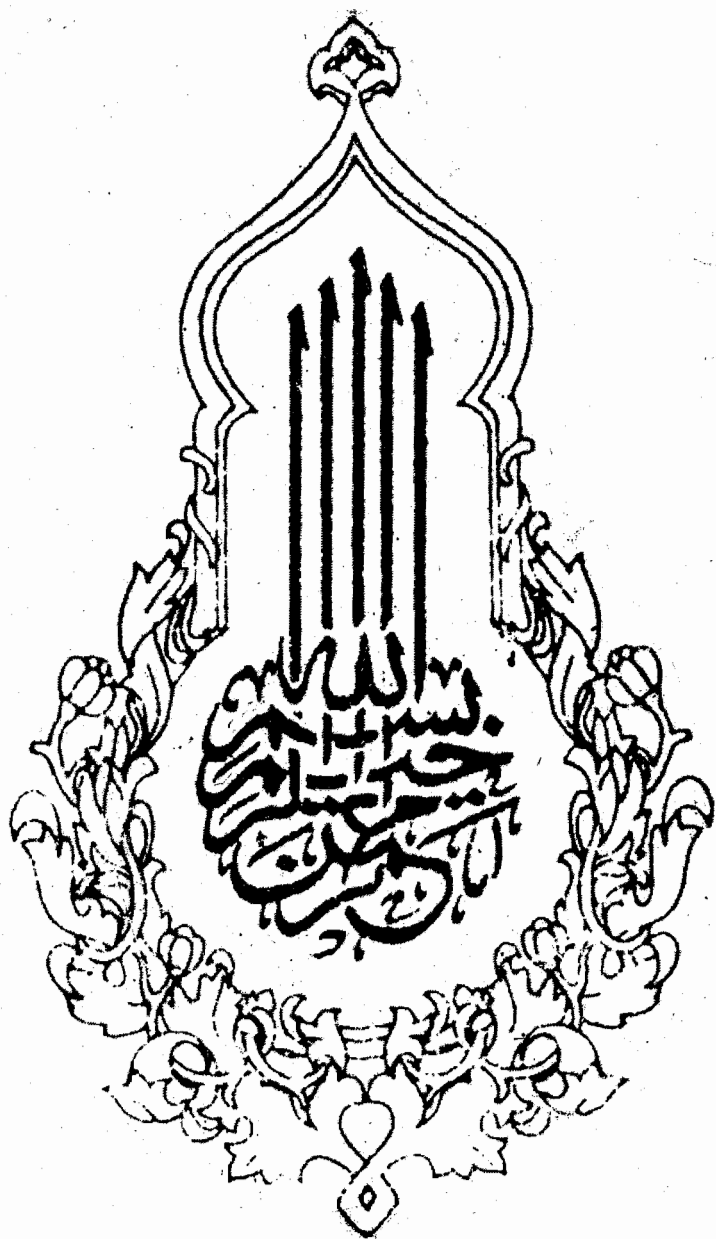
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: پھسلتے قدم

مصنف: عبدالرشید ارشد

طابع: میاں عبداللطیف

جوہر پرنٹنگ پریس

جوہر آباد فون 0454-722130

ناشر: النور ٹرسٹ رجسٹرڈ جوہر آباد

فون 0454-720401

کمپوزنگ: محمد عمران آمر

سرورق: عاصم حمید چودھری

قیمت: -/75 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

آئینہ

xi) Quranic Interpretations on:-

a) Creation of the Universe
b) Subjugation of the Universe
c) Agriculture
d) Astronomy
e) Physiology
f) Political values
g) Medical

xii) Quranic Interpretation on War and Peace

xiii) Good Governonce.

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

انتساب

اُس 16 سالہ گمنام طالبہ کے نام
جس نے زندگی میں پہلی
بار قلم اٹھا کر اسلامی جمہوریہ پاکستان
کے ہمہ جہت تیزی سے انحطاط پذیر معاشرے
کی حالتِ زار پر اپنے کھولے ہوئے جذبات کا اظہار کیا۔

اور

ان کے نام بھی جو ملک کی نیا کے کھیون ہار بنے
مگر جنہوں نے
عقل و شعور اور ملّی حمیّت و غیرت
کو محض مادی فوائد کے لئے نیلام پر چڑھا دیا
اور لمحہ لمحہ کے انحطاط میں اپنا حصہ ڈالتے رہے

☆ ☆ ☆

عبدالرشد ارشد

اسلام

عالمِ رؤیا میں، میں نے دیکھا اِک مہ جبیں
گوشۂ مسجد میں بیٹھا تھا غمگین و حزیں

میں نے پوچھا سچ بتا کیا تو پری زادوں میں ہے
حور ہے یا پری اور خانہ بربادوں میں ہے

رو کے یوں کہنے لگا مَیں حق کا اک پیغام ہوں
اور دہر میں مارا مَیں آپ کا اسلام ہوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

تقدیم

ڈاکٹر محمد امین

پی۔ایچ ڈی

اگر ہم مسلمہ امت کے زوال کے اسباب اور نشأۃ ثانیہ کے اصولوں اور طریقوں پر غور کریں تو کئی امور کی نشاندہی کی جا سکتی ہے لیکن ان میں سے بنیادی ترین باتیں دو ہیں جن کی اہمیت سے شائد ہی کوئی اختلاف کر سکے۔ ایک دین اسلام سے ہمارا تعلق اور دوسرے مغربی تہذیب کا کردار۔

پہلے نکتے کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں کسی بھی قوم کی بقاء اور ترقی کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ اس کا کوئی نظریۂ حیات ہو جس پر وہ خلوص اور لگن سے عمل پیرا ہو اور اس کے نفاذ اور غلبے کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے پر وہ دل و جان سے آمادہ ہو۔ نبی کریمؐ نے وحی الٰہی کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کی جس طرح تربیت کی اس نے انہیں ان کے نظریۂ حیات (یعنی دین اسلام) سے اس محکم طریقے سے جوڑ دیا کہ وہ اس کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے پر بخوشی آمادہ ہو گئے۔ اس چیز نے ان کے اندر قوت کے ایسے خزانے بھر دیئے جن کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہ کر سکی۔ جب تک مسلمان اپنے نظریۂ حیات سے کسی نہ کسی حد تک جڑے رہے اور اس کے سنہری اصولوں پر کسی نہ کسی حد تک عمل کرتے رہے وہ دنیا میں سر اٹھا کر جیتے رہے لیکن جب وہ دین سے وابستگی کی کم از کم قابل قبول سطح بھی برقرار نہ رکھ سکے تو عقل و منطق کا تقاضا تھا کہ وہ زوال سے دوچار ہوں اور وہ ہوئے۔

زوال پذیر تہذیبیں' عام طور پر' دوبارہ نہیں اٹھ سکتیں لیکن مسلم تہذیب کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس کا نظریۂ حیات ابھی تک ابتداء کی طرح مضبوط بنیادوں پر قائم ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے بنیادی ماخذ بالکل محفوظ ہیں۔ پھر وہ فطری اور سچے اصولوں پر مبنی ہے لہذا مسلمانوں کے لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ دوبارہ عروج حاصل کر سکیں بشرطیکہ وہ اپنے نظریۂ حیات سے دوبارہ اس طرح جڑ جائیں جیسا کہ اس کا حق ہے۔ وہ اس کے تقاضے پورے کریں' اپنے آپ کو اس کے مطابق بدلیں اور اس کے لئے ایثار اور قربانی کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ سوال یہ ہے کہ اس میں کیا امر مانع ہے؟ ہماری طالب علمانہ رائے میں یہ موانع دو طرح کے ہیں داخلی اور خارجی داخلی موانع میں ایمان کا کمزور ہونا' نظام تعلیم و تربیت کا مقصدیت سے تہی دست ہونا' اخلاقی اقدار سے محروم ہونا' حکمرانوں اور عوام میں بعد ہونا.......... وغیرہ شامل ہیں۔ خارجی مانع پر اگر غور کیا جائے تو ان میں سرفہرست مغربی تہذیب ہے اس تہذیب نے جو اس وقت دنیا کی بالا دست تہذیب ہے' نہ صرف مسلمانوں کے زوال کو تتر بتر کر کے اسے اس کے منطقی انجام تک پہنچایا ہے بلکہ وہی اب اس کے عروج کے رستے کی بڑی رکاوٹ بھی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے سنہری دور میں رومی اور ایرانی تہذیبوں کو تو ضرور روند ڈالا اور ایشیاء و افریقہ کا ایک بڑا حصہ ان کی زیر نگین آگیا لیکن متحدہ یورپ کو وہ (جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں) شکست نہ دے سکے۔ صلیبی جنگوں کی صورت میں یورپ نے مسلمانوں کا راستہ کاٹنے کی کوشش کی لیکن اس میں اسے ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد اہل مغرب اپنی منفی کوششوں سے باز نہیں آئے۔ انہوں نے امہ کو کمزور کرنے کیلئے اس میں افتراق کے بیج بوئے۔ عثمانیوں' صفویوں اور مغلوں کو متحد نہیں ہونے دیا۔ عربوں کو ترکوں کے خلاف منظم کیا' ہندوستان مسلم ریاستوں کو باہم منتشر کر کے ایک ایک کر کے کچل ڈالا مسلم ممالک پر قبضہ کر کے انہیں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا تاکہ مستقبل میں وہ کبھی متحدہ نہ ہو کر اس کے منہ آ سکیں۔ یوں اس نے صرف مسلم علاقوں پر ہی قبضہ نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے دل و دماغ کو بدلنے کیلئے بھی طویل اور کامیاب منصوبہ بندی کی۔ اس نے مسلم معاشرے کے سارے ادارے (تہذیبی' تعلیمی' معاشی' سماجی..... وغیرہ) تباہ کئے اور ان کی جگہ اپنے ورلڈ ویو (تصور انسان و کائنات اور تصور الہ) اور اپنی تہذیب پر مبنی نئے ادارے قائم کئے اس طرح انہوں نے مسلمانوں' خصوصاً ان کے طبقہ اشرافیہ کے دل و دماغ کو بدل ڈالا۔ انہیں اپنے ماضی سے شرمندہ مستقبل

سے مایوس کیا اور کامیابی سے ان کی ذہن نشین کیا کہ اب اگر 'کامیاب' اور 'پرآسائش' زندگی ممکن ہے تو وہ صرف مغربی تہذیب اور اس کی پیروی کے سبب ہی ممکن ہے۔ اس کا جادو یہاں تک چلا کہ جو لوگ اس کو استعمار سمجھتے ہوئے اس سے خلاصی کے خواہاں تھے وہ بھی سوچتے اس کے دماغ سے تھے۔ اور لباس انہی جیسا پہنتے تھے انہی کی زبان میں گفتگو کرتے تھے' انہی کی تہذیب کے رسیا تھے' انہی کے تمدن کے گن گاتے تھے۔ چنانچہ جب یورپ باہم جنگیں لڑ کر کمزور ہوا اور مسلم ممالک کو ڈھیل دینے پر مجبور ہوا تو اس نے غلامی کی شکل بدل دی اور اپنے پروردہ ایجنٹوں کو حکومتیں دلوائیں تا کہ حکمرانوں کے چہرے بدل جائیں لیکن نظام وہی پہلے والا برقرار رہے اور اس میں بھی اسے کامیابی ہوئی۔

اگر کوئی 'غلام' بادشاہ سلامت کی آنکھ کا اشارہ سمجھنے میں کوتاہی کرتا ہے تو کبھی پھانسی اس کا مقدر بنتی ہے کبھی جہاز کریش ہو جاتا ہے اور کبھی فوج آ جاتی ہے...... افغانستان میں چند بدو حکمران بن گئے جنہوں نے ذرا 'خرمغزی'' دکھائی دی تو ان کا تورا بورا بنا دیا گیا۔ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی جا رہی ہے۔ پاکستان نے بادشاہ سلامت کی مرضی کے بغیر ایٹم بم بنا لیا ہے ایران بھی تابعدار نہیں۔ اب ان دونوں کے کس بل نکلنے کی باری آنیوالی ہے۔ اس 'جنگل' کا قانون یہی ہے کہ جو سر اٹھائے گا وہ دہشت گرد ہے۔ جو گردن 'یس سر' کی گردان نہیں کرے گی وہ کٹ جائے گی۔

اس اندھیرے میں روشنی کی کرن کدھر ہے' ایک معصوم سی خواہش کہ سوتوں کو جگا دیا جائے اونگھتوں کو جھنجوڑا جائے' مدہوشوں کو احساس زیاں کا ٹیکہ لگا دیا جائے۔ کچھ چہروں پر سے نقاب کھینچ کر اصل شکل دکھا دی جائے۔ برادرم عبدالرشید ارشد صاحب کا قلم یہی معصوم سی شرارتیں کر رہا ہے۔

اس کارگہ ہستی میں ہم اور آپ نتائج کے مکلف کب ہیں؟ پونجی کی مقدار بھی یہاں وزن نہیں رکھتی یوسف کی خریدار تو وہ بھی تھی جو اپنی اٹی لے کر نیلام گھر پہنچ گئی تھی۔ وہ جو دن بھر کی مزدوری کے بعد اپنی چند کھجوروں کے عطیے کو حقیر سمجھتے ہوئے دبے پاؤں جا رہا تھا اسے دیکھ کر دیدہ بینا رکھنے والے (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ ان کھجوروں کو سونے چاندی کے اس ڈھیر پر ہر طرف بکھیر دو کہ ان کا وزن اور ان کی برکت سب پر بھاری ہے۔ ایک قلمکار کے الفاظ کیا وزن رکھتے ہیں؟ شائد کچھ نہیں گھپ اندھیرے میں جلنے والا ننھا سا دیا اگرچہ اتنی روشنی نہیں بکھیرتا کہ تاریکیوں کو شکست دے سکے لیکن وہ دیا صبح نو کی امید ضرور دلاتا ہے۔ پھر کیا خبر کہ دیئے سے دیا جلتا چلا جائے اور راستے منور ہوتے جائیں۔ میں عبدالرشید ارشد صاحب کو یہ دیا جلانے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

بیستہ قدم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

تقریظ

حسین صحرائی
ایم۔اے اردو
ایم۔اے اسلامیات
ایم۔ایڈ

پھسلن بھی کیا خوب لفظ ہے۔کسی کی زبان سے سنتے یا اپنے ذہن میں اس کے ابھرتے ہی مسلسلِ دھیمی بارش اور چکنی مٹی کا تصور ذہن میں ایسی تصویر بناتا ہے جس میں بچے بڑے سفید پوش پھسلتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس پھسلن میں کیچڑ سے صرف ہاتھ پیر ہی لت پت نہیں ہوتے اکثر اوقات لباسِ فاخرہ بھی داغدار ہو جاتا ہے۔

پھسلن کے اس تصور سے ایک دوسری تصویر بھی ذہن کی سکرین پر ابھرتی ہے جس میں عملی زندگی کے مختلف شعبہ جات میں ایٹمی فال آؤٹ کی طرح پالیسیوں کی مسلسل دھیمی بارش اور پالیسی سازوں کی فراہم کردہ چکنی مٹی کا ملاپ جس پھسلن پر منتج ہوتا ہے اس میں سماجی و معاشرتی' دینی و اخلاقی' معاشی و سیاسی اقدار کے پھسلنے سے بہت کچھ داغدار نظر آتا ہے۔

آج ستاون سالہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سماجی' معاشرتی' دینی و اخلاقی' معاشی و سیاسی کامیابیوں پر نظر ڈالتا ہوں تو ہر سو بلند بانگ دعوے دیکھنے کو ملتے ہیں مگر ہر شعبہ زندگی میں اقدار پھسلتے پھسلتے' دلدل میں لت پت اس قدر نحیف ہو چکی ہیں کہ صحت یاب ہونے میں برس لگ جائیں گے بشرطیکہ ڈاکٹر ماہر و مخلص ہوں' دوائی خالص ہو اور تیماردار پرہیز کے تمام تر تقاضوں کو ملحوظ رکھے۔

ہماری معروضات پر ہمیں مایوس ذہن کا طعنہ دیا جا سکتا ہے مگر طعنہ دینے والے بصیرت سے عاری ہونگے۔ ہم نے پالیسیوں کی مسلسل دھیمی بارش اور پالیسی سازوں کی فراہم کردہ جس چکنی مٹی کا ذکر کیا ہے اور جس کے نتیجے میں پھسلن پیدا ہوئی ہے آیئے اس کا تجزیہ کرتے ہیں۔

سماج و معاشرہ تشکیل پاتا ہے افراد سے' صاحب کردار افراد سے' جو عقیدے میں خالص اور عقیدے سے منسلک اقدار کے امین ہوں۔ ہمارے نظامِ تعلیم اور ہمارے میڈیا نے یہ کام سرانجام دینا تھا۔ کیا 57 سال میں کسی بھی دور میں تعلیم عقیدے سے کاملاً ہم آہنگ دیکھی گئی؟ کیا 57 سال میں کسی نے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو کردار سازی کرتے دیکھا ہے؟؟ اگر نہیں تو آج جہاں کھڑے ہیں یہ پھسلتے قدموں کا ثبوت نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے؟

سماج و معاشرہ کی بنیادی ضرورت معاش و معیشت ہے۔ 57 سالہ ماضی کا جائزہ لے کر ٹھنڈے دل و دماغ سے بتایئے کہ کیا ہر دن معیشت و صنعت کا گراف اوپر گیا ہے یا نیچے گرا ہے۔ بیمار صنعتوں کی موجودگی خود حکومت تسلیم کر رہی ہے۔ مردہ صنعتیں اس پر متزاد ہیں۔ کتنی صنعتیں ہیں جو دم توڑ گئیں' جن کا ملبہ بنکوں نے کباڑیوں کے ہاتھ فروخت کیا! کتنی ہیں جو نیلامی کی فہرست میں ہیں!!

زرعی شعبہ تمام تر بلند بانگ دعوؤں کے برعکس چور چور ہے کسان کی معیشت تباہ حال ہے۔ غیر مخلصانہ اور بصیرت سے عاری زرعی پالیسیوں کے سبب کیڑے مار ادویات کے الل ٹپ استعمال سے انسانوں اور زمیں کی بیماریاں دن بدن بڑھ رہی ہیں جس پر خود محکمہ زراعت گواہ ہے۔ فصلوں کی منصوبہ بندی ہو یا باغات کی' فراہمی کھاد ہو یا کیڑے مار ادویات ہوں' ہر پالیسی سر پٹی دکھائی دیتی ہے۔

صحت پالیسیوں کا بھی یہی حال ہے کہ ہمیشہ سے صحت پالیسیوں کی صحت خراب رہی ہے' بہبود آبادی اور آیوڈین ملے نمک نے ہر لحہ صحت کو گھٹانے میں موثر کردار ادا کیا۔ جن ممالک کی نقالی میں' ان کی خوشنودی کیلئے' ہم روشن خیال اعتدال پسند پاکستان کا نعرہ بلند کرنے میں کوئی لحہ ضائع کرنا ملت کا عظیم خسارہ سمجھتے ہیں ان ممالک میں تعلیم اور صحت ہر فرد کا بنیادی حق تسلیم کرتے حکومت بلا معاوضہ یہ سہولت فراہم کرتی ہے مگر ہمارے ہاں پیسہ خرچ کر کے بھی موثر علاج دستیاب نہیں۔ ڈاکٹر خود سرکاری ہسپتال سے دوائی کھانے پر آمادہ نہیں ہیں کہ یہ دو اور تین نمبر ادویات ہیں۔

میڈیا پالیسی سب کے سامنے ہے کہ آج اخبار جرائد کے خصوصی ایڈیشن اور ٹی وی' ڈش' کیبل کے ذریعے فحاشی' بے راہ روی گھر گھر پہنچ رہی ہے۔ ٹی وی ڈرامے جرائم کی تربیت اور حوصلہ

افزائی میں اپنا مقام رکھتے ہیں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اشتہار بازی کے نئے سائنسی طریقے اقدار کا تسلسل کے ساتھ گلہ دبا رہے ہیں اور دستور پاکستان کی محافظ حکومت دستور میں طے کردہ اصولوں سے انحراف کرتے اس کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

''پھسلتے قدم'' کے مؤلف نے 57 سالہ انحطاط کو پھسلتے قدموں سے تعبیر کرتے ہوئے قاری کیلئے تقابلی مطالعہ کا سامان فراہم کیا ہے اور اس کام کے لئے تعلیم' صحت اور میڈیا کے شعبوں پر بات کی ہے اور روز افزوں انحطاط کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

Quranic Interpretation of Knowledge میں حقیقی منبع علم پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد 21 ویں صدی کا چیلنج اور لوازمِ تعلیم و تربیت میں ایک نظریاتی ریاست کے تعلیمی تقاضوں پر مدلل گفتگو کی ہے۔ اور پھر اس کے مقابلے میں مملکت کے تعلیمی نظام پر مختلف عنوانات دے کر انحطاط ثابت کیا ہے۔ یہ تعلیم کے پھسلتے قدموں کی داستان ہے۔

صحت کے حوالے سے دو عنوانات ہی چشم کشا ہیں کہ 57 سال میں ہر حکومت کے سر پر ایک ہی بھوت' اصلی بھوت نے سوار کئے رکھا ہے کہ ''وسائل کم ہو رہے ہیں اور آبادی بڑھ رہی ہے'' حالانکہ وسائل پیدا کرنیوالا خالق ہمیشہ سے زندہ ہے اور اپنی مخلوق کو پالنے کا ہر دور میں انتظام کرتا رہا ہے اور آئندہ بھی پرورش کی ذمہ داری اس کی ہے کہ اس نے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے مخلوق کے لئے وسائل پیدا کئے ہیں۔

ہمارے لئے پھسلن کا انتظام کرنیوالے نادیدہ ہاتھ اب نادیدہ نہیں رہے بلکہ پہچان لئے گئے ہیں اور مؤلف کی طرح دوسرے بہت سے درد دل رکھنے والوں نے نشاندہی کی ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ نادیدہ ہاتھوں نے ہمارے پالیسی سازوں کے منہ میں جو میٹھی ٹافی ڈالی ہے اس نے ان پر نشہ کی سی کیفیت طاری کر رکھی ہے کہ اس نشہ سے نکلنے پر یہ آمادہ نہیں ہیں۔

میری دلی دعا ہے کہ پھسلتے قدموں کے مؤلف عبدالرشید ارشد کا یہ جہاد بارگاہ رب عزت میں مقبول ہو اور قوم کے پھسلتے قدموں کو روکنے میں کوئی موثر کردار ادا ہو سکے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

01-04-2004

ابتدائیہ
پھسلتے قدم

''پھسلتے قدم'' بظاہر ادبی عنوان نہیں ہے۔ آپ کا چونک جانا برحق ہے ہم نے اپنی بات کو خوبصورت غلاف میں لپیٹ کر آپ کے سامنے رکھنے کی بجائے بے تکلفی سے جو محسوس کیا پیش کر دیا۔ کیا ہماری 57 سالہ تاریخ لحہ لحہ پھسلتے قدموں کی شہادت پیش نہیں کر رہی؟

1939ء سے 1945ء تک دوسری عالمگیر جنگ نے بہت سی اقوام کو بالواسطہ اور بلا واسطہ تباہ کیا۔ کچھ ملک مکمل طور پر تباہ ہوئے تو کچھ جزوی طور پر مکمل تباہی کا سامنا جاپان اور جرمنی نے کیا۔ عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئیں۔ عمارتیں تعمیر کرنے والے جواں ہمت مرد جنگ کا ایندھن بنے۔ عورتیں بچے اور بوڑھے بچے یا گنتی کے نوجوان۔ کوئی زخموں سے چور تھا تو کوئی اتحادی کیمپوں میں مشقت کر کے نڈھال تھا۔ جاپان اور جرمنی نے جنگ کی بھاری قیمت ادا کی تھی۔

1946ء سے جاپان اور جرمنی نے نیا جنم لیا۔ 1947 میں مسلمانوں نے تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے آزاد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سرحدوں کے اندر قدم رکھا اور 1948 میں چند لاکھ یہود کو اسرائیل کی ریاست نصیب ہوئی۔

چاروں ممالک نے آگے پیچھے اپنے ہاں تعمیر وطن کے لئے کام کا آغاز کیا۔ یہود کے علاوہ جاپان اور جرمنی کے وسائل بھی افرادی قوت کے ساتھ ہی تباہ ہو چکے تھے پاکستان کے وسائل اور افرادی قوت دونوں ہی جاپان اور جرمنی کی سطح سے بہت بلند گراف رکھتے تھے۔ یہود کے پاس وسائل تھے' افراد کم تھے مگر جتنے بھی تھے خوب تھے۔

ہر ملک نے 1949ء تک ہر قسم کی تھکاوٹ اتار کر تعمیر وطن کا کام شروع کیا۔ چینیوں نے بھی انہی سالوں میں نشہ چھوڑتے کروٹ بدلی تھی۔ آج 2004ء ہے۔ میرے ساتھ آپ بھی چشم بصیرت سے نہیں بہ چشم سر دیکھیئے کہ جاپان اور جرمنی کہاں ہیں' اسرائیل کہاں ہے اور ہم کہاں ہیں!

تینوں ممالک کے پاس وہ اضافی چیز نہیں تھی جو بحیثیت مسلمان ہمارا مقدر تھی اور یہ انعام عملی زندگی کے جملہ معاملات سے عہدہ برا ہونے کے لئے خالق کائنات کی طرف سے تحریری راہنمائی اور محبوبِ رب العالمین کے ذریعے عملی راہنمائی کا مدلل اور مربوط نظام ہے۔ ایسی راہنمائی' ایسا نظام جو ہر دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ رہے۔ یہ کسی دوسری قوم کا مقدر نہ تھا اور نہ ہے۔ مگر اس سے استفادہ کرنے میں ہم پھسڈی ثابت ہوئے۔

تعمیر وطن کے لئے ہر قوم کو وطن سے محبت کی' جسے جذبۂ حبّ الوطنی کے نام سے پکارا جاتا ہے' ضرورت ہوتی ہے اور جذبہ حب الوطنی پیدا ہوتا ہے ملک کے بنیادی نظریہ سے ہم آہنگ نظام تعلیم سے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بدنصیبی کہ یہاں ہر طرح کی جھاڑ جھنکار تو دیکھنے کو ملی مگر نہ مل سکا تو جذبہ حب الوطنی تھا۔ یہ بازار میں بھی دستیاب نہ تھا کہ اسے خرید کر عوام وخواص میں تقسیم کر دیا جاتا۔

جذبہ حب الوطنی نظام تعلیم کا مرہونِ منت تسلیم کیا جاتا ہے ایسا نظام تعلیم جو عملی زندگی میں ہمہ جہت کارفرما اقدار کی آبیاری کرتا ہو اور لادین جاپان' جرمنی اور اسرائیل نے اپنے اپنے متعین اہداف سے ہم آہنگ نظام تعلیم اپنا کر تعمیر وطن کا حق ادا کر دیا۔ آج اقوام عالم میں تینوں ملک تنے سروں کے ساتھ ہر کسی کی طرف دیکھتے ہیں۔ اپنی بات منواتے ہیں مگر اس کے برعکس ہم مسلمان جھکے سر کے ساتھ ہر کسی کی بات ماننے پر مجبور دیکھے جاتے ہیں اگرچہ یہ 1947ء سے 2004 تک کی کہانی ہے مگر 2000 کے بعد سے آج تک کا گراف انتہائی اونچا ہے۔

یہ بات کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہر دور کی حکومت نے تعلیم کے حوالے سے بلند بانگ دعوے تو کئے' کاغذی تعلیمی پالیسیاں بھی بہت بنائیں مگر تعلیم کو حقیقی جہت دینے میں کوئی حکومت مخلص ثابت نہ ہوئی۔ نتیجہ یہ سامنے آیا کہ 57 سال میں وہ نسل تیار نہ ہو سکی جو ملک کو بنیادی نظریئے سے ہم آہنگ کر کے شاہرہ ترقی پر گامزن کرتی۔ اہل دانش چیختے رہے مگر کسی نے کان نہ دھرا۔

ہر دور کے نجات دہندوں کی طرح پرویز مشرف بھی نجات دہندہ بن کر آیا مگر تعلیم و اقدار کے تابوت میں جو کیل پہلی حکومتیں لگانا بھول گئی تھیں وہ کمی اس نے پوری کر دی کہ امریکی یورپی خواہشات کی تکمیل کرتے نہ صرف یہ کہ چھوٹی سے بڑی جماعتوں کے نصاب تعلیم سے نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ دینی' سماجی اور اخلاقی اقدار کو نکالنے کا کام وزیر تعلیم زبیدہ جلال کے سپرد کیا بلکہ مزید پھسلتے

قدموں کے ساتھ پاکستان کے 33 تعلیمی بورڈ غیر مسلم آغا خانیوں کے سپرد کر دئے۔ نصاب تعلیم اور تعلیم کو امریکہ، یورپ کے معیار مطلوب پر لانے کی یہ سعی و جہد امریکہ کو، اس کے ورلڈ بنک کو، اس قدر پسند آئی کہ دونوں نے خزانے کے ''منہ کھولتے'' خطیر امداد دینے کا اعلان کر دیا۔

امریکہ نے آغا خان فاؤنڈیشن کو 450 لاکھ ڈالر عطا کیے کہ 33 تعلیمی بورڈوں کا نظام ''بطریق احسن'' چلا سکے اور ورلڈ بنک نے 62 کروڑ 50 لاکھ کا عطیہ دینے کا اعلان کیا کہ پاکستان کے تعلیمی نظام کی ''معیاری اصلاح'' ہو جائے۔ اس امداد سے سکولوں میں کتب مفت ہونگی، دوپہر کا کھانا مفت ملے گا، معیار تعلیم ''بلند'' ہوگا منہ کھائے گا اور غلامی کا سبق از بر یاد کیا جاتا رہے گا۔

اگرچہ یہ بات بظاہر لطیفہ ہے کہ سندھ کے لوگوں نے اس بات پر احتجاج کیا تھا کہ منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم کے ذریعے پانی میں سے اصل چیز بجلی تو پنجاب نکال لیتا ہے۔ پھوکا (سادہ) پانی ہماری زمینوں کو کیا طاقت دیگا؟ بعینہ اسی لطیفے کی طرز پر یہ حقیقت اپنے آپ کو تسلیم کروائے گی کہ آغا خان فاؤنڈیشن اور زبیدہ جلال کے ذریعے امریکہ اور ورلڈ بنک کے ڈالر تعلیم کی اصل روح کھینچ لینگے تو یہ نظام تعلیم قوم کی تعمیر کیا کریگا؟

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے جو کچھ کم و بیش 65,60 برس پہلے فرمایا تھا کہ

ہم سمجھتے تھے کہ فراغت لائے گی تعلیم ० کیا خبر تھی کہ الحاد بھی چلا آئیگا ساتھ

بدو کے خیمے میں گھسنے والے اونٹ کی طرح آج الحاد خیمے میں ہے اور اسلامی نظام تعلیم یا اخلاق و کردار ساز نظام تعلیم پاکستان کے خیمے سے باہر دھکیلا جا رہا ہے بلکہ بہت حد تک وہ نکالا جا چکا ہے۔

نظام تعلیم کا دایاں بازو مذہب سے روشناس کرانے والی قرآن سنت پر مبنی تعلیم ہے۔ دینی ادارے یہ کام کر رہے ہیں۔ یہ نظام انسان چلا رہے ہیں فرشتے نہیں۔ انسان ہونے کے ناتے خوبیاں خامیاں موجود ہیں۔ الحمد اللہ خوبیوں کا پلڑا ہمیشہ بھاری رہا ہے مگر یہ دینی مدارس بھی امریکہ یورپ کی خواہشات کی تکمیل کے لئے بجلیوں کی زد میں ہیں کہ یکا یک ان مدارس میں ''دہشت گردوں'' نے جنم لینا شروع کر دیا ہے دینی مدارس کے معلمین اور متعلمین کے چہروں کو ''بنیاد پرستی'' کے پسینے نے شرابور کر رکھا ہے۔

ہمارے قدم عملی زندگی میں ہمہ جہت پھسلے ہیں۔ کونسا شعبہ ہے جس میں ہم نے آگے

بڑھنے کا ریکارڈ بنایا ہے پہلے لوگ مسلمان کو طعنہ دیتے تھے کہ They only agree to disagree ''ان کا نااتفاقی پر اتفاق ہے'' اس بات کی لاج رکھتے ہم نے بہرحال اسے سچ ثابت کیا اور اب پھسلتے قدم ہمارا طرہ امتیاز ثابت ہو رہا ہے۔

تعلیم ہو یا صحت' زراعت ہو یا صنعت' معاش و معیشت ہو یا سیاست کونسا شعبہ ہے کہ ہمارے قدم نہیں پھسلے؟ تعلیم کی بات ہم کر چکے صحت کی تمام تر پالیسیاں ہماری سماجی و معاشرتی اور اخلاقی اقدار سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ ہم نے امریکہ و یورپ سے یہ سبق پڑھ لیا ہے کہ مذہب کا صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود خاندانی منصوبہ بندی کو جزو ایمان بنایا۔ ہم نے آج تک یہ طے نہ کیا کہ مردوں کے لئے مرد ڈاکٹر اور خواتین کے لئے خواتین ڈاکٹر ہوں کیا یہ ناممکن تھا؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے؟

تعلیم اور صحت کے ساتھ سماجی و معاشرتی شعور کے لئے' جو ملّی عقیدہ سے ہم آہنگ ہو' میڈیا کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ قوم کی بدنصیبی کہ میڈیا کے پاؤں بھی یوں پھسلے کہ کسی جگہ نہ رک سکے سیدھے فحاشی و بے حیائی کی دلدل میں غرق ہوئے آج کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ میڈیا ملّی عقیدہ و دینی اخلاقی اقدار کی ترویج کا سبب ہے۔ ماسوائے امریکہ و یورپ زدگان کے ہر کوئی ماڈرن اور غیر ماڈرن اس کے کردار کا شاکی ہے۔

یہی حال ہمارا عملی زندگی کے دوسرے شعبہ جات میں ہے۔ 1948ء میں معاشی معاملات میں جاپان' چین' جرمنی اور اسرائیل کہاں تھے؟ آج وہ کہاں ہیں؟ اور پاکستان نے 57 برسوں میں کیا فاصلہ طے کیا؟ یہ تجزیہ ہمارے سرخیلوں کا سر جھکانے کے لئے کافی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ رہی کہ ہر سیاسی' فوجی دور میں سرتاج و شوکت عزیزوں نے حاکم اعلیٰ کو اعداد و شمار کی بھول بھلیوں میں ڈالتے سبز باغ دکھائے اور جب اس کے اقتدار کا سورج غروب ہوا تو انہی ''خیر خواہوں'' نے نئے آنے والے کو ماضی کے حکمران کے ہاتھوں بربادی کے ''مصدقہ'' شواہد پیش کئے تو اسے نجات دہندہ ثابت کرنے کے لئے پھر ویسے ہی اعداد و شمار کا سہارا لیا۔

گزشتہ 57 سال سے قوم اس کھیل سے لطف اندوز ہو رہی ہے کبھی روتے کبھی ہنستے۔ ماضی کے فوجی آمر خود ساختہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (اللہ مرحوم کی کوتاہیوں سے صرف نظر فرمائے حسنات کا بہتر بدلہ دے) کے دور میں گورنر مغربی پاکستان ملک امیر محمد خان آف کالا باغ تھے۔ مارشل لا لگا تو ہر سُو

سکوتِ مرگ طاری تھا۔ دو آوازوں نے اس سکوت کو توڑنے کی جرأت کی تھی ایک سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تھے تو دوسرے چیف جسٹس ایم آر کیانی صاحب جسٹس کیانی نے مزاحیہ انداز میں تبصرہ کرتے فرمایا تھا کہ پہلی حکومتوں نے ہمیں سبز باغ دکھائے۔ اللہ بھلا کرے ایوب خان کا کہ اس نے ہمیں کالا باغ دکھایا۔ آج قوم کہتی ہے کہ اللہ بھلا کرے پرویز مشرف کا کہ اس نے سبز یا کالا باغ دکھانے کی بجائے ظفر اللہ جمالی دکھایا۔ اللہ کے حوالے سے ظفر بمعنی کامیابی اور جمال تو پھر ہے ہی۔ یہ ''کامیابی'' ہے دوقومی نظریئے سے انحراف کی۔ ظفر (کامیابی) کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کرنے کی بجائے امریکی وحشی درندے بش کی کامیابی کی دعاؤں سے منسوب کرنے کی۔

ہم وہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

جس بچی کے نام ہم نے اس کاوش کو منسوب کیا ہے اس نے ماہنامہ تکبیر ٹائمز فیصل آباد میں اپنے طویل خط کے ذریعے انہی پھسلتے قدموں کی نشاندہی کی ہے۔ 16 سالہ فرسٹ ایر کی طالبہ نے اپنے کرب کو بلا جھجک بیان کر دیا۔ اور بزرگوں سے سنا ہے کہ بچے جھوٹ نہیں بولتے' جو دیکھتے ہیں بے کم و کاست کہہ دیتے ہیں مگر بدقسمتی یہ ہے کہ اس ملک کی نیا کے کھیون ہار ہر طرح کے کرب سے محفوظ نیرد سے وراشت میں ملی بنسری بڑے چین سے اونچی لے میں بجا رہے ہیں۔ میڈیا ہر سُر کی نوک پلک سنوار کر قوم کو سنا رہا ہے۔

رازیہ صلاح الدین کے خط سے ہم نے اس کاوش کا آغاز کیا ہے کہ اس کی فکر نے ہمیں بھی فکرمند کیا اور پہلے سے موجود کرب میں مزید اضافہ کیا ہے۔ رازیہ کی فکر کا کھرا پن اور اس فکر کو دوسروں تک منتقل کرنے کی کامیاب سعی کے لئے بے ساختہ اس کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید توفیق دے اس کی صلاحیتوں کو جلا بخشے اور اس کی حفاظت فرمائے اور یہ دوسروں کے لئے بھی نمونہ بنے۔۔ امین۔

برادرم محترم محمد منصور الزمان صدیقی صاحب نے 10,8 سال سے جس طرح محبت وشفقت کے ساتھ ہر کار خیر میں کندھے سے کندھا ملا رکھا ہے بلکہ پشت پناہی کہنا زیادہ قرین انصاف ہے' ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے قابل قدر ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق اور صلاحیت سے جو کچھ قلم کے ذریعے کاغذ پر پھیلایا جا سکا وہ لاکھوں لوگوں تک نہ پہنچ سکتا اگر قدم قدم پر یہ شفقت میرا مقدر نہ بنتی۔ بارگاہ رب العزت میں سر نیاز خم کیئے ان کی صحت وسلامتی کے لئے دعا مجھ پر واجب ہے۔ الحمد للہ رب

العالمین۔

کاش یہ پھسلتے قدم رک سکتے اور زیادہ عزم و ہمت کے ساتھ منزل کی طرف بڑھتے۔ اقتدار والوں کا اقتدار مستحکم ہوتا اور قوم کی بگڑی بنتی' قوم سکھ سکون اور خوشحالی دیکھتی مگر یوں لگتا ہے جیسے میرے اور راز یہ کے حصے میں صرف کاش ہی رہ گیا ہے تاہم مایوس نہیں ہیں درخشاں مستقبل کی خاطر آواز بلند کرنے کے لئے مکلف ہیں اور حالات میں تبدیلی قادرِ مطلق اور عزیز و حکیم رب کے قبضہ قدرت میں ہے۔

اس مجموعہ میں ہم نے تعلیم' صحت اور میڈیا کے حوالے سے اپنی بات آپ کے سامنے رکھنے کے ساتھ کچھ اپنے جذبات کا اظہار بھی کیا ہے ہر عنوان کو الگ الگ دیکھنے سے بعض جگہ کی تکرار میں آپ کو تاکید مزید کا انداز نظر آئے گا۔

عزیزی عمران نے کتاب کی کمپوزنگ کا ذمہ لے کر میرا بوجھ بٹایا ممنونِ احسان ہوں اور یہ فہیم بیٹے کی دوستی کا تحفہ ہے۔

پھول بے پروا ہیں' تو گرمِ نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حس ہے' آوازِ درا ہو یا نہ ہو

جوہرآباد — عبدالرشید ارشد
یکم اپریل 2004ء

☆ ☆ ☆

مُہلت

"وہ سخت نادان ہے وہ شخص اور وہ قوم جو خدا کی دی ہوئی مُہلت کو غفلتوں اور سرشاریوں میں ضائع کر دے اور داعیانِ حق کی صداؤں کو بہرے کانوں سنے جائے اور ہوش میں صرف اُسی وقت آئے جب اللہ کی گرفت کا مضبوط ہاتھ اس پر پڑ چکا ہو۔"

(تفہیم القرآن' جلد دوئم' صفحہ نمبر ۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

ایک طالبہ کا فکر انگیز خط

محترم جناب چیف ایڈیٹر مجاہد منصوری!
السلام وعلیکم!

میرا نام رازیہ صلاح الدین ہے اور میں فرسٹ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں میں نے صرف آپ کا جولائی 2003 کا ماہنامہ پڑھا ہے اور جس چیز نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے وہ بہت سے ایسے سوالات ہیں جو کیڑے کی طرح میرے ذہن میں کلبلا رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان کا جواب دینا ضرور پسند فرمائیں گے بیشک یہ سوال آپ کو بچگانہ لگیں لیکن میرے محدود ذہن میں ان کے جواب نہیں ہیں سب سے پہلے جو چیز پڑھ کر میں مشتعل ہوئی وہ یہ ہے کہ پرویز مشرف صاحب کی وجہ سے پاکستان کو 10 ارب ڈالر کا نقصان ہوا اور پرویز مشرف صاحب نے یہ رقم جس کی مدد کے لئے خرچ کی وہ ہے امریکہ وہی امریکہ جس نے بعد میں پاکستان کو پاؤں کی جوتی جتنی اہمیت نہیں دی۔ ہمارے امریکہ میں موجود پاکستانیوں کو واپس پاکستان بھیجا تا کہ ہمارے ملک میں بیروزگاری میں اضافہ ہو۔ پرویز مشرف صاحب نے اپنے اڈے دیئے' لاکھوں کروڑوں روپے کا تیل خرچ کیا' اپنے طیارے دیئے' طالبان کو پکڑنے کے لئے اپنے ملک کے کئی فوجیوں کو شہید کروا دیا' آخر کس برتے پر۔ کیا امریکہ خدائی فوجدار ہے یا پرویز مشرف صاحب کو جان سے مارنے کی دھمکی ملی تھی؟ اگر یہی رقم وہ عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ تُف ہے ہمارے ملک کے ایسے سیاستدانوں پر جنہوں نے ملک کا بیڑا غرق کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ویسے جو آپ نے یہ خبریں چھاپی ہیں ان کو چھاپنے کے بعد آپ کو کتنے دھمکی آمیز فون ملے اور آپ پر کتنی بار حملہ ہوا کیونکہ ہمارے ملک کے سیاستدان آنکھ اٹھانے والوں کے سر کٹا دیا کرتے ہیں خیر امید کرتی ہوں کہ آپ کا سر سلامت ہوگا۔ خیر افغانستان پر حملہ کروا کے پاکستان نے جو امریکہ کی مدد کی ہے وہ تو آنے والا وقت بتائے گا کہ پرویز مشرف صاحب نے پوری امت مسلمہ کو کس عذاب سے دوچار کیا ہے۔ کیونکہ اب امریکہ ہمارے ملک میں فحاشی پھیلانے اور اسے پسماندہ کرنے میں اور موثر کردار ادا کر سکے گا کیونکہ عراق کے بعد ایران اور شام کی باری ہے۔ اور پھر

شاید اس کے بعد ہمارا نمبر ہو۔ خدا پاکستان کو امریکہ جیسے خبیث ملکوں سے محفوظ رکھے۔

دوسرا جو آرٹیکل میں نے پڑھا وہ جنسی دواؤں اور جادو ٹونے کے اشتہارات اور اخبارات (ایک تحقیق)۔ یہ جو تحقیق آپ نے شائع کی وہ واقعی ایک اچھی کوشش ہے لیکن مجھے ایک چیز پر حیرت ہوئی کہ آپ نے ان اشتہاروں پر پابندی لگانے کا نکتہ کیوں نہیں اٹھایا۔ آپ نے ہمیں تعداد بتا دی کہ فلاں مشہور قومی اخبار میں اتنے اشتہار شائع ہوئے اس سروے سے عام لوگ تو یہی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ماشاء اللہ اس اخبار کا میعار بہت اچھا ہے یعنی ایک ماہ میں جتنے اشتہار شائع ہوئے ان اخبارات میں وہ انہوں نے تعداد کے ساتھ بتا دیے۔ ان کو اس کے ساتھ اشتہار کا لفظ لگانا چاہئے تھا۔ میرے خیال سے آپ کو اردو کی لغت کی ایک کتاب لینی چاہیے اور اس میں سے اشتہار کا مطلب ڈھونڈنا چاہیے۔ میں آپ کو اشتہار کا مطلب بتاتی ہوں۔ اشتہار کا مطلب ہوتا ہے تشہیر کرنا اور ایسی چیز کی تشہیر کرنا جو ہمارے مذہب میں حرام ہو۔ آپ لوگوں نے اپنے ماہنامہ کا نام "تکبیر" رکھا ہوا ہے اور ایک غلط چیز کی تکبیر لگا رہے ہیں کہ ان چیزوں کے ساتھ اشتہار کا لفظ لگانا چاہیے مجھے معلوم ہے کہ ان اشتہاروں سے اخبار والوں کو ہزاروں روپے ملتے ہیں لیکن حرام کے۔ غور کریں کہ جو اشتہار عامل باباؤں کے پاس لے کر جانے کی بات کر رہا ہو اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کر رہا ہو کہ کام نہ ہوا تو 5 لاکھ روپے نقد ہم دیں گے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہمیں ہر کام کے لئے اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے ان عامل باباؤں سے رجوع کرنا چاہیے اور ہمارے ملک کی اکثریت اس چکر میں پڑی ہوئی ہے اور یہ اشتہار سونے پر سہاگے والی بات کرتے ہیں اور اوپر سے چار پانچ خط چھاپ دیتے ہیں جن لوگوں کے ان عامل باباؤں کی وجہ سے کام پورے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو کیا میں یہ سمجھ لوں کہ اس عامل بابا کی وجہ سے میرے من کی مراد پوری ہو گی؟ نہیں میرا ایمان تو مضبوط ہے لیکن ہمارے ملک کی اکثریتی آبادی جہالت کا شکار ہے۔ ایک جہالت وہ ہوتی ہے جو شخص پڑھا لکھا نہ ہو لیکن ہماری قوم تو اپنے مذہب کے بارے میں جاہل ہے میں آپ کو ایک بات بتاتی ہوں کہ میری بہن کی دوست کی امی درس دیتی ہیں ان کے پاس ایک ایسی عورت آئی جسے تین طلاقیں ہو چکی تھیں اور وہ پھر بھی اپنے خاوند کے ساتھ رہ رہی تھی۔ وہ عورت میری بہن کی دوست کی امی کے پاس آئی اور کہا کہ میرا شوہر مجھے تین طلاقیں دے چکا ہے میرے میکے میں کوئی نہیں ہے جب میں نے اپنی ہمسائی سے پوچھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے تو وہ بولی "خیر ہے طلاقوں سے کیا ہوتا ہے تو اپنے ان بچوں کو لے کر کہاں جائے گی۔" یہ بات سن کر انہوں نے اس عورت کو فوراً الگ ہونے کا

مشورہ دیا لیکن اس سے اس بات کا اندازہ لگائیے کہ ہمارے ملک میں ایک عام انسان کی مذہب کے بارے میں سوچ کیا ہے۔ یہ حال تو صرف ان پڑھ لوگوں کا ہے اب میں ان لوگوں کی بات کرتی ہوں جو پڑھے لکھے جاہل ہیں ایسے بہت سے پڑھے لکھے جوڑے ہیں جن میں تین طلاقیں ہو چکی ہیں لیکن وہ پھر بھی ساتھ رہ رہے ہیں۔ (استغفراللہ) اب جس معاشرے میں اتنے کمزور ایمان کے لوگ موجود ہوں وہ قوم بھلا خاک ترقی کرے گی۔ اس لحاظ سے میرے اندازے کے مطابق ہمارے ملک میں 99 فیصد لوگ ان پڑھ ہیں اور ان 99 فیصد لوگوں کو بھٹکانے کیلئے جو پہلے ہی سے بھٹکے ہوئے ہیں یہ اشتہار اور کام کرتے ہیں اور ان کا رہا سہا ایمان بھی ختم ہو جاتا ہے میں صرف ان لوگوں کی نہیں اپنے خاندان کی بھی بات کر رہی ہوں خیر سے میرے مما پاپا' ایسے نہیں ہیں۔ اس لئے آپ لوگوں کا اپنی قوم پر بڑا احسان ہوگا اگر آپ اشہاروں کے تدارک کے لئے کچھ کریں۔ کیونکہ اس طرح ہمارے ملک کے میڈیا کا اپنی قوم کو تباہی کے راستے پر مستقل مزاجی کے ساتھ گامزن کرنے کیلئے بڑا ہاتھ ہے۔

تیسرا جو ٹاپک میں نے پڑھا خیر مجھ میں اتنی Sense نہیں ہے کہ آرٹیکل اور ٹاپک اور خبر میں کیا فرق ہوتا ہے خیر میں صحافی نہیں ہوں ہوسکتا ہے مجھے مستقبل قریب میں پتہ چل جائے آرٹیکل' ٹاپک اور خبر میں کیا فرق ہے۔ اچھا تو جو ٹاپک میں نے پڑھا وہ تھا' بہبود آبادی 6 کروڑ 80 لاکھ ڈالر کی امداد۔ میں اکثر سوچتی تھی کہ خاندانی منصوبہ بندی کرنا صحیح ہے یا غلط' کیونکہ پرانے زمانے میں جب کوئی عورت اسلام قبول کرتی تھی تو اس سے یہ عہد بھی لیا جاتا تھا کہ وہ حمل نہیں گرائے گی لیکن خاندانی منصوبہ بندی والوں نے لوگوں میں خوف پیدا کر دیا ہے کہ اب عورت اپنے بچے کو کسی اور کا بچہ بنا سکتی ہے۔ خیر جب میں نے یہ ٹاپک پڑھا تو میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ کیا خاندانی منصوبہ بندی اسلام میں جائز ہے۔ کیونکہ خدا کائنات کا خالق و مالک ہے اور ہر آنے والا اپنے ساتھ اپنا رزق لکھوا کرلاتا ہے تو پھر ہم لوگ اسے اس دنیا میں آنے سے کیوں روکیں تو پھر یہ بھی تو قتل ہو گیا۔ اور اب تک پتہ نہیں کتنی مائیں یہ قتل کر چکی ہیں۔ پھر بعض اخباروں میں یہ بھی شائع ہوتا ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کم ازکم ڈیڑھ مہینے تک شوہر کو بیوی سے رجوع نہیں کرنا چاہیے۔ میرے خیال سے آپ لوگ اس بارے میں ضرور آرٹیکل شائع کریں۔ کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ ایک مقدس رشتہ ہے اور اگر لوگ اس پر پابندیاں عائد کریں گے تو وہ اپنی نفسانی خواہشوں کی تسکین کیلئے غلط راہ اپنائیں گے اور معاشرہ برائیوں کا گہوارا بن جائے گا خیر میرے خیال سے میں نے کچھ زیادہ Advance باتیں لکھ دی ہیں لیکن میں اس وقت

اس مقولے پر عمل کر رہی ہوں کہ مذہب میں شرم کس بات کی؟ کیونکہ میں یہ باتیں صرف آپ سے اس لئے کر پا رہی ہوں کہ اپنے معاشرے میں برائیوں کو دیکھ کر میرا دماغ سلگتا ہے۔ خیر اگر میری اماں یہ پڑھ لیں تو مجھے لعن طعن کریں گی۔ حمل روکنے کے لئے جو دوائیں ٹی وی پر بہت زیادہ مقدار میں دکھائی جاتی ہیں وہ نوجوانوں میں بے حیائی کو عام کرنے کی دعوت دے رہی ہیں جیسے چاہلی Touch وغیرہ وغیرہ آپ کو اس چیز بلکہ ان چیزوں کے تدارک کے لئے کوئی مضبوط قدم اٹھانا چاہیے کیونکہ بے شک آپ کا پرچہ بہت زیادہ مضبوط نہیں ہے لیکن اتنا کمزور بھی نہیں ہے کہ کوئی مثبت قدم نہ اٹھا سکے اور آپ کو ایک مزے کی بات بتاؤں میری ایک دوست کے انکل بہبود آبادی میں ہیں اور خود ان کے 14 بچے ہیں۔ میں نے سوچا دوسروں پر بندشیں لگاتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے ویسے امریکہ کے خبیثوں نے جو حرکتیں کی ہیں وہ انشاء اللہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے کیونکہ امریکہ کا خیال ہے کہ زیادہ آبادی ملکی معیشت پر بوجھ ہے تو امریکہ خود بھی تو پوری دنیا کی 25 فیصد کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کر رہا ہے اور اگر اس پر کوئی انگلی اٹھائے تو کیسے کان بند کر لیتا ہے خیر مجھے زیادہ خطرہ اس چیز کا ہے کہ ہمارے ہاں گاؤں کے لوگ بتدریج شہروں کی طرف رخ کر رہے ہیں تو جو لوگ غریب ہیں انہیں تو یہ منصوبہ بندی والی سکیم بہت اٹریکٹ کرتی ہوگی پھر آپ نے لکھا کہ یہ سکیم کامیاب نہیں ہوئی تو ان لوگوں نے آئیوڈین ملے نمک والی سکیم شروع کی میں پہلے تو بہت حیران ہوئی پھر میں نے اپنے کیمسٹری کے سر سے اس چیز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں یہ صحیح بھی ہوسکتا ہے کیونکہ آئیوڈین جو نمک میں ملتا ہے وہ کیمیکل ہی ہوتا ہے اور اس کے علاوہ سر نے یہ بھی کہا کہ ہم لوگ اپنی خوراک میں خود اتنی قدرتی آئیوڈین استعمال کر لیتے ہیں اس لئے ہمیں اضافی آئیوڈین کی ضرورت نہیں اس سے میں اس نتیجہ پر واقعی پہنچ گئی کہ آئیوڈین ملا نمک Asthma کی بیماری ملک میں عام کر رہا ہے کیونکہ اب ہر دس بندوں میں سے کسی نہ کسی کو یہ بیماری ہوتی ہے لعنت ہو ہماری حکومت پر جو سب جانتے بوجھتے ہمیں جہنم میں دھکیل رہی ہے آپ کو چاہیے کہ اس چیز کے تدارک کے لئے پرچہ چھپوا کر گھروں میں بانٹ دیں اپنا نام ظاہر مت کریں اور جہاں سے یہ پرچے چھپوائیں اسے بھی صیغہ راز میں رکھیں ہمارے ملک کی عورتیں بہت شکی مزاج ہیں اس لئے پھر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نمک کو چھوڑ دیں گی اس طرح کم از کم ایک نیکی کا کام ہو جائے گا اور اس کام کے لئے پیسہ جو ہے وہ آپ اپنے ذریعے سے حاصل کریں۔ مطلب یہ کہ آپ کے اتنے تعلقات تو ہوں گے کہ آپ فنڈز لوگوں سے حاصل کر سکتے ہیں یعنی کوئی بھی جھوٹ

بول کر' کیونکہ اگر سچے ہوں گے تو یہ جھوٹ کوئی اثر نہیں رکھے گا اور آپ لاکھوں لوگوں کی دعائیں سمیٹ لیں گے خیر اب مجھے تو نہیں پتہ کہ یہ باتیں آپ اپنے پرچے کو مقبول کرنے کے لئے لکھ رہے ہیں یا...... خیر آپ بھی اسی قوم کے شہری ہیں کوئی نہ کوئی تو آپ کا اپنا مفاد بھی ہوگا۔

میں آپ کا دھیان ایک اور نازک مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں کہ افغانستان اور عراق کی جنگ سے مسلمان تباہ تو ہوئے ہیں اس کے علاوہ جنگ کے بعد خواتین اور بچوں کو یہ لوگ جن حالات سے دو چار کرتے ہیں وہ علیحدہ کہانی ہے کیونکہ بہت سی خواتین غربت سے تنگ آ کر اپنا آپ بیچ دیتی ہیں اور بعض اس پیشے کو اپنا لیتی ہیں جو ہمارے مذہب میں انتہائی بدتر فعل ہے اور جس کی اسلام میں سزا سنگساری ہے اس طرح یہ یہودی اور عیسائی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے کیونکہ ان لوگوں نے ہمارے مقدس مقامات پر حملہ کر کے نہ صرف ایک ناقابل معافی جرم کیا ہے بلکہ محض شک کی بنیاد پر لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بعد میں ان کی انٹیلی جنس یہ کہہ رہی ہے کہ محض غلط فہمی کی بنیاد پر عراق پر حملہ ہوا۔ان سے کہیں کہ ان لاکھوں افراد کو کیا یہ لوگ واپس لا سکتے ہیں جن کو محض شک کی بنیاد پر شہید کر دیا۔لعنت ہو امریکہ پر اس سے بڑی ہم لوگوں کے سیاست دانوں اور مسلم ملکوں پر جنہوں نے امریکہ کا ساتھ دیا۔کیا ان لوگوں کا اللہ پر سے ایمان اٹھ گیا ہے حتیٰ کہ سعودی عرب نے مسلم ملک پر حملہ کرنے کے لئے جگہ فراہم کی۔آہ افسوس صد افسوس کیا ان لوگوں کو یہ یقین نہیں ہے کہ اللہ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا' ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا پھر بھی ان لوگوں نے باطل کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔سر آپ کسی سے ایسے آرٹیکل لکھوائیں اور ایک ایسا صفحہ مخصوص کریں جس پر اس عام سے عام بات کی نالج فراہم کی جائے جن کا ہم عام زندگی میں خیال نہیں رکھتے۔

سر! میں آپ کو ایک اور اطلاع فراہم کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ اندرون سندھ کے ایسے جاگیرداروں کو بے نقاب کریں جو اپنے علاقے کے خدا بنے بیٹھے ہیں کیونکہ میں نے ایک کہانی پڑھی تھی اس میں ایک عورت نے اپنی کہانی سنائی جس میں اس نے بتایا کہ اس کا تعلق اندرون سندھ سے ہے اور اس کا شوہر جاگیردار کا نوکر ہے جب اس کی شادی ہوئی تو شادی کی رات اس کے شوہر نے کہا کہ وہ اس کے قریب نہیں جا سکتا کیونکہ جاگیردار کا حکم ہے کیونکہ وہاں کی کوئی بھی عورت جاگیردار سے تعلق کے بغیر اپنے شوہر کے قریب نہیں جاسکتی کیونکہ وہاں کے مرد ہی اتنے بے غیرت ہیں اس لئے آپ کو چاہیے کہ ایسے خبیث جاگیرداروں کے خلاف ٹھیک ٹھاک Step لیں۔کیونکہ ایسے لوگ قانون

کی گرفت میں بھی نہیں آتے ویسے میرے خیال سے اگر آپ ان کے خلاف کچھ لکھیں گے یا چھاپیں گے تو یہ آپ کو بھی راستے سے صاف کرنے کی' اوہ سوری میرا مطلب ہے ہٹانے کی کوشش کریں گے آپ لوگ ایسے لوگوں کے خلاف کچھ کریں جو عورتوں کو برہنہ کر کے پورے بازار کا چکر لگواتے ہیں اور یہ عورتیں ان کے مزارع کی ہوتی ہیں' آہ! افسوس کتنا ظلم ہے اور ہم لوگ تماشائی بنے اس ظلم کو دیکھ رہے ہیں میں تو ایک لڑکی ہوں جس کے پاس بہت کم تعلیم ہے جبکہ آپ تو مرد ہیں اور پڑھے لکھے بھی ہوں گے اور یہ معاشرہ تو ویسے بھی مردوں کا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ دوسرے مردوں کی طرح چوڑیاں پہن کر نہیں بیٹھیں گے بلکہ کوئی عملی قدم اٹھائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں کچھ کیا ہو کیونکہ میں نے صرف آپ کا ایک شمارہ پڑھا ہے اس کے علاوہ آج کل عورت پر الزام لگا کر اسے جس طرح بے عزت کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ اگر لوگ عورت کو بد چلن کہیں تو اس کا سر مونڈھ کر' یا اس کے سر کے بال کاٹ دیئے جاتے ہیں یہ ظلم کی انتہا ہے۔ آج کل کے لوگوں پر جو دوسروں کی ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں پر الزام لگانے سے پہلے ذرہ برابر بھی نہیں سوچتے کہ ان کی اپنی مائیں' بیٹیاں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ آج کل لوگ محرم اور نا محرم کا فرق بھولتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ آج کل ایسے بہت سے کیسز ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کے دلوں سے خدا کا خوف مٹ گیا ہے کیونکہ سگا چچا بھتیجی کے ساتھ زیادتی کر بیٹھا اور بھتیجی صرف دس سال کی اس کے علاوہ ایسے بہت سے واقعات ہیں جن کو لکھتے ہوئے میرا ہاتھ کپکپا رہا ہے میرے خیال سے آپ کو پتہ چل گیا ہوگا یہ دنیا گناہوں کا ذخیرہ ہے۔ ہر طرف ظلم و بربریت نظر آتی ہے آپ کو چاہیے کہ آپ اپنے میگزین میں کوئی ایسا صفحہ مختص کریں جو ان حقائق کو اسلام کی روشنی میں بیان کر سکے اور لوگ اس سے سبق سیکھیں۔

آج کل پی ٹی وی پر سر! خواتین ٹائم میں عورتوں پر ظلم و تشدد کے واقعات پر ڈرامے دکھائے جاتے ہیں لیکن ان لوگوں نے جس طرح Rape کیسز کو ڈرانے بنا بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے اس کا ایک عام انسان کی زندگی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ یہ تو برائی کی ایک لحاظ سے تشہیر ہے کیونکہ ابھی پچھلے دنوں میانوالی کے قریب شاید مجھے شہر کا نام بھول گیا جو حافظہ عورت تھی اسے CNN تک گھسیٹ لیا گیا اور ہمارے ملک کے سیاستدان کہہ رہے ہیں کہ آئندہ ایسا کسی کے ساتھ نہیں ہوگا۔ واہ اس سے بڑا لطیفہ کوئی ہوگا جی ہاں کیونکہ ہمارے ملک میں ہر سال ایسے ہزاروں کیسز ہوتے ہیں اس وقت پولیس کیا مر جاتی ہے یا ہمارے ملک کے لیڈر سوئے ہوتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کو تو خود یہ نہیں پتا ہوتا کہ کسی کی عزت

پامال ہوئی؟ کیونکہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

ایک اور آرٹیکل میں نے نور کے مجروں کے بارے میں پڑھا مجھے آپ کے میگ' پر اتنا غصہ آیا کہ آپ لوگوں نے کیا سوچ کر اس کو شائع کیا کیونکہ اسے دیکھ کر تو ایسے ہی لگتا تھا جیسے آپ لوگوں نے رسالے کو مرچ مسالے کی طرح بنا کر پیش کرنا ہے۔ آپ لوگوں کو کیا پتہ نہیں کہ برائی کی تشہیر کرنا بھی برائی ہے۔ آپ لوگ جو ہمیں ان کے بارے میں معلومات فراہم کر رہے ہیں وہ ہمیں پتہ ہوتی ہیں کیونکہ عام فرد بھی فلم کا نام سن کر یہ جان جائیگا کہ ان کا بیک گراؤنڈ کیا ہے اسلئے اس برائی کی آپ زیادہ نہ ہی تشہیر کریں تو اچھا ہے۔

فقط والسلام

رازیہ صلاح الدین

" قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ عروج مقدر رہا تو اس حال میں کہ اقتدار نے تعلیم کو اپنے اہداف و مقاصد سے ہم آہنگ کیا اور اگر زوال آیا تو تعلیم مقاصد و اہداف سے ہم آہنگ نہ تھی۔

مسلمان خواہ کسی خطے میں رہتا ہو اس کا مقصد حیات' اس کے عمومی مقاصد و اہداف متعین طور پر معلوم ہیں کہ یہ تعین کسی انسان نے نہیں خود خالق کائنات نے فرمایا ہے اور اس کی توضیح و تشریح کے لئے خود اسی ذات نے سرور دو عالم حضرت محمد ﷺ کو چنا جنہوں نے حکمت و تدبر کے موتی' امت مسلمہ کی جھولی میں ڈالے۔ الحمد للہ

غیر مسلم اقوام خصوصاً یہود و نصاریٰ جو اسلام کے ابدی دشمن ہیں آغاز سے ہی اس کوشش میں مصروف دیکھے گئے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے حقیقی اہداف و مقاصد سے دور رکھا جائے اور تعلیم کا ہتھیار استعمال کیا جائے۔ یہ بات کسی طرح بھی محض تہمت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ان کی منصوبہ بندی کا صرف ایک جزء ملاحظہ فرمائیے!

"غیر یہود کے تعلیمی نظام کو ہمیں یوں مرتب کرنا ہے کہ اس نظام کی بدولت وہ کبھی عملی زندگی میں کسی قطعی فیصلہ پر نہ پہنچ سکیں" (پروٹوکولز۔11:5)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باون سال کی تاریخ اور دوسرے مبینہ اسلامی ممالک (فی الواقعہ مسلم ممالک) کا جائزہ لے لیجئے ان کے نظام تعلیم میں ان کا اپنا کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ ہے وہ غیر ملکی آقاؤں کا عطا کردہ ہے اور اس کے ثمرات کسی ذی شعور سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر انگیز خط کا جواب

عزیزہ محترمہ رازیہ صلاح الدین صاحبہ!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

صحت وعافیت اور سلامتی ایمان کے لئے دعائیں۔

اکتوبر کے ''تکبیر ٹائمز'' میں آپ کا خط میں نے توجہ سے پڑھا۔ اگرچہ اس کا جواب بظاہر مدیر ''تکبیر ٹائمز'' کی ذمہ داری ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے مخاطب نہ صرف ''تکبیر ٹائمز'' کے قاری ہیں بلکہ اس ملک کا ہر باشعور شہری ہے آپ نے جو کھری کھری سنائیں ہیں وہ بہت سے انسانوں کی آواز ہے۔

بیٹی اگرچہ بقول آپ کے آپ سال اول کی طالبہ ہیں مگر آپ کا شعور اور شعور کا ساتھ دینے والا قلم بے شمار پی ایچ ڈی والوں سے بہت آگے ہے۔ الحمد للہ۔ میں ان والدین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جن کے گھر میں آپ جیسی صاحب بصیرت اور نڈر بیٹی ہے۔ ثم الحمد للہ۔

آپ کے اٹھائے گئے نقاط پر مدیر ''تکبیر ٹائمز'' روشنی ڈالیں گے میں صرف آپ کو ''سٹیج پر ہونے والے ڈرامے کے ہدایت کاروں'' سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ بش ہو یا بلیئر اور مشرف یہ سب تو اس نادیدہ قوت کی پتلیاں ہیں' جن کو وہ جس طرح چاہتا ہے نچاتا ہے۔

عالمی شطرنج کی بساط بچھی ہوئی ہے جس کے ایک طرف شاطر یہودی کھلاڑی ہے تو دوسری طرف غیر یہود اقوامِ عالم ہیں۔ ذہین وشاطر یہودی بیک وقت سب کو شہ مات نہیں دے سکتا تھا اس لئے اس نے سب سے پہلے عیسائیت کو زیر کیا اور پھر بقیہ غیر مسلم اقوام کو جیسے آج کل اسرائیل امریکہ کی سرپرستی میں بھارت سے گہرے تعلقات بنا رہا ہے کہ دونوں کا مشترکہ دشمن پاکستان ہے۔ اب ہر سمت سے فارغ ہو کر یہودی' عیسائیت کی آڑ لئے ملتِ مسلمہ کے خلاف صف آرا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کو تاراج کرنے کی خاطر اس نے مسلم ممالک میں بے شمار محاذوں پر عرصہ دراز سے کام شروع کر رکھا ہے۔ کام کا انداز سائنٹیفک اور دھیما ہے اور ان محاذوں پر حقیقی منصوبہ

سازان کے اپنے ہیں تو عملدرآمد کرنے کرانے والے مقامی بے ضمیر میر جعفر و صادق کی اولاد ہیں۔

ان مختلف محاذوں میں تحریک حقوق و آزادیٔ نسواں ہے' بہبودِ آبادی ہے' تعلیمی نصاب کی اصلاح ہے' ایوڈین ملا نمک اور لگاتار پولیو کے قطرے ہیں' ریڈیو اور ٹی وی کے ''خصوصی'' پروگرام (نوجوان لڑکے لڑکیوں کا ہیجان انگیز ڈانس' ڈرامے اور ڈراموں میں ذومعنی مکالمے' ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات میں ماڈل گرلز کے لباس و انداز اور جملے' اشک شوئی کے لئے قرآنی تعلیمات) اخبارات کے خصوصی ہفتہ وار ایڈیشنوں میں عورت کی نمائش (تذلیل) غلیظ اور فحش اشتہارات' ادب کے نام پر بے ادبی سے بھرپور ڈائجسٹوں کی بھرمار۔ این جی او مافیا کی سرپرستی اور اس مافیا کی دین بے زاری کا سرکاری سطح پر تحفظ۔ زرعی اور صنعتی شعبے میں حقیقی منصوبہ بندی کا فقدان' ملکی سطح پر غیر پیداواری قرضوں کے لئے ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف وغیرہ کے قدموں پر سر رکھنا' وغیرہ سب کفر کے محاذ ہیں جہاں وہ بتدریج بڑھتے آخری صلیبی جنگ کا سامان کئے پہلے افغانستان پر قہر بن کر ٹوٹا تو پھر عراق پر جبکہ شام' ایران اور پاکستان ''فرینڈلی فائر'' کا اگلا ٹارگٹ ہیں۔

موجودہ دور کے مسلم ممالک میں سے صرف پاکستان ہے جو ایٹمی قوت بھی ہے اور جس کی مسلح افواج میں دشمن سے نبرد آزما ہونے کی سکت تھی۔ مکار دشمن نے تدریج کے ساتھ' منصوبہ بندی سے وہ سکت چھین لینے کے لئے یہاں برسوں زیر زمین رہتے محنت کی ہے اور اس محنت کا ثمر اس وقت اس کی جھولی میں پکے پھل کی طرح گرا جب محض ایک فون کال پر بیڈ پر ''اٹن شن'' کھڑے ہو کر یس سر یس سر کہتے صدر پرویز مشرف نے مسلمہ عالمی غنڈے' دہشت و وحشت و بربریت کی علامت بش کو اس کی توقع سے بڑھ کر مدد و حمایت کا یقین دلایا کہ

یہ نادان گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

بیٹی: آپ کا ''اشتعال میں آنا'' درست ہے کہ ہر محب وطن اور اسلام دوست کے دل و دماغ پر امارات اسلامی افغانستان پر امریکی جارحیت کے لئے پاکستان کی حکومت کی مدد بجلی بن کر گری تھی مگر بقول مشرف اس نے ہر فیصلہ ''پاکستان کے مفاد میں'' کیا مثلاً۔

ا) امریکہ کو اڈے دینا' طالبان کی جاسوسی کرنا' افغان سفیر کو امریکہ کے حوالے کرنا۔

ب) محب وطن ایٹمی سائنس دانوں اور شہریوں کو امریکی کتوں کے آگے ڈالنا کہ وہ بھنبھوڑیں۔

ج) افغانستان سے ملتی اڑھائی ہزار کلومیٹر سرحد کو غیر محفوظ بنایا (کہ پہلے طالبان اس کے محافظ

تھے)۔

رازیہ بی بی! کس کس فیصلے کا ماتم کریں یہاں تو آوے کا آوا ہی خراب ہے۔ حُبّ الوطنی کے مظاہر خال خال نظر آئیں گے۔ ہر شخص حال مست ہے یا مال مست ہے۔ متحدہ مجلس عمل نے آج 56 سال گزار کر انگڑائی لی ہے اور مکار دشمن اس کی خبر لینے کے لئے صبح دوپہر شام مصروف عمل ہیں۔

کوئی آواز اٹھانے والا نہیں جو حقوقِ نسواں کی علمبرداروں سے پوچھے کہ آؤ ہمیں بتاؤ کہ اسلام نے تمہارا کونسا حق مارا ہے کونسی آزادی سلب کی ہے؟ اقلیتوں کو کونسا حق نہیں دیا؟ اکثریت کے ملک میں اسلام کو گالیاں بکنے والی' اسلام کو جھوٹا مذہب قرار دینے والی اقلیت یہاں عیش کر رہی ہے۔

ہم مسلمان بھی ہیں اور خاندانی منصوبہ بندی' ٹی وی کی فحاشی' اخبارات کے واہیات ایڈیشن' سب کچھ حلال کئے بیٹھے ہیں۔ مسلمانوں کی جاسوسی کرنے اور ان پر حملہ کرنے کیلئے کفر کو سہولت بہم پہنچانے کو ہم پاکستان کا مفاد قرار دیتے ذرہ بھر شرم و حیا محسوس نہیں کرتے۔

بیٹی! دل کانپ اٹھتا ہے دماغ ماؤف ہو جاتا ہے کہ افغانستان اور عراق میں فاقہ زدہ انسان اور بچے پاپی پیٹ کے لئے عیسائی بن رہے ہیں۔ بچے جوان ممالک سے لے جائے گئے وہ عیسائی بن کر جوان ہونگے۔ کل حشر میں جب ان کو جہنم میں داخل کرنے کا فیصلہ ہوگا تو اگر انہوں نے صدر مشرف' جمالی کے دامن کے ساتھ ہمارا دامن بھی پکڑ لیا تو ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا ہم اپنی خاموشی کے سبب برابر کے مجرم تو نہیں ہوں گے کہ ہم مشرف اور جمالی کا ہاتھ نہ پکڑ سکے تھے۔

رازیہ بی بی! اللہ تعالیٰ آپ کے کرب کو قلم کے ذریعے قرطاس پر پھیل کر سوئی ہوئی قوم کو جگانے کا موثر ذریعہ بنا دے' آپ کی صلاحیتوں اور عفت و عصمت کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

میں آپ کی مثبت سوچ کی عظمت کو سلام کرتے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

اللہ نگہبان

دعاگو

عبدالرشید ارشد

(جوہر آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

08-04-2004

نصف صدی کے انحطاط کا روڈ میپ!

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے متعلق قلیل اقلیت کو چھوڑ کر' اکثریت کا ایمان ہے کہ یہ نظریاتی مملکت خالصتاً عطیہ الٰہی ہے جو نزول قرآن کے مہینے رمضان المبارک کی ستائیسویں کو ہمارا مقدر ٹھہری۔ انتہائی بابرکت مہینے کی انتہائی بابرکت رات کو خالق و مالک نے ہمیں آزادی کے انعام سے نوازا تھا 1947ء سے 2004ء تک ہم نے 57 سال گذار لیے ہیں مگر شاید ایک روز بھی آزادی کے فیوض سے فیضیاب نہ ہوئے اگر آزادی کا مطلب خودشناسی ہے۔ اگر آزادی کا مطلب بابر بہ عیش کوش ہے تو شاید آزادی ''انجوائے'' کرنے والا کوئی دوسرا ہمارے مقابلے پر نہ آ سکے گا۔

نظریاتی مملکت کے حوالے سے صرف دو ہی ریاستوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ایک اسرائیل ہے تو دوسرا پاکستان ہے۔ اسرائیل 1948ء میں معرض وجود میں آیا جو چند لاکھ نفوس پر مشتمل یہودی نظریاتی ریاست ہے۔ پاکستان اسرائیل کے مقابلے میں کئی گنا بڑا اور کئی گنا زیادہ آبادی رکھنے والا ہر لحاظ سے معدنی' زرعی اور صنعتی وسائل سے مالا مال ملک تھا۔ اسرائیل طے شدہ مغضوب قوم تھی اور مسلمان طے شدہ محبوب قوم مگر دونوں کا خالق و مالک عادل ہونے کے ناتے نہ متعصب ہے نہ جانبدار بلکہ اس کا ہر فیصلہ میرٹ پر طے ہے فیورٹزم پر نہیں ہے۔

چہیتی قوم آزادی کے نشہ سے سرشار مادر پدر آزاد ہو گئی ہر شعبہ زندگی میں اپنے حقیقی آقا کی فراہم کردہ مدلل اور قابل عمل راہنمائی سے انحراف کرتے ہوئے زمانے کی دوڑ میں حصہ لینے پر فخر محسوس کرنے لگی اور اس دوڑ میں پیچھے مڑ کر دیکھنا اپنی توہین سمجھا اور یہ بھول گئی کہ یہ شاہراہ انحطاط ہے۔ ہر قوم کا اپنے قومی تقاضوں سے ہم آہنگ روڈ میپ ہے غیر مسلم آفاقی روڈ میپ کے قائل نہیں ہیں اور نہ خالق کو اس کی پروا ہے کہ ان کی دنیا یہی ہے جس میں انہیں سب کچھ دیا جاتا ہے اس کے برعکس مسلمان کہلوانے والوں کا روڈ میپ ہے۔ اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا بھی ہے جو حقیقی اور ابدی ہے۔

عملی زندگی میں آزادی کے فیوض سے متمتع ہوتے' معاش و معیشت' زراعت و صنعت' سماج و

معاشرہ اور دین واخلاق کی تمام اعلیٰ اقدار کو بروئے کار لاتے اس دنیا کو سکھ سکون اور خوشحال بنانا تھا تو دوسری طرف انہی اقدار کے سہارے ابدی زندگی کا سرمایہ بھی اکٹھا کرنا تھا۔ مگر عملاً ہوا یہ کہ نہ تو ہم اس دنیا کے لئے ڈھب کی چیز فراہم کر سکے اور نہ ہی ابدی مسرتوں کے کسی سرمائے کی گارنٹی ہمارا مقدر بن سکی۔ ہم نے غیروں کے روڈ میپ میں سب کچھ تلاش کرنا چاہا اور یوں ''نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم''۔ 57 سالہ تاریخ نے ہماری جھولی میں یہی کچھ ڈالا ہے۔

غیر مسلموں کی غلامی کا طوق بڑے طمطراق کے ساتھ ہم نے اپنے گلے کی زینت بنایا۔ ہم نے کبھی برطانیہ کی دوستی پر فخر کیا تو کبھی امریکہ کی دوستی پر کبھی روس کی طرف جھکے تو کبھی فرانس کو مونس و غمخوار جانا۔ چائنا ہمارا آزمایا ہوا دوست ثابت ہوا۔ غرض ہم مرغ بادنما کی طرح اپنے شام وسحر گذارتے ستاون کی سیڑھی پر بزعمِ خویش پہنچ گئے۔ مگر جب کسی نے محاسبہ کیا تو معلوم ہوا کہ بجائے بلندی پر پہنچنے کے ہم تو 57 سیڑھیاں نیچے پھسل چکے ہیں کہ ہر طرح کے وسائل سے مالا مال بہترین افرادی قوت رکھنے والا ملک کھربوں ڈالر کے قرضوں میں جکڑا ہوا کراہ رہا ہے۔

نصف صدی میں ہماری کوئی ایسی پالیسی سامنے نہ آسکی جس پر سیاسی یا فوجی قیادت فخر کر سکے۔ ہر دور کے بیوروکریٹ حکمرانوں کو اعداد وشمار کے گورکھ دھندوں میں الجھا کر ہر سو دودھ کی بہتی نہریں دکھانے میں کامیاب رہے۔ عملاً یہی کچھ دیکھا گیا کہ ہر حکمران کو اعداد وشمار سے ترقی کا سبز باغ دکھایا گیا اور جب اس کا سورج غروب ہوا تو انہی بیوروکریٹس نے نئے آنے والوں کو پہلے گذرے حکمرانوں کی منفی کارگذاری سے آگاہ کرنا فرضِ منصبی جانا۔ اعداد وشمار ہی کے ذریعے ماضی کے ہر کام میں کیڑے ڈالے اور ساتھ ہی نئے حکمران کو ہندسوں کی اونچی سیڑھی پر بٹھا کر ''نجات دھندہ'' بنا دیا۔

یہ کھیل 57 سال سے قوم دیکھتی چلی آرہی ہے اور آفرین ہے قوم کے صبر واستقامت کا کہ سمت بدلنے کی خاطر کوئی انگڑائی' کوئی محنت' آج تک سامنے نہ آسکی۔ وہی میکالے کا عطا کردہ نظامِ تعلیم' وہی بنیئے والا سودی نظامِ معاش ومعیشت' وہی رشوت واقربا پروری' غرض کوئی ایک پہلو بھی تو ایسا نہیں جس پر فخر کیا جاسکے۔ ہوسِ زر اور خود غرضی کو عروج ملا۔ اس کے نتیجے میں بے حسی' بے ہمتی اور بے غیرتی قوم کا مقدر بنی۔

بظاہر تو یہ ایک لطیفہ ہے مگر عملاً حقیقت سے بہت قریب ہے' کہتے ہیں کسی تعلیمی ادارے کے سالانہ معائنہ کے دوران معائنہ افسر نے ایک جماعت سے سوال پوچھا کہ دنیا کا سب سے مضبوط ملک

کونسا ہے؟ بچوں کے ہاتھ بلند ہوئے۔ ایک بچہ جس کا ہاتھ سب سے زیادہ بلند اور تیزی سے لہرا رہا تھا' اس سے جواب پوچھا تو اس نے کہا پاکستان' معائنہ افسر کو بڑا تعجب ہوا۔ لڑکے نے یہ کہہ کر تعجب دور کر دیا کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ ہر کسی نے پاکستان کو ہڈی کی طرح چچوڑا یہ پھر بھی قائم ہے۔ کیا یہ امر واقع نہیں کہ آغاز کی چند شخصیات کو چھوڑ کر ہر حکمران اور اس کے حواریوں نے دونوں ہاتھوں سے پاکستان کو لوٹا مگر یہ اب بھی محفوظ ہے قائم ہے انشاء اللہ قائم رہے گا۔

انحطاط کا روڈ میپ 1948ء میں کشمیر پر ہمارے روّیے سے شروع ہوا تھا۔ تاشقند میں جو کسر رہ گئی تھی وہ 1971ء میں 90ہزار فوجیوں کے ذلت آمیز انداز میں ہتھیار ڈالنے پر پوری ہوگئی۔ **انتم الاعلون ان کنتم مومنین** (تم ہی غالب ہوگے بشرطیکہ ایمان تمہارا سرمایہ ہوا) پر ایمان رکھنے والے ہر شعبہ زندگی میں' ہر دور میں مغلوب دیکھے گئے اور مسلّمہ مغضوب کے غالب رہنے پر 57 سال کا ایک ایک دن گواہ ہے۔ کونسا دن تھا جب ہم قوموں کی برادری میں سر اٹھا کر چلے۔

نہ مقصد نہ منزل نہ سمت سفر ☆ سفر کا یہ انداز انمول ہے
جہاں سے چلے تھے وہیں آ گئے ☆ بھلا کیوں نہ آتے زمین گول ہے

ماضی کو دفن رہنے دیجئے حال ہی کی کسوٹی پر سب کچھ پرکھ لیجئے۔ خالق کائنات جو اپنی ہر طرح کی مسلم غیر مسلم مخلوق کے رویوں سے بخوبی آگاہ ہے کہ خالق ہونے کے ناتے یہ اس کا حق ہے وہ اپنی توحید اور اپنے نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان کا اقرار کرنے والوں کو عملی زندگی کے حوادث سے عہدہ برا ہونے کی لئے مخلصانہ ہدایات سے نوازتے حکم دے رہا ہے کہ **واعدوا لھم مستعطتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون** کہ (جنگ ایک حادثہ ہے جو دوسرے حادثات کی طرح کسی وقت بھی بھڑک سکتی ہے) جنگ کی تیاری پوری شد و مد سے کرو۔ گویا امن فارمولا Peace Through Power ہے۔

مذکورہ ہدایات کے برعکس آج کے فوجی حکمران اور ان کے سیاسی نائبین یہ راگ الاپتے نہیں تھکتے کہ ہم Minimum Detrance کم سے کم فوجی دفاعی صلاحیت برقرار رکھیں گے (تا کہ خطے میں امن کی ضمانت مل سکے) ''من چہ می سرائم وطنبورۃ من چہ می سراید'' (میں کیا راگ الاپتا ہوں اور میرا ساز کونسی سر نکالتا ہے) کے مصداق خالق کائنات بھی اپنے نانجاروں کے لئے سوچتا تو ہوگا کہ میں کیا حکم دے رہا ہوں اور یہ عقلِ کل بنے کس سمت بھاگ رہے ہیں۔ شعور سے یا غیر شعوری طور پر کراچی

کا مسافر پشاور کی گاڑی میں بیٹھ کر ساری زندگی کراچی نہیں پہنچ سکتا نہ ہی یہ مسافر عقلمند کہلائیگا۔

امریکہ' برطانیہ' بھارت' اسرائیل اور روس قیام پاکستان سے آج تک ایک روز کے لئے بھی پاکستان کے خیر خواہ نہ تھے۔ ہر کسی کو مستحکم پاکستان میں اپنی موت اور عدم استحکام کا شکار پاکستان ''زندگی کی نوید مسرت نظر آتا تھا مگر پاکستان کے حکمران خود شناسی اور دشمن شناسی سے ہمیشہ ہی کورے رہے۔ بالاتفاق ہر دور کے حکمران نے بصیرت کو تین طلاق دیئے رکھنا ضروری سمجھا حالانکہ ہر دور کے دردمند توجہ دلاتے رہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

☆ البتہ یہاں ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں۔ 1969 میں جب میں یونیسکو کے ایگزیکٹو بورڈ کا ممبر تھا تو ایک صاحب سے میرے نہات اچھے مراسم ہو گئے جو مشرقی یورپ کے باشندے تھے اور روس کی پالیسیوں اور حکمت عملی سے بڑی حد تک واقف تھے۔

ایک روز باتوں باتوں میں انہوں نے کہا ''اگرچہ روس اور امریکہ ایک دوسرے کے حریف ہیں لیکن بعض امور میں اپنے اپنے مفادات کی خاطر دونوں کی پالیسیاں اور رویے ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ مثلاً؟ میں نے پوچھا ''مثلاً پاکستان'' وہ بولے میری درخواست پر انہوں نے یہ وضاحت کی:۔

''یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ پاکستان کی مسلح افواج کا شمار دنیا بھر کی اعلیٰ افواج میں ہوتا ہے۔ یہ حقیقت روس کو پسند ہے اور نہ امریکہ کو۔ روس کی نظر افغانستان پر ہے اور بحرہ عرب پر بھی۔ اس کے علاوہ روس کو بھارت کی خوشنودی حاصل کرنا بھی مرغوب خاطر ہے۔ ان تینوں مقاصد کے راستے میں جو چیز حائل ہے وہ پاکستان کی فوج ہے۔ امریکہ کا مقصد مختلف ہے امریکہ کی اصلی اور بنیادی وفاداری اسرائیل کے ساتھ ہے۔ یہ بھی سب جانتے ہیں کہ اگر کسی وقت اسلامی سطح پر جہاد کا فتویٰ جاری ہو گیا تو پاکستان ہی وہ ملک ہے جہاں کی مسلح افواج اور اس کی آبادی کسی مزید حکم کا انتظار کئے بغیر جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر ایک دم بہ سوئے اسرائیل اٹھ کھڑی ہوگی۔ عالم اسلام میں اپنی تمام کامیاب

ریشہ دوانیوں کے باوجود امریکہ یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔ اس کے علاوہ روس کی مانند امریکہ بھی بھارت کی خیر سگالی اور تعلق خوشنودی حاصل کرنے اور بڑھانے کا خواہشمند ہے۔ پاکستان کی مسلح افواج روس' امریکہ اور بھارت کی آنکھ میں برابر کھٹکتی ہیں اس لئے تمہاری فوج کو نکما اور کمزور کرنا تینوں کا مشترکہ نصیب العین ہیں۔ لیکن وہ اس مشترکہ نصب العین کو کیسے پورا کر سکتے ہیں؟ میں نے پوچھا۔

''وہ ہنس کر بولے ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ ہر کوئی اپنا اپنا طریقہ کار وضع کرنے میں آزاد ہے۔ بدی اور شر کو بروئے کار لانے کے لئے ہزاروں راستے کھل جاتے ہیں۔ تیسری دنیا کے چھوٹے ممالک میں ایک طریقہ جو نمایاں کامیابی سے آزامایا جارہا ہے یہ ہے کہ وہاں کی مسلح افواج کو طویل عرصہ تک سول حکومت کے امور میں الجھایا جائے''

☆ یہ گفتگو اس زمانے کی ہے جب روس نے ابھی افغانستان پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ (شہاب نامہ صفحہ ۱۱۵۱' ۱۱۵۲)

مذکورہ طویل اقتباس 1969ء کی گفتگو کا خلاصہ ہے جو ماضی کے ایک محب وطن بیوروکریٹ کی آپ بیتی شہاب نامہ سے لیا گیا ہے اسے ایک بار پھر توجہ سے پڑھ لیجئے۔ اپنی مسلح افواج کی 1965ء کی کارکردگی کا 1971ء سے موازنہ کر لیجئے اور 1971ء کے بعد آج تک کا موازنہ کرنے سے قبل اوپر بیان کردہ حقیقت کی کسوٹی پر مسلح افواج کا سول کی سڑکیں بنانا۔ گھوسٹ سکول تلاش کرنا' ''واپڈا کی کرپشن'' کا قلع قمع کرنا اور موٹروے پر کاپی پنسل لئے آنے جانے والی گاڑیوں کی ''گنتی'' کرنا یا بعض علاقوں میں FWO کا سیم ختم کرنا یا بھل صفائی میں مصروف ہونا دیکھ لیجئے۔

فوج کو سول کام سونپنے کا مشورہ یقیناً ان ضمیر فروشوں' ملت فروشوں کا ہی ہوگا جو مذکورہ منصوبہ سازوں کی کٹھ پتلیاں ہیں۔

مشرقی یورپ کے اس دانشور کی بصیرت افروز رائے کہ تائید امریکی نژاد یہودی ملٹری ایکسپرٹ نے بھی کی ہے:۔

* "The Pakistan Army carries great love for the Prophet Muhammad and this is what

strengthen the bonds between Pakistan and the Arabs and this is really a grave danger to the "World Zionism" and a stumbling blockage to the expansion of Israil.

Therefore it is essential for the Jews that they should destroy the love for the Prohet Muhammad by all means."* (Prof: Hertz Report page 215)

مسلح افواج کے انحطاط کا روڈ میپ آج وانا کی سنگلاخ چٹانوں کا رخ کیئے ہوئے ہے جہاں قبائیلیوں کی اولاد کو قبائیلیوں کی سرکوبی کے لئے ٹاسک دیا گیا ہے اور فی الواقعہ یہ ٹاسک امریکہ کا ہے صرف حکم دینے والی زبان پاکستانی مسلمانوں کی ہے۔ معذرت کے ساتھ آج ہماری مسلح افواج جس کرب سے گذر رہی ہیں اس کرب کی تہ میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ "رہ گئی رسمِ اذان روحِ بلالی نہ رہی"۔

آج ہم بڑے خلوص سے' بڑی اطاعت سے' امریکہ و بھارت کو کم سے کم جوہری دفاعی صلاحیتMinimum Necular Deterance کا یقین دلاتے ہیں۔ ہمارا ٹی وی صبح دوپہر شام' وزارت خارجہ کا سرکاری ترجمان' وزیر اطلاعات' وزیر اعظم اور فوجی صدر کا یہی راگ الاپتا ہے اور نہیں جانتے کہ اس کمزوری کے نتائج وعواقب کیا ہوسکتے ہیں۔ مگر شاید ان کو ان نتائج سے کوئی غرض نہیں ہے کہ " کاغذ دی بیڑی ملاح کبوتر اس بُڈ وینا اس اڑ وینا" یعنی اگر کاغذ کی کشتی پر کبوتر ملاح ہو تو کوئی غم کی بات نہیں کہ کشتی کے ڈوبتے ہی کبوتر اڑ جائے گا۔ عدم استحکام سے حکمران کو کوئی نقصان نہیں ہے۔ بھارت نے اعلان کیا ہے کہ ہم اپنی افواج میں کمی کے بجائے اسے بڑھائینگے۔

☆ ایٹمی توانائی کا علم بھی دوسرے علوم کی طرح رفتہ رفتہ عام ہو رہا ہے۔ نیوکلر ٹیکنالوجی کے حصول اور استعمال کا انحصار وسائل کی دستیابی پر ہے وسائل کی کمیابی سے تاخیر تو ممکن ہے لیکن تدبیر کی کامیابی سے ہمیشہ کیلئے فرار ناممکن ہے۔ پاکستان میں ایٹمی سائنس کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینا ہماری ہر حکومت کا فرض ہے۔ اس میں معذرت خواہی سے کام لینا ایمان کی

کمزوری کی دلیل ہے۔ روس' امریکہ' بھارت اور اسرائیل ہمارے ایٹمی مراکز کو تباہ کرنے میں یکساں دلچسپی رکھتے ہیں لیکن ہمارا اصلی دفاع یہی ہے کہ ہم نیوکلر اسلحہ جات سے پوری طرح لیس ہوں۔ ''اسلامی بم'' کے طعنوں' دھمکیوں میں آ کر گھٹنے ٹیک دینا ایک مجرمانہ لغزش ہوگی۔ جو ممالک ''اسلامی بم'' پر قدغن لگانے میں پیش پیش ہیں ان سے بعید نہیں کہ وہ کسی وقت اسلامی اعمال کو بھی ممنوع قرار دینے کا نادر شاہی حکم صادر فرما دیں۔ ایسے عناصر کو پائے حقارت سے ٹھکرانے میں ہماری خود اعتمادی اور عزتِ نفس کی بقاء ہے''۔

''حالیہ آثار گواہی دیتے ہیں کہ جلد یا بہ دیر سب سے بڑی اور ممکن ہے آخری جنگ دین کی اساس پر دو تہذیبوں اور تمدنوں کے درمیان لڑی جائے۔ دنیائے اسلام ایک طرف اور باقی تمام غیر مسلم عناصر باہم مل جل کر دوسری جانب۔ اس امکان کو فراموش کرنے یا اس سے نبرد آزما ہونے کی تیاری میں غفلت سے کام لینے میں عالم اسلام کو عموماً اور پاکستان کو خصوصاً سب سے بڑا خطرہ ہے''۔

''اسرائیل کے خلاف ہماری پالیسی عربوں کی خیر سگالی حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اسلام اور فقط اسلام کے ناتے سے ہے یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لئے اس پالیسی میں کسی قسم کی لچک یا کمزوری کو جگہ دینا لاریب اسلام کے ساتھ غداری کے مترادف ہے۔ ایسی حرکت بے برکتی کی آندھیوں کو دعوت دے کر وطن عزیز کے وجود کو خطرات میں مبتلا کر سکتی ہے۔ یہ محض سیاسی حماقت ہی نہیں دینی جرم بھی ہے۔ اسی طرح بھارت کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کی آڑ میں ریڈ کلف لائن کو مدھم ہونے سے بچانا ہر صورت میں لازمی ہے ''بغل میں چھری منہ میں رام رام'' والا محاورہ ایک ابدی اور اٹل حقیقت ہے۔ بھارت کے عزائم اور اعلانات میں ان کے ظاہر و باطن کی تمیز چشم بصیرت' حسن تدبر اور شیوہ مردانگی سے پرکھنا ہمارا اولین فرض ہے۔ اگر یہ تمیز غفلتوں یا مصلحتوں کی نذر ہو گئی تو بربادی' تباہی اور فنا کا اندھا کنواں منہ پھاڑے سامنے کھلا پڑا ہے''۔ (شہاب نامہ صفحہ 1156,57,58)

یہ چشم کشا طویل اقتباسات ہم نے محض زیب داستان کے لئے نقل نہیں کیئے بلکہ صرف اور صرف اس لئے کہ اس آئینے میں ہم اپنے لحہ لحہ پھسلتے قدموں کی تصویر دیکھ لیں۔ مردِ درویش نے انتہائی دردمندی اور دلسوزی سے جو نصیحت' جو وصیت کی تھی اس کی روشنی میں ہم یہ دیکھ سکیں کہ آج اسلامی

جمہوریہ پاکستان کی فوجی و سیاسی بصیرت سے یکسر عاری قیادت کہاں کھڑی ہے۔ حالات پر مفصل روشنی ڈال کر صاحب بصیرت بیوروکریٹ نے اپنی بات ان الفاظ پر ختم کی تھی:

☆ ''ہمیں حب الوطنی کا جذبہ نہیں بلکہ جنوں درکار ہے۔ جذبہ تو محض حنوط شدہ لاش کی مانند دل کے تابوت میں منجمد رہ سکتا ہے۔ جنوں جوشِ جہاد اور شوق شہادت سے خون گرماتا ہے اس میں پاکستان کی سلامتی اور مستقبل کا راز پوشیدہ ہے'' (شہاب نامہ صفحہ 1158)

عطا اسلاف کا جذب دروں کر ☆ شریک زمرۂ لایحزنوں کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں ! ☆ مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

آج ہم جہاں کھڑے ہیں وہاں جنوں کا نام' جہاد و شہادت کا نام' مذہبی انتہا پسندی ہے' دہشت گردی ہے اور اسے ختم کرنے کا ہم نے ''تہیہ'' کر رکھا ہے کہ یہ اُن کا حکم ہے جنہیں قدرت اللہ شہاب اسلام اور پاکستان کے دشمن بتا چکا ہے اور اس آئینے میں ان دشمنوں کی انتہائی واضح تصاویر قوم کا بچہ بچہ دیکھ چکا ہے۔ اور جو بدقسمتی سے نظر نہیں آئیں تو پرویز مشرف اور اس کی ٹیم کے ارکان کو کہ ہر ایک کے چہرے پر امریکی چشمہ سجا ہے۔ وزیر اعظم دوقومی نظریہ گہرا دفن کرنے کے درپہ ہیں' وزیر اعلیٰ پنجاب کے DNA ٹسٹ بھارت کے سکھوں سے ملتے ہیں۔

انحطاط کے روڈ میپ میں ہماری لحہ لحہ پسپائی کی ویڈیو فلم بنی ہے۔ مسجد و مدرسہ سے شروع ہو کر سکولوں اور کالجوں کے نصاب میں اس پسپائی کے شواہد موجود ہیں۔ نظامِ تعلیم کو قرآن و سنت کے رنگ میں رنگ کر تعمیر ملک و ملت کے تقاضے پورے کرنے کی بجائے ہم نے نظام تعلیم کو ہی اپنی امنگوں سے ہم آہنگ بنالیا ہے ہماری صحت پالیسیاں ہوں یا معاش و معیشت اور سماج و معاشرہ کی' ہم اپنی اقدار سے لحہ لحہ قدم قدم دستبردار ہوتے آج اندھے گڑھے کے کنارے اگی بوسیدہ وگھاس پکڑے موت و حیات کی کیفیت میں مبتلا ہیں کہ نہ جانے کب گھاس ہاتھ سے چھوٹ جائے اور ہم پاتال میں پڑے جسم پر لگی چوٹیں سہلائیں۔ ہم نے زندہ قوم' باشعور ملت' ہونے کا ثبوت ہی فراہم نہ کیا۔

ایک دھمکی کے آگے کیا جھکے کہ اب مسلسل جھکاؤ کے سبب کمر درد کر رہی ہے۔ ایٹمی اثاثے جن پر ہم فخر کرتے نہ تھکتے تھے آج وبال جان بنے ہوئے ہیں۔ محب وطن ایٹمی سائنسدانوں کی پکڑ دھکڑ اور تذلیل کے ہم نے تمام ریکارڈ مات کر دیئے ہیں۔ خود کو مجرم ثابت کر کے ہم بڑے خوش ہوتے ہیں اس کی سب سے ''خوبصورت'' مثال محسن ملت' ایٹم بم کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو اپنے لکھے

اعتراف جرم کو ریڈیو ٹی وی پر پڑھوانا' اسے عالمی سطح پر اپنے ناکردہ گناہوں کے لئے معافی مانگنے پر مجبور کرنا ہے چشم فلک نے اس سے بڑا ''مجرم'' کب دیکھا ہوگا۔

انحطاط میں تسلسل پیدا کرنے والے دو عناصر سرفہرست ہیں ایک نظام تعلیم اور دوسرا میڈیا' پاکستانی اقتدار نے دونوں ہی کی سرپرستی کی۔ دونوں کو ہی ''بام عروج'' تک پہنچایا قوم سراپا احتجاج ہے مگر اقتدار مصر ہے کہ ہم سب کچھ ''پاکستان کے مفاد میں'' کر رہے ہیں۔ نصاب تعلیم اور ٹی وی سے مذہب واخلاق وکردار کی اقدار کا خاتمہ ''قومی مفاد'' میں ہے۔ دوقومی نظریہ پاکستان کے لئے زہر قاتل ہے اس لئے اسے ریڈ کلف لائن کے نیچے دفن کرنا ضروری ہے۔ بھارت اور پاکستان کی ثقافت صدیوں سے جڑواں بہنوں کی طرح تھی جسے بحال کرنے کے لئے بھارتی ''ثقافتی طائفوں کا ورود مسعود'' پاکستانی قوم کی صحت کے لئے ناگزیر ہے۔ رضا کارانہ فوج میں کمی ہماری ''مثالی رواداری'' کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

بھارت کے ساتھ آزاد تجارت اور مشترکہ کرنسی کا فیصلہ نہ صرف یہ کہ ہماری روشن خیالی پر لحہ لحہ روشنی ڈالتا رہے گا بلکہ ہندو تاجروں کے برس' برس کے ''تجارتی تجربے'' سے ہمارے تاجر فیضیاب ہونگے اور پاکستانی معیشت کو ''چار چاند'' لگیں گے جن کی روشنی آٹھ چاندوں سے بھی زیادہ ہوگی۔ کھوکھراپار کا راستہ ہم نے اس لئے بند کیا تھا کہ ہماری لسانی تنظیم کے لوگ یا ایک سیاسی جماعت کے جیالے راسے تربیت لے کر اس راستے آتے جاتے تھے۔ یہ تخریب کاری کا راستہ تھا مگر اب بھارت پھر ہماری محبت میں مرا جا رہا ہے لہذا خیر سگالی کا یہی تقاضا ہے کہ کھوکھراپار' واہگہ' گنڈہ سنگھ والا' مظفر آباد بلکہ ہر اس جگہ پر خیر سگالی کے دروازے کھول دیئے جائیں جہاں جہاں سے سمگلنگ کا مال اہل وطن کو دستیاب ہو سکے اور جہاں جہاں سے را کے ایجنٹ اندر آ کر دھماکے کر کے ملک کے ''مذہبی انتہا پسندوں کی کمین گاہوں تک پہنچنا آسان بنا دیں۔ جب کہ امریکی آقا کی خواہش ہے کہ یہ کام پاکستان امریکی الیکشن سے قبل مکمل کر لے اور وزیراعظم پاکستان ظفر اللہ جمالی کی بش کی کامیابی کے لئے کی جانے والی دعائیں قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ''سہل'' بن جائے۔

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

10-04-2004

سہمے ہوئے شہ باز!

روئے زمین پر شاید کوئی ایک شخص بھی یہ باور کرنے کو تیار نہ ہو کہ شہ باز کبھی سہم سکتا ہے کیونکہ ہر کوئی اس بات پر گواہ ہے کہ شہباز دیکھ کر ہر نوع کا پرندہ سہم جاتا ہے نیرنگئی حالات کہ چشم فلک وہ دن بھی دیکھنے پر مجبور ہوئی کہ شہباز سہما ہوا منقار زیر پر ہے اور زاغ یا دوسرے ڈرپوک پرندے شاہ باز کا گھونسلا تک تہس نہس کر رہے ہیں اور مکمل خاتمے تک کا عزم کئے ہوئے ہیں۔

آپ یقیناً ہماری بات پر عالم حیرت میں ڈوبے انگشت بہ دندان ہونگے کہ یہ ان ہونی ہم کہاں سے ڈھونڈ لائے مگر یہ انہونی نہیں آج ہر بات ممکن ہے اور انہی ممکنات کا ایک پہلو شاہ باز کا سہم جانا بھی ہے ہم آپ کو اسی سہمے ہوئے شاہ باز کی تصویر دکھانا چاہتے ہیں اور ہمیں سوفی صد یقین ہے کہ آپ ہمارے اس انکشاف کو رد نہ کر سکیں گے کیونکہ یہ کھلی حقیقت ہے۔

مسلمان ہر دور میں دوسری اقوام عالم کے مقابلے میں بہادر نڈر تسلیم کیا گیا ہے بدر واحد کے میدان ہوں یا روم و فارس کے اندلس کی وادیاں ہوں یا شرقِ اوسط کے ریگزار' طارق و موسیٰ ہوں یا محمد بن قاسم' محمود غزنوی اور غوری' یہ تاریخ اسلام کے شاہ باز ہی تو تھے۔ پھر سینۂ دھرتی پر ان کے جانشین آئے۔ شاہ بازوں کی نسل سے شہباز پیدا ہوئے۔ کچھ نے عملاً اپنے آپ کو شہباز ثابت بھی کر دکھایا۔

زاغوں کے غول ہر دور میں پرے باندھے اڈے مگر شہباز لمحہ بھر کو نہ گھبرائے کوہ قاف میں امام شاملؒ افریقہ کے صحراؤں میں عمر مختار' مہدی سوڈانی' ترکی میں سلطان عبدالحمید وغیرہ نے زاغوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ ماضی قریب کا شاہ باز شاہ فیصل بھی اپنی دینی و ملی غیرت وحمیت کا پاسبان تھا۔ وہ دھمکیوں سے ڈرایا نہ جا سکا' ڈالروں سے خریدا نہ جا سکا۔ اس سے نجات کے لئے میر جعفر و صادق کی اولاد کا سہارا لیا گیا۔

آج دھرتی پر کندھے سے کندھا جوڑے' اینٹ سے ملی اینٹ کی طرح 57 مسلمان ریاستیں ہیں۔ نہ افرادی قوت کی کمی ہے نہ مالی وسائل کی مگر سب کچھ ہوتے ہوئے ہزاروں میل کی دوری سے

آنے والے زاغوں کے غول سے' ان کے قدوقامت سے 57 کے 57 "شہباز" سہمے ہوئے منقار زیر پر ہیں۔ زاغ ان کے گھر میں تباہی مچا رہے ہیں' ان کے گھونسلے تہس نہس کر رہے ہیں' ان کی نسل ختم کی جا رہی ہے آج کا جلتا کشمیر' عراق' فلسطین اور افغانستان گواہ ہے مگر شہ باز مزید سہم رہے ہیں۔

زاغوں کے ہی فراہم کردہ اعداد و شمار کی رو سے 1900 میں ان کے تصرف میں 20290 ہزار مربع میل رقبہ تھا جبکہ شاہ بازوں کے پاس صرف 3592 ہزار مربعہ میل رقبہ تھا جو 1993 میں الٹ کر زاغوں کے تصرف میں 12711 ہزار مربع میل رہ گیا اور شاہ باز 11054 ہزار مربع میل رقبہ لے اڑے۔ عالمی سطح پر زاغ 1900 میں 39.7% تھے تو شاہ باز صرف 6.8 تھے مگر 1993 میں زاغوں کا گراف گھٹتے 24.2% فی صد پر آ گیا اور شاہ باز 21.1% پر پہنچ گئے۔

زاغوں کی آبادی بقول ان کے 1900 میں 44.3% تھی جو 2010 تک گر کر 11.5 فیصد رہ جائے گی جبکہ شاہ بازوں کی 1900 میں 4.6% سے بڑھ کر 2010 تک 17.9 ہو جائے گی اسی طرح 1950 میں زاغوں کی معیشت 64.1 فیصد تھی تو شاہ باز صرف 2.9 پر ٹھہرے ہوئے تھے مگر 1992 تک زاغوں کا زوال انہیں 48.9 فیصد تک لے آیا اور اس کے برعکس شاہ باز 2.9 سے 11.00 تک ترقی کر گئے۔ آبادی و معیشت میں قابل قدر بڑھوتری کے ساتھ ساتھ افواج کے حوالے سے زاغ 1900 میں 43.7 سے گر کر 1991 میں 21.1 تک آ گئے جبکہ شاہ باز 1900 میں 16.7 سے بڑھ کر 1991 میں 20.00 پر پہنچے۔

زاغوں کے تنزل اور شاہ بازوں کی ترقی دیکھ کر کیا کوئی عقلمند شاہ بازوں کے سہمنے کا کوئی جواز نکال سکتا ہے؟ مگر امر واقع یہی ہے کہ ہر ملک کا شہباز اپنا سر پروں میں چھپائے سہا ہوا ہے کہ نہ جانے کب میرے سر سے "شاہ کا کلاہ" زاغ اتار کر لے جائیں اور میں صرف باز ہی رہ جاؤں۔ ہر ملک کے باز زاغوں کے ہاتھوں پریشان ہیں اور بار بار نظریں اپنے اپنے شہباز کی طرف اٹھتی ہیں مگر کوئی شہباز آنکھ ملا کر زاغوں سے تحفظ کی بات نہیں کرتا اور اگر باز خود آگے بڑھ کر زاغوں کی سرکوبی کرنا چاہتے ہیں تو شاہ باز انہیں روک دیتے ہیں۔

آپ بار بار کے شہباز سے سمجھ ہی گئے ہونگے کہ ان سے ہماری مراد مسلمان حکمران ہیں اور زاغ تو طے شدہ مغرب کے یہود و نصاریٰ ہیں مسلمان ریت کے ذروں کی طرح ہیں اور اپنے گھر میں ہیں۔ بزدل حملہ آور کالے کوسوں کا فاصلہ طے کر کے آئے ہیں۔ سنا تھا کہ اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا

ہے مگر شاید وہ کہاوت کتے تک ہی محدود ہے اس کا اطلاق شاہ بازوں پر نہیں کیا جا سکتا کہ ہر شاہ کے ہاتھ پر شکار کے لیے ایک باز بیٹھا ہے اور شکار کرنے کے شوقین زاغوں کا شکار نہیں کرتے کہ یہ مسلمان کی شریعت میں حرام ہے شان کے خلاف ہے۔

باز کو شاہ باز کا مقام و مرتبہ اس کی خودشناسی کے سبب ملتا ہے۔ آج خودشناسی پر غور کرنے کی کسی کو فرصت نہیں ہے کہ زاغ کی صحبت نے دوسری بہت سی مصروفیات بڑھا دی ہیں۔ آج زاغ مشیر ہیں۔ زاغ دوست ہیں' زاغ ہی راہبر و راہنما ہیں۔ اور باز ذرا سر اٹھانے لگے تو زاغ ہی دھکانے والے ''سیدھا کرنے'' والے ہیں کیونکہ شاہ باز اپنے خالق کے سیدھے راستے سے منہ موڑ چکا ہے پھر ذلت و رسوائی اس کا مقدر کیوں نہ ٹھہرے' پھر پشیمانی میں وہ سہنے پر کیوں مجبور نہ ہو؟ اسی لئے آج ''زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن'' ہم عملاً دیکھ رہے ہیں۔

شہبازوں کے سہنے کے حوالے سے ایک عملی مثال آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ یہ 1975 کا واقعہ ہے کہ سلطنت اومان کے گرمائی دارالخلافہ صلالہ میں فری میسنز نے فیملی بک شاپ کے نام سے ایک بہت بڑی دکان بنائی ایسی ہی ایک دکان مسقط میں بھی کھولی گئی سلطان قابوس سے قبل ان کے والد سلطان سعید کے دور میں خصوصیت کے ساتھ سلطنت کے اسلامی تشخص پر توجہ دی جاتی تھی جو سلطان قابوس کے دور میں ڈھیلی پڑ گئی۔

ایک روز راقم السطور فیملی بک شاپ گیا تو سجائی گئی کتب دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہاں عربی زبان میں بائیبل کے علاوہ انگریزی زبان میں بالتصویر اسلام کے متعلق ایسے کتابچے تھے جن میں کھلے الفاظ اور تصاویر سے اسلام کو مسخ کیا گیا تھا گھر میں 21 دن میں شراب تیار کرنے پر کتاب موجود تھی۔

غرض چھانٹ کر ایسی کتب لائی گئی تھیں جو اومانیوں کو اسلام سے دور لے جا یں صلالہ میں کوئی عرب مسیحی نہ تھا مگر عربی بائیبل موجود تھی گویا یہ اومانی مسلمانوں کو ارتداد کی طرف لانے کی خوبصورت کوشش تھی۔

راقم نے چند کتب بشمولی عربی بائیبل وہاں سے 28 ریال خرچ کر کے حاصل کیں اور وزارت زراعت میں اپنے ڈائریکٹر سید علی طاہر مقیبل کو ایک ایک کتاب اور نشان زدہ عبارات دکھائیں کہ اس سے تمہاری نسل برباد ہوگی کچھ کرنا چاہیئے علی طاہر مقیبل نے ایک فوجی خطیب کی طرف راہنمائی کر دی اس کے پاس گیا تو اس نے ڈائریکٹر اطلاعات کی طرف جانے کو کہا مگر وہاں بھی چکنے گھڑے کی

کیفیت دیکھنے کو ملی لہذا خاموشی میں ہی عافیت نظر آئی۔

حسن اتفاق کہ یہ باتیں کسی طرح وہاں کے چیف جسٹس تک پہنچ گئیں انہوں نے صلالہ کے گورنر سے کہا تو فیملی بک شاپ سیل ہو گیا مگر اس طرح کہ پچھلا دروازہ کھلا رہا جہاں سے قابل اعتراض مواد نکال لیا گیا سامنے کے دروازہ پر سنتری موجود رہا۔

دو ماہ بعد سلطان قابوس مسقط سے صلالہ آئے تو اگلے ہی روز فیملی بک شاپ کھل گیا اور سبھی قابل اعتراض کتب دوبارہ رکھ دی گئیں۔

یہ اس لئے کہ برطانوی اثر ورسوخ کے سامنے سلطان قابوس کا ٹھہرنا محال تھا اور وہاں موجود برطانوی ہوائی فوج اور پرائیویٹ تعمیراتی کمپنیوں میں فری مسینز کی کثیر تعداد تھی۔

☆ ☆ ☆

کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تو؟
لب کشا ہو جا سرودِ بر بطِ عالم ہے تو؟

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

بے خبر! تو جوہرِ آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

راز اس آتش نوائی کا میرے سینے میں دیکھ
جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم٥

25-05-2003

سارک ممالک کا تعلیمی اشتراک' لمحہ فکریہ!

مسلمہ حقیقت کے طور پر یہ بات ہر ملک کا باشعور شہری تسلیم کرتا ہے کہ افراد ہی سے قوم بنتی ہے' جہاں جیسے افراد ہونگے وہاں ویسی ہی قوم وجود میں آئے گی۔ نصف صدی قبل ہم نے میٹرک کی پوئٹری Poetry میں ایک نظم پڑھی تھی جس کا ابتدائیہ' گزرے دنوں کا گرم سرد بھی ذہین سے محو نہیں کر سکا۔ نظم لکھنے والے کا نام تو یاد نہیں' وہ جو کوئی بھی تھا اقوام عالم کا محسن تھا' خصوصاً ان کا جنھوں نے ان نقوشِ پا پر چل کر منزل پالی۔

Not gold, but only a men can make;

A nation Great and Strong;

Men, who, for truth and honour sake,

Stand fast and suffer long.

☆''سیم و زر نہیں بلکہ افراد ہی کسی قوم وملت کو عظمت و استحکام کا تحفہ دیتے ہیں' افراد جو قومی عزت و وقار اور سچائی کی خاطر قدم مضبوط رکھتے حالات کے تھپیڑوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں'' ☆

افراد حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک اربوں کی تعداد میں پیدا ہوئے' افراد' جو ہمارے گرد و پیش گھومتے پھرتے مختلف مصروفیتوں میں الجھے دیکھے جاتے ہیں کیا یہی افراد ہیں جن کے متعلق مذکورہ شاعر نے اشارہ کیا ہے۔ معمولی عقل و شعور بھی یہ تسلیم نہیں کرتا کہ شاعر کی مراد اس بھیڑ سے ہے۔ یہ ان مخصوص افراد کا ذکر ہے جو ایک الگ پہچان رکھتے ہیں' جن کی اٹھان امتیاز رکھتی ہے' جن کی سوچ' اور جن کی مصروفیت کا اپنا انداز ہوتا ہے۔

افراد کو مخصوص پہچان اور انوکھا امتیاز اور مطلوبہ کردار میں نکھار کہاں سے ملتا ہے؟ اقدار کا سرمایہ کس سرچشمہ کا مرہونِ منت ہوتا ہے؟ اس کردار اور ان اقدار کے ڈانڈے نظریہ حیات اور عقیدہ

سے ملتے ہیں اور تعلیم کردار و اخلاق کی اقدار کو جلا بخشتی ہے' تب وہ افراد تیار ہوتے ہیں جو بقول شاعر قوم وملت کو عظمت و استحکام کا تحفہ دیتے ہیں' جو مضبوط قدموں کے ساتھ مردانہ وار حالات کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔

''سارک'' تنظیم میں اگر چند مسلم ممالک ہیں تو چند غیر مسلم ممالک بھی ہیں۔ مسلم ممالک کے عوام کی تعلیمی ضروریات اور غیر مسلم ممالک کی تعلیمی ضروریات میں نمایاں فرق ہے مثلاً سارک کا رکن بھارت اپنے سیکولر تشخص کا دعویدار ہے اگرچہ عملاً ہے نہیں۔ نیپال اور بھوٹان وغیرہ کا اپنا مذہبی تشخص ہے۔ یوں اگر بھارت کا دعویٰ درست تسلیم کر لیا جائے تو اسے سیکولر نظام چلانے والے سیکولر ذہن سے افراد درکار ہیں۔

نیپال' بھوٹان کو اپنے مخصوص عقائد پر ملکی استحکام مطلوب ہے اور انہیں ایسا نظامِ تعلیم چاہیے جو ان کی یہ ضرورت پوری کر سکے مال دیپ' بنگلہ دیش اور پاکستان جیسے مسلم ممالک کی ضرورت سب سے مختلف ہے کہ ان کا نظامِ تعلیم احکام الٰہی کے تابع ہے۔ غیر مسلم' افراد کی تعلیم و تربیت محدود دینوی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھ کر کرتے ہیں جبکہ اسلام تعلیم کو اس نہج پر ڈھالتا ہے کہ افراد دنیا و آخرت پر نظر رکھتے بنی نوعِ انسان کے لئے نافع ثابت ہوں۔

آگے بڑھنے سے قبل ''سارک تنظیم'' کی حقیقت پر نظر ڈال لینا بھی ضروری ہے جس سے ''تعلیمی اشتراک'' کے پس پردہ محرکات کو سمجھنا آسان ہوگا۔ یہود نے جس طرح عالمی سطح پر غیر محسوس انداز میں بے شمار اپنی ذیلی تنظیموں کا جال پھیلا کر اپنے عالمی اقتدار پر قبضہ کو قریب تر کیا ہے۔ سارک اسی شکاری کا نیا جال ہے کہنے والے فوراً کہہ سکتے ہیں کہ لکھنے والے نے تعصب کا سبز چشمہ لگا رکھا ہے جہاں چہار سو ''ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے''۔ اقتباس دیکھیے۔

☆ ''SAF کے فریب سے بے خبر' محبِ وطن فوجی حکام اور دانشور:

''جیسے کہ میں نے بتایا ہے سارک' ایس اے ایف کی پہلی سٹیج ہے۔ یہ پاکستان میں اپنے پنجے گاڑ چکی ہے۔ اب اگلی سطحوں کی تعمیر شروع ہو رہی ہے بلکہ ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں روزنامہ ''نیشن'' (The Nation) 10 اپریل 2002 میں ایک طویل رپورٹ شائع ہوئی ہے جس کے ابتدائی کلمات اور چند جملے پلان کی تشریح کے لئے کافی ہیں۔

''علاقے میں موجودہ تصادم کی کیفیت کے باوجود سارک ممالک کے وزرائے خزانہ نے اسلام آباد میں 9 اپریل کے اجلاس میں باہمی معاشی اور اقتصادی تعاون بڑھانے کے لئے ایک ایکشن پلان کی منظوری دی ہے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ جنوبی ایشیاء معاہدہ برائے ترجیحی تجارت (South Asia Preferential Trade Agrement) SAPTA پر جلد عملدرآمد شروع کر دیا جائے اور پھر تیزی سے (South Asia Free Trade Agrement) SAFTA کی طرف قدم بڑھائے جائینگے۔ وزیر خزانہ شوکت عزیز نے بتایا کہ جنرل پرویز مشرف نے اظہار کیا ہے کہ دوسرے علاقائی ممالک کے ساتھ پاکستان کی تجارت بڑھانے کے لئے راستے کی رکاوٹوں کو ختم کیا جائے۔ انڈیا کے پلاننگ کمشن کے چیئرمین شری کے سی پنت نے کہا ہے کہ ''ساپٹا'' اور ''سافٹا'' کے تحت تجارت بڑھانے کے لئے پرویز مشرف کی کال ابتدائی نقطہ ہے'' ☆ (عالمی طاغوتی کھیل صفحہ 64/65 کموڈور (ر) طارق مجید)

بات کی تہہ تک پہنچنے کے لئے آپ کو طویل اقتباسات میں سے گذرنا ہوگا۔ دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:-

☆ صیہونی منصوبے بہت ہیں اور سب پر پہلے سے ہی کام ہو رہا ہے۔ ہر منصوبے میں کئی سکیمیں اور ترکیبیں ہوتی ہیں' جنہیں حالات اور اہداف کے ردِعمل کے مطابق بروئے عمل لایا جاتا ہے...... زائنسٹ انٹرنیشنل جیوری' عالمی صیہونی ٹولی جو کچھ کر رہی ہے اور کرنا چاہتی ہے نہائت اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل ہے: (ہم نقطہ 16 اور 17 تک محدود رہینگے)

16) ''یورپی یونین کے ماڈل پر دنیا کے باقی خطوں میں بھی علاقائی فیڈریشنیں (Regional Fedrations) قائم کرنا جو اپنے اپنے خطے کی ننھی ننھی ریاستوں کو نسلی/ لسانی بنیادوں پر آپس میں جوڑ کر بنائی جائینگی۔ فیڈریشن کی حکومت کے ممبران یورپی یونین کے ایگزیکٹو کمیشن کی طرح الیکشن

کے ذریعے نہیں آئینگے بلکہ نامزد ہونگے اور یہودی ہونگے ہر فیڈریشن کی ایک کرنسی ہوگی' ایک تعلیمی نظام ہوگا' ایک پارلیمنٹ ہوگی' ایک فوج ہوگی۔ امور ریاست کی تمام پالسیاں' خارجہ' ڈیفنس' داخلہ' معاشی اور قانونی وغیرہ فیڈریشن کی حکومت بنائیگی۔ فیڈرل حکومت اور ننھی ننھی ریاستوں کی لوکل حکومتوں میں قیادت اور فیصلہ سازی کے عہدوں پر زیادہ تر عورتیں ہونگی۔ فیڈریشن پہلی سٹیج سے کامیاب نکل کر دوسری سٹیج میں داخل ہو رہی ہے مثلاً ASEAN آسیان میں ایک کرنسی کی بات شروع ہوچکی ہے''

17) ''انڈیا اور پاکستان میں آخری جنگ کروا کے اور 1971 کی طرح صیہونی اشتراک کی پوری پشت پناہی سے' انڈیا کو جیت دلوانا' پاکستان کو ایٹمی طاقت سے محروم یعنی De-nuclearise کرنا' پھر پاکستان کو پوری طرح SAARC سارک میں دھکیل کر اس تنظیم کو مکمل اور فعال شکل میں جنوبی ایشیا کی علاقائی فیڈریشن یعنی ساؤتھ ایشین فیڈریشن SAF بنانا۔...... محب وطن پاکستانی ملک کے حکام سے پوچھ سکتے ہیں کہ پاکستان کی سلیمت' سلامتی اور آزادی (نظریاتی تشخص' ارشد) کے تحفظ کا دعویٰ کیا معنی رکھتا ہے جب حکومت SAF کا نظریہ قبول کر چکی ہے؟ اور سوال بھی اٹھا ہے۔ کیا سب کے سب فوجی قائدین بھی ساؤتھ ایشین فیڈریشن میں پنہاں فتنے سے غافل ہیں؟......''☆

(عالمی طاغوتی کھیل 42-43' کموڈر (ر) طارق مجید)

اسلامی جمہوریہ پاکستان دوسری مسلم مملکتوں سے اپنی تشکیل کے اعتبار سے یکسر مختلف مملکت ہے کہ 27 رمضان المبارک کو 1947ء میں یہ خالصتاً قرآن وسنت پر مبنی نظریہ لے کر معرض وجود میں آئی تھی لہذا اس مملکت کے مستقبل کی امین نسل کی اٹھان اسی نظریہ پر ہونا لازم ہے۔ قرآن وسنت کی بنیاد پر تیار قوم اپنے ملک کے نظریہ کی بقاء' اس کے استحکام اور اس کے حقیقی وقار کی ضامن ہوسکتی ہے۔ سارک کے ایجنڈا پر یقیناً ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔

تعلیم جن علوم کے لئے ہے ان میں زبان دانی مثلاً اردو' انگریزی' ہندی' ملاوی وغیرہ ہیں' حساب' سوشل سٹڈیز' تاریخ' جغرافیہ' سائنس کیمیا و فزکس ہے' میڈیکل' انجینئرنگ اور کمپیوٹر ہے۔ ورلڈ

بنک اور IMF کے قرض کے زور پر اب جنسی تعلیم ابتدا سے نصاب میں گھسائی جا رہی ہے اس ''مشترکہ تعلیم'' کے بعد ہر ملک کی اپنی ضرورت مذہب وعقیدہ کی تعلیم ہے اور ہر ملک کا اپنا اپنا انداز ہے اگرچہ امریکہ اس پر بھی اثر انداز ہونے کی فکر میں ہے۔

مذکورہ علوم اگرچہ ہر ملک کی ضرورت ہیں اور بظاہر ان کی مشترکہ ترویج میں کوئی حرج نہیں مگر ایک نظریاتی مملکت میں ان کی تعلیم وتعلم کی ضرورت مختلف ہے انداز مختلف ہے۔ سارک ممالک کے اساتذہ یا ماہرینِ تعلیم' اپنے اپنے شعبہ میں تخصص کے باوجود' نظریاتی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت سے کوسوں دور ہیں۔ وہ حساب پڑھاتے وقت سود' نفع نقصان کے سوالات دنیوی انداز میں پڑھاتے ہیں کہ یہی ان کی ضرورت ہے۔ اسلام کے نظریہ پر استوار مملکت کا استاد چونکہ اپنے شاگرد کو مسلمان تاجر' مسلمان آجر واجیر' مسلمان ڈاکٹر' مسلمان انجینئر وسائنسدان' مسلمان معلم وسیاستدان بنانا چاہتا ہے تاکہ کل امور مملکت بنیادی نظریہ پر استوار ہوں' اس لئے وہ ہر علم کی تعلیم دیتے وقت اپنی بات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین سے شروع کرتا ہے اور ایسے ہی فرامین پر ختم بھی کرتا ہے کیونکہ جس علم کا وہ امین ہے قرآن وسنت اس کی بنیاد ہے۔

حساب میں نفع ونقصان کا سوال سمجھاتے' جس میں بالعموم لکھا ہوتا ہے کہ گوالے نے 10 کلو دودھ میں 2 کلو پانی ملا کر 12 روپے کلو فروخت کیا' بتاؤ اسے پانی ملانے کے سبب کتنا منافع ہوا' مسلمان معلم اپنی کلاس کو سمجھائے گا کہ دودھ میں پانی ملانا گناہ ہے۔ گوالے نے 2 کلو پانی ملا کر جو 24 روپے کمائے' حرام تھے اور 10 کلو دودھ کے 120 حلال روپوؤں میں -/24 روپے حرام ملا کر 120 روپے کو بھی حرام بنا لیا۔ یہ نفع کے بجائے نقصان ہے۔

مسلمان معلم سائنس میں آکسیجن گیس یا دیگر گیسوں کا سبق پڑھاتے اپنی بات کا آغاز اللہ تعالیٰ کے خالقِ کائنات اور قادرِ مطلق ہونے سے کرے گا مثلاً یوں کہ ''تخلیقِ کائنات کے وقت سب سے پہلے پانی تھا اور بچو تم جانتے ہو کہ پانی دو گیسوں کا مجموعہ ہی تو ہے یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن۔ پانی کے فارمولا H_2O کا موجد خود خالق ہے۔ پھر اپنی مخلوق کے سانس لینے کے لئے تازہ ہوا' یعنی آکسیجن کی ضرورت پوری کرنے کے لئے سبز پتوں کی لیبارٹریاں بنائیں۔ درخت وغیرہ سبز پتوں سے سورج کی روشنی میں آکسیجن بنا کر ہر جاندار کی ضرورت پوری کرتے ہیں اور سورج غروب ہوتے ہی درختوں کی یہی لیبارٹریاں اپنے لئے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس پیدا کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

سارک ممالک کی اکثریت بذریعہ IMF، اپنے نصاب میں ابتدائی کلاسوں سے جنسی تعلیم کو قبول کر لیگی مگر کسی اسلامی نظریاتی مملکت کے لئے اسے قبول کرنا مشکل ہے کیوں کہ یہ ہادیٔ برحق، نبی رحمت ﷺ کے فرمان ''الحیاء من الایمان'' حیا ایمان کا خاصہ ہے، کے خلاف ہے۔ بچے ہوں یا بڑے جنسی تعلیم شرم وحیاء کی ضد ہے۔ مغرب حیا سے عاری ہونے کی سزا بھگت رہا ہے اور اب وہ مشرق کی ''دم کاٹ کر'' یکسانیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر جنسی تعلیم کے داعیوں کی پیدائش تک، کسی مدرسہ میں جنسی تعلیم کے بغیر، اولاد بطریق احسن جنم لیتی رہی ہے۔ شرم وحیاء کی چادر اوڑھے یہ مخصوص علم سینہ بہ سینہ مردوزن میں منتقل ہوتا آیا ہے۔ جنسی تعلیم کے داعی اگر جرأت کر کے اپنے والدین سے سوال کریں کہ انہوں نے یہ مخصوص تعلیم کس مدرسہ اور یونیورسٹی سے حاصل کی تھی تو ان کی تشفی ہو جائے گی۔ یہود اس علم سے شرم وحیا چھین لینا چاہتے ہیں۔

سارک ممالک تعلیمی مسابقت کی غرض سے مخلوط تعلیم کو مزید ''ترقی'' دینے پر اشتراک کر سکتے ہیں مگر کسی اسلامی نظریاتی ریاست کے لئے اسے قبول کرنا اپنے اساسی نظریہ کی نفی کرنا ہے۔ انسان کا تخلیق کنندہ اپنی تخلیق کی نفسیات سے، ہر کسی سے زیادہ باخبر ہے۔ اس باخبر ہستی نے مردوزن کے اختلاط کو حرام قرار دیا بلکہ اس ضمن میں آخری محکم و مدلل کتاب میں تفصیلی احکامات دیئے اور اس کے رسولؐ نے مزید وضاحتیں کیں۔

قرآن سے دلیل پر تو فنڈامینٹلزم Fundamentalism کا لیبل لگ جاتا ہے جو ہمارے بعض احباب کو پسند نہیں ہے لہذا ہم ان سفید چمڑی والے آقاؤں کے ایک سیانے کی تحقیق سے اپنی بات کی تائید آپ کے سامنے رکھتے ہیں، اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

> ☆ ''انسانیت کی پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی اس قسم کی نہیں ملتی کہ کوئی ایسی سوسائٹی تمدن کی بلندی تک پہنچ گئی ہو جس کی لڑکیوں کی پرورش اور تربیت ایسے ماحول میں ہوئی ہو جس میں مردوزن مخلوط رہے ہوں۔ تاریخ عالم میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملے گی کہ وہ قوم اپنی تمدنی بلندی کو قائم رکھ سکی ہو۔ اس کے برعکس صرف وہی اقوام تہذیب کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ سکیں جنہوں نے مخلوط میل جول پر پابندی عائد کی''

''کوئی گروہ کیسے ہی جغرافیائی ماحول میں رہتا ہو اس کی تمدنی سطح بلند ہوگئی تھی یا گرگئی تھی' اس بات کا انحصار صرف ان حالات پر ہے کہ اس نے اپنے ماضی اور حال میں مردوزن کے میل جول کے لئے کس قسم کے ضوابط مرتب اور نافذ کر رکھے تھے''

''اگر کسی قوم کی تاریخ آپ دیکھیں کہ کس وقت اس کی تمدنی سطح بلند تھی یا پست' تحقیق سے معلوم ہوگا کہ اس قوم نے اپنے مردوزن کے تعلقات میں کیا تبدیلی کی تھی جس کے نتیجہ میں اس کی تمدنی سطح بلند تھی یا پست'' ☆ ("Sex and Culture" Page,240, Dr. J.D Unwin, Professer C-University)

مذکورہ اقتباس کی روشنی میں ماضی بعید اور ماضی قریب سے صرف ایک ایک مثال بات کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ ماضی بعید میں قرآن وسنت کی ہدایات پر مردوزن کے عدم اختلاط کا حامل خلافت راشدہ کے دور کا مثالی معاشرہ جس نے اَوجِ ثریا کو چھوا' تاریخ آج تک اس جیسا مثالی معاشرہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ماضی قریب میں برطانوی معاشرہ ہے جو دیکھتے دیکھتے سمٹتا سمٹتا شرق سے غرب میں آ گیا۔

اوپر بیان کردہ وضاحتوں کے بعد آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ سارک ممالک میں تعلیمی اشتراک کا منصوبہ پاکستان میں کیا گل کھلا سکتا ہے۔ منصوبہ ساز کس شوگر کوٹڈ انداز میں اسلامی جمہوریہ پاکستان اور سارک تنظیم میں شامل دوسرے مسلم ممالک کے عوام سے شرم وحیاء' مذہبی' معاشرتی اخلاق وکردار کی حامل اقدار چھین لینا چاہتے ہیں اور ہمارے ''محب وطن دانشور' ماہرین تعلیم' بڑی صدق دلی سے وزیر تعلیم زبیدہ جلال کے سامنے سرتسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ نے بڑے دکھ سے فرمایا تھا کہ (علامہ کے ملا وفقیہا کہ جگہ اب ''ماہرین اور وزرا'' لگا لیجئے کہ آج کا مُلاّ الحمدللہ سب کچھ سمجھ رہا ہے)

آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہا — وحدت افکار کی' بے وحدتِ کردار ہے خام

اور پھر زمانے کی دوڑ کے ساتھ دوڑتی تعلیم کے لئے مزید فرمایا:

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم — کیا خبر تھی کی چلا آئیگا الحاد بھی ساتھ

علامہؒ کے دور کا الحاد کس معیار کا تھا آج الحاد کس معیار کا ہے، کسی بالغ النظر سے اوجھل نہیں ہے۔ اس الحاد نے علامہؒ کو مغموم کر دیا تھا مگر ہمارا حوصلہ کہ آج کے الحاد پر ہم رنجیدہ ہونے کے بجائے اسے بڑھ کر گلے لگانا چاہتے ہیں اور جسے ہم اپنی کامیابی کی ضمانت اور ماڈرن ہونے کی علامت سمجھتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ:-

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلائے ہیں سائے ہم نے

☆ ☆ ☆

اک لُردِ فرنگی نے کہا اپنے پسر سے
منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر!

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اِسے پھیر

تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالیہ ہو تو مٹی کا ہے ڈھیر

(اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

02-05-2004

''جدید'' نصاب کے لئے مرتب SDPI رپورٹ پر ایک نظر

اسلامی جمہوریہ پاکستان کو قوموں کی برادری میں اعلیٰ وارفع مقام دلانے کی خاطر یہ ضروری تھا کہ تعمیر وطن میں بنیادی کردار ادا کرنے والی تعلیم کو جدید خطوط پر نسلِ نو کے لئے قابلِ قبول بنایا جائے۔ ''روشن خیال اور اعتدال پسند'' پاکستان Englightend and Moderate Pakistan کی بنیادی ضرورت تھی کہ اس کے نصابِ تعلیم سے ''فرسودہ'' اور ''غیر حقیقت پسندانہ'' مواد نکال کر اس کی جگہ جدید اور حقیقت پر مبنی مواد شامل کیا جائے جس پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔

تازہ ترین حقائق ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ پاکستان کے پکے اور کھرے دوست کی خواہش بھی یہی تھی کیونکہ بقول اس کے پرانا نصاب بنیاد پرستی کو ہوا دے کر دہشت گرد پیدا کرتا ہے اور اس دہشت گردی سے عالمی امن کو سخت خطرات درپیش ہیں۔ پاکستان سے دہشت گردی ایکسپورٹ ہوتی ہے جو عالمی سطح پر ممنوع ہے۔ پاکستان کی اسلام دوست قیادت نے ''دوستوں کی رائے'' کا وزن محسوس کرتے اور احترام ملحوظ رکھتے فوراً ایک کمیٹی تشکیل دی جو ماضی کی خامیاں تلاش کر کے اصلاح کے مشورے دے۔

چنانچہ بطور ایک اہم پراجیکٹ "A Civil Society Initiavite in Curricula and Textbooks Reform" ایک ادارے کے سپرد کر دیا گیا۔ اس رپورٹ کو مرتب کرنے والے اے ایچ نیر اور احمد سلیم ہیں جن کی معاونت اقبال احمد فاؤنڈیشن نے کی ہے۔ ہمارے علم کی حد تک مرتب کنندگان اسلام اور نظریہ پاکستان کے حوالے سے متنازع شخصیات ہیں۔

رپورٹ کا آغاز 'سمری' سے ہوتا ہے اور یہی اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اور یہی ان حضرات کو ہمارے متنازع قرار دینے کا ثبوت بھی فراہم کرتی ہے۔ رپورٹ کے مرتبین نے انتہائی ''عرق ریزی'' سے پرانے نصاب کا جائزہ لینے کے بعد جن خامیوں کی نشاندہی کی ہے ''واقعتاً'' وہ بنیاد پرستی کی

جڑ اور دہشت گردی کو ''جنم'' دینے والی ہیں۔ نصف صدی تک انہیں نظر انداز کیا جاتا رہا۔ رپورٹ میں 7 قابل اعتراض نکات بیان کئے گئے ہیں۔

☆ تاریخ کے حقیقی واقعات میں (غیر مصدقہ واقعات سے) تحریف سے سچائی کو مسخ کیا گیا ہے۔

☆ قومی سطح پر موجود مذہبی اختلاف کے شعور کا فقدان ہے۔

☆ جنگ جوئی اور تشدد کی ترغیب خصوصاً جہاد اور شہادت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

☆ شہریوں خصوصاً خواتین اور اقلیتوں کے سلسلے میں نفرت پیدا کرنے والے تعصب کا پایا جانا بلکہ حوصلہ افزائی کا پس منظر۔

☆ جنگ اور طاقت کے استعمال کی حوصلہ افزائی کا پہلو نکلتا ہے۔

☆ طلباء میں ''ناقدانہ جذبہ خودشناسی'' پیدا کرنے والے حالات و واقعات کا فقدان ہے۔

☆ طلباء کے حصول تعلیم میں رکاوٹ کا سبب غیر مربوط علم التعلیم ہے جس سے نشوونما، دلچسپی اور بصیرت کی نمو نہ ہو سکے۔

ماضی کے ماہرینِ تعلیم کے مرتب کردہ نصاب کے حوالے سے یہ فرد جرم عائد کی گئی ہے۔ ہر ''جرم'' بلاشبہ ''وزنی'' ہے اور ناقابل معافی بھی ہے۔ مرتبین نے اپنے مذکورہ نقاط کی وضاحت میں بطور مثال ''ٹھوس دلائل'' بھی دیئے ہیں۔ سمری سے دو اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

☆" The books on Social Studies systematically misrepresent events that have happend over the last several decades of Pakistan's history, including those which are within living memory of many people.☆

☆"The history is narrated with distortions and omissions. The causes, effects and responsibility for key events are presented so as to leave a false understanding of our

national experience. A large part of history of this region is also simply omitted, making it difficult to properly interpret events and narrowing the perspective that should be open to students. Worse, the material is presented in a way that encourages the student to marginalise and be hostile towards other groups and people in the region"☆ (page-1)

انگریزی زبان میں یہ طویل اقتباس ہم نے محض تفننِ طبع کے لئے نہیں دیا بلکہ ترجمے میں ''تحریف کے بہتان'' سے بچنے کی خاطر اور اس کیساتھ مدارس میں برسہا برس سے پرانا نصاب پڑھانے والے اساتذہ کرام کے لئے بھی تا کہ وہ دیکھ سکیں کہ رپورٹ مرتب کرنیوالوں نے کس ''جرأت'' کے ساتھ ''زندہ حقیقت'' حکومت کے سامنے رکھ کر' پرانے نصاب کو تبدیل کرنے پر اسے مائل کیا ہے۔ یہ قوم پر ''احسان عظیم'' بھی ہے کہ وہ قدامت کی زنجیر توڑ سکے گی۔

مثال کے طور پر دیئے گئے رپورٹ کے دونوں اقتباسات ایک بار پھر توجہ سے پڑھ لیجئے اور ہم اس شخص کے ممنونِ احسان ہونگے جو یہ بتا سکے کہ سوشل سٹڈیز میں کس Misinterpretation کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پاکستان کی تاریخ کے کس واقعہ کی درست وضاحت نہیں ہو سکی یا تاریخ کے کونسے اسباق Distortions and omissions کا شاہکار ہیں اور طلباء کو False understandings دیتے ہیں۔

مذکورہ طرز کے دلائل اور اعتراضات بدترین علمی بددیانتی کا شاہکار کہے جا سکتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ایسے مواد کی متعلقہ کتب کے حوالے سے نشاندہی کی جاتی تا کہ طلباء اور اساتذہ' سابقہ مرتبینِ نصاب ان غلطیوں پر آ گاہ ہو سکتے اور اصلاح کا عمل سہل ہونے کے ساتھ قابلِ قبول بھی بن جاتا مگر گول مول ''دلائل'' سے سرکار کو بہلانے پھسلانے کی بجائے پھسلا لیا گیا جو امریکی ڈکٹیشن پر پہلے ہی سے پھسلنے پر تیار بیٹھی تھی۔

آیئے کمیٹی کے 7 نقائصِ نصاب پر بات کریں اور دیکھیں کہ کیا حقیقت ہے اور کیا کچھ حقیقت سے بعید ہے۔ یہ کمیٹی کی حب الوطنی کے ثبوت کا تجزیہ بھی ہوگا۔

☆ پہلا نقطہ یہ ''حقیقت'' بیان کرتا ہے کہ ماضی کا نصاب غلط حقائق اور غیر مصدقہ تحریف شدہ مواد کا مجموعہ تھا جو تاریخ کے نام پر طلباء کو پڑھایا جاتا تھا۔ اس نقطے کے ثبوت میں فاضل مرتبین نے کوئی ٹھوس مثال پیش نہیں کی۔ چاہیے یہ تھا کہ نصابی کتب سے اقتباسات پیش کئے جاتے تاکہ ہر کوئی بات کا وزن محسوس کر کے ان کا ہمنوا بن جاتا۔ علمی سطح پر ہمیشہ سے یہی طریقہ قابل ترجیح سمجھا جاتا ہے مگر اسے نظرانداز کیا گیا شعور سے یا بے شعوری سے۔

جدید نصاب میں Inaccuracies of fact and omissions - substantial distortions سے بچتے ہوئے حضرت عمرؓ کے متعلق طلباء و طالبات کو بتایا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ میں ثقافتی حِس بھی تھی جس کی تسکین کے لئے وہ گانا سن لیتے تھے (دہم اردو کا پہلا سبق) ''روایات'' سے اسے ثابت کیا گیا ہے۔

☆ دوسرا نقطہ پہلے سے بھی اہم ہے کہ Insensitivty to the actual existng Religious diversity یعنی قومی سطح پر موجود مذہبی اختلافات سے بے حسی اور بے بہرہ پن۔ دوسرے لفظوں میں مذہبی اختلافات کو نصابِ تعلیم کا جزو بنا کر طلبا و طالبات کے کچے ذہنوں کو مسموم کیا جانا چاہیے تھا تاکہ قومی سطح پر مذہبی رواداری کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے موجودہ نصاب میں Sensitivity to actual existing Religious diversity کا خیال رکھا گیا ہے۔

☆ جنگ جوئی اور تشدد کی ترغیب Incitement to militancy and voilence, including encouragement of Jihad and Shahadat یعنی جہاد اور شہادت کی تعلیم سے نسل تباہ ہو رہی تھی جس کو بچانے کے لئے نصاب سے جہاد اور شہادت کی فضیلت والے اسباق نکالنا ملّی مفاد میں تھا۔ اسی لئے پرویز مشرف کی سرپرستی میں زبیدہ جلال کے ماہرینِ تعلیم نے سورہ توبہ سے توبہ کرتے' اسے نصاب سے نکال باہر کیا۔ اب بنیاد پرستی' تشدد کی ترغیب کا راستہ رک گیا ہے۔

☆ عام شہریوں خصوصاً عورتوں اور اقلیتوں کی دل آزاری' نفرت اور تعصب

Perspective that encourage, prejudice, bigotry and discremnation والے نصاب سے افراد و اقوام خصوصاً اقلیتوں اور خواتین کی دل آزاری ہوتی تھی اور یوں ہر لحہ تہذیبوں کے تصادم کا خطرہ تھا جس سے نئے نصاب میں ''حفاظتی'' تدابیر اختیار کرنا ناگزیر تھا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں خواتین مادر پدر آزادی مانگتے فحبہ گری کو جنسی کارکن کہلوانے' اسقاط کی سہولت حاصل کرنے' حدود آرڈیننس کی تنسیخ جیسے بے تکے مطالبات کریں تو اکثریت کی دل آزاری نہیں ہوتی۔ اقلیتیں اکثریت کے دین کو (Islam- The False Gaspal) اسلام ایک جھوٹا مذہب کہیں تو اکثریت کی دل آزاری کا کوئی پہلو نہیں ہے مگر نصاب میں عورت کے پردہ اور اخلاق و کردار کے حوالے سے اسباق ہوں تو باعثِ دل آزاری ہیں۔ امریکہ و یورپ اسلام اور مسلمان کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے حضرت محمدﷺ کی ہجرت کو فرار اور شراب کی اوروں کے لئے ممانعت اور خود نبی اکرمﷺ کے نبیذ پینے کو شراب نوشی بتائے تو کسی کا دل نہیں دکھتا۔ یورپ و امریکہ کی مسلم ممالک کے لئے اسلام دوستی اور رواداری کے کارناموں کی نئی لکھی جانےوالی تاریخ سے آج ہر کوئی واقف ہے۔

☆ جنگ اور طاقت کے استعمال کی ترغیب A Glorification of War and use of Force کا الزام بھی پرانے نصاب پر آتا ہے رپورٹ میں اس کو کسی ٹھوس مثال سے ثابت نہیں کیا گیا مگر اس کے باوجود یہ الزام ہے۔ اسلام کو جنگجوانہ مذہب آج سے نہیں چودہ سو سال سے ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اسلام تلوار کے زور پر پھیلا' یہ الزام اتنی بار دہرایا گیا کہ خود الزام شرمسار ہے۔ اس پر خوبصورت تبصرہ سکھ راہنما ماسٹر تارا سنگھ کا ہے۔

''ماسٹر تارا سنگھ کہتے ہیں کہ جب میں کسی کی زبان سے یہ لفظ سنتا ہوں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا تو مجھے ہنسی آتی ہے اس نادان کی بات پر۔ مان لیا پہلا مسلمان بزور شمشیر ہوا ہوگا۔ دوسرا تیسرا اور چوتھا بھی تلوار کے زور پر مسلمان ہوا ہوگا۔ مگر جب وہ چار مسلمان اکٹھے ہوئے ہونگے تو چاروں کے اتحاد نے یقیناً محمدﷺ کے جبر کے خلاف بغاوت کی ہوگی یا انہیں کرنی چاہیے تھی مگر تاریخ اس پر خاموش ہے۔ یہی بات اس دعوے کے غلط ثابت کرنے

کے لئے کافی ہے"

☆ پرانا نصاب جس چھٹے الزام کی زد میں آیا وہ یہ ہے کہ طلباء میں ناقدانہ خود شناسی پیدا کرنیوالے حالات واقعات سے نصاب خالی رہا۔ (Omission of concepts, events and material that could encourage critical self awareness and insight among students.) یہ سراسر بہتان ہے کہ پرانے نصاب میں بھی ناقدانہ خودشناسی کی خاطر اسباق تھے گو ذرا دھیمے تھے۔ خود شناسی سے معلوم نہیں مرتبین رپورٹ کیا مراد لیتے ہیں مثلاً اس حوالے سے تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ من عرف نفسہ' فقد عرف ربہ جس نے خودکو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ مگر غالباً یہاں امریکی برطانوی لغت کی روشنی میں دوسری طرح کی پہچان مطلوب ہے۔

امریکہ و یورپ جس پہچان کی بات کرتے ہیں وہ نوعمری میں ناقدانہ جنسی پہچان ہے جس کے لئے نصاب میں خاندانی منصوبہ بندی جیسے بے حیائی سے لتھڑے اسباق پڑھانا مقصود ہے تا کہ خود شناسی سے بچے کنڈوم اور سبز ستارے کی گولیوں سے متعارف ہو جائیں اور یورپی امریکی معیار پر پورے اترنے والے بن جائیں ٹیکسٹ بک بورڈ کی سائنس 7 میں بھی یہ کمی پوری کی گئی ہے اور رہی سہی کسر الیکٹرانک میڈیا پوری کر رہی ہے۔

☆ آخری اعتراض "Outdated and incoherent pedagogical pratices that hinder the development of interest and insight among students." یعنی طلباء کے حصول تعلیم میں رکاوٹ کا سبب غیر مربوط علم التعلیم ہے جس کے سبب طالب علم نشوونما' دلچسپی اور بصیرت کی نمو سے محروم رہتا ہے۔ نشوونما' دلچسپی اور خاص طور پر بصیرت کے لئے جدید نصاب میں عشق لڑانے اور نبھانے کے گر شامل کئے گئے ہیں جس پر "بنیاد پرست" سراپا احتجاج ہیں کہ یہ ترقی پسندی اور روشن خیالی کے دشمن نمبر ایک ہیں۔

ہمیں یہاں ایک دیہاتی کا قصہ یاد آتا ہے جو اپنے پسماندہ گاؤں کو لاہور بنانا چاہ رہا تھا مگر ان دیہاتیوں نے اس کی پٹائی کر دی تھی۔ ہوا یوں کہ وہ کسی کام سے لاہور گیا تو اس نے دیکھا کہ

دیہات میں ''جنگل جانے'' (رفع حاجت کے لئے آبادی سے دور جانے) کے بجائے شہری گلیوں کی نالیوں پر بیٹھے پیشاب کرتے ہیں۔ دو چار روز لاہور کا یہ ماحول دیکھ کر وہ جب واپس گاؤں آیا تو ایک روز گلی میں دیوار کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے بیٹھ گیا ابھی بیٹھا ہی تھا کہ پیچھے سے کسی نے گالیوں کی بوچھاڑ کرتے دو ٹھڑ سے اسے اوندھے منہ آگے گرا دیا اور بے غیرت بے شرم تک کہہ دیا وہ اٹھا دیکھا تو ہمسایہ تھا۔ کہنے لگا اللہ کی قسم میں بے غیرت اور بے شرم یقیناً نہیں میں تو خیر خواہی سے گاؤں کو لاہور بنا رہا تھا۔

ہمارے جدید ماہرین نصاب بے غیرت و بے حیاء نہیں ہیں بلکہ اخلاص نیت کے ساتھ امریکی یورپی سرمائے کی بل بوتے پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کو امریکی یورپی معیار کا ''روشن خیال اعتدال پسند'' Enlightened and moderate Pakistan بنانے کے لئے شب و روز کوشاں ہیں۔ زیر نظر رپورٹ میں جگہ جگہ نصاب میں اسلام اور نظریہ پاکستان کے غلبے کا رونا رویا گیا ہے اور اسے ماضی کے مصنفین کتب کا جرم بتایا گیا ہے۔ مثلاً

☆"The curricula and Text books are in sensitive to the religious diversity of the Pakistan Society..... Thus the entire education is heavily loaded with religious teachings. reflecting in this respect a very narrow view held by a minority among muslims that all the education be essentially that of Islamiat.

The Urdu and Social Studies curricula even ask for all the students to be taught Islamic Religious Practices like NAMAZ and WUZU"☆ (page 1)

جن اقلیتی فرقوں کا نام لے کہ نصابِ تعلیم میں کیڑے ڈالے گئے ہیں ہمارے علم کی حد تک

انہیں آج تک اس طرح کے ''شدید اعتراضات'' پیدا نہیں ہوئے۔ کسی مدرسے اور کالج میں غیر مسلم طلبا و طالبات کو وضو سیکھنے' وضو کرنے یا نماز سیکھنے اور نماز پڑھنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ البتہ یہ مسلمہ حقیقت سبھی کے علم میں ہے کہ مسیحی مشنری تعلیمی اداروں میں معصوم طلبا و طالبات کے سامنے بائیبل پڑھی جاتی ہے' بائبل کے گیت سنائے جاتے ہیں اور اسلام کے خلاف میوزک کی کلاس لگتی ہے۔

اقلیتوں کے غم میں گھلنے والے رپورٹ کے مرتبین نے اس بات پر بھی غور نہیں کیا کہ اکثریتی غیر مسلم مہذب کہلوانے پر اصرار کرنے والے ممالک میں مسلمان کے ایمان کا جزو پردہ نا قابل برداشت ہے۔ جرمنی' فرانس' برطانیہ اور امریکہ میں اسلام کی ترویج کی جو ''حواصلہ افزائی'' ہو رہی ہے وہ کس کی نظر سے اوجھل ہے۔ برطانیہ میں ایسے بار' کلب موجود ہیں جن کا نام MECCA رکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ مقابلہ حسن کرانے والی ایجنسی کا نام بھی ''مکہ'' ہے (راقم الحروف نے اس پر 1975 میں اس وقت کے وزیر اعظم جیمز کیلہن سے تحریری احتجاج کیا تھا) امریکہ میں (Pictorial Quran) بائبل کی طرز پر مصور قرآن طبع ہوا جس میں حضرت آدمؑ اور حوا کو جنت میں برہنہ دکھایا گیا تھا۔ نظریہ پاکستان کی بنیاد' اسلام' کے متعلق رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ وقتی نعرہ تخلیق پاکستان کی ضرورت تھا۔ ملاحظہ فرمایئے:-

> ☆ "The curriculum as well as the books lay an excessive emphasis on the "ideology of Pakistan" which is post independence construction, devised by those political forces which were initially inimical to the creation of Pakistan to sancitify their politics"☆(page ii)

نظریۂ پاکستان کے متعلق ہرزہ سرائی کی جا رہی ہے: قائداعظم مسلم لیگ کی ناک تلے۔ وہ مسلم لیگ جو اپنے آپ کو قائداعظم کے پاکستان کی ٹھیکیدار گردانتی ہے۔ آج معمولی سول جج کی عدالت میں ناگوار بات توہین عدالت بن جاتی ہے مگر اس ملک کی تخلیق کے لئے اپنی جوانی' اپنی صحت اور اپنا مال لٹانے والے قائداعظم کے اخلاق پر زبان درازی کرنیوالوں کی زبان گدی سے کھینچنے والا کوئی نہیں

ہے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ اور دوسرے سیاستدانوں پر اس سے بڑھ کر بہتان اور کیا ہوگا کہ انہوں نے سیاست کو مقدس بنانے کے لئے اسمیں اسلام کا نام استعمال کیا تھا اس وقت ایک ہی پولیٹیکل فورس مسلم لیگ تھی جس پر یہ بہتان ہے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ کے متعلق اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے وقتی مصلحت کے لئے سیاست چمکانے کی خاطر اسلام کا نام Expliot کیا تھا۔ قائداعظمؒ نے بار بار پاکستان کے لئے اسلام اور دوقومی نظریئے کو دہرایا تھا۔ آج قائداعظم کے باڈی گارڈ ہونے کے اعزاز پر فخر کرنے والا میر ظفر اللہ جمالی دوقومی نظریئے کے بخیے ادھیڑ رہا تھا تو اس کی مقرر کردہ نصاب کمیٹی قائداعظمؒ کے اخلاص وایمان پر کیچڑ اچھال رہی ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کے مستقبل کے حوالے سے قائداعظم محمد علی جناحؒ کے چند فرمودات ملاحظہ فرمائیے۔

☆''اس قوم کو ایک جداگانہ گھر کی ضرورت ہے۔ ان دس کروڑ مسلمانوں کو جو اپنی تمدنی' معاشرتی صلاحیتوں کو اسلامی خطوط پر ترقی دینا چاہتے ہیں ایک اسلامی ریاست کی ضرورت ہے''☆ (حیات قائداعظم' سردار محمد عزیز خان صفحہ 226)

☆''مسلمان غلامی کو خدا کا عذاب سمجھتا ہے۔ مسلمان اور غلام دو متضاد چیزیں ہیں۔ ایک آزاد اسلامی سلطنت کے بغیر اسلام کا تصور ہی باطل ہے۔ مسلمان کے نزدیک صحیح آزادی کا تصور یہ ہے کہ وہ ایسی اسلامی حکومت معرض وجود میں لائے جو قرآن کریم کے ضابطۂ خداوندی کی متشکل ہو...... مسلمان کے نزدیک ہر وہ نظام باطل ہے جو کسی انسان کا وضع کردہ ہو کیونکہ اس کے پاس ایک محکم دستور ہے جو اس کی ہر موقع اور ہر زمانے میں رہنمائی کرسکتا ہے''☆ (بحوالہ مذکورہ صفحہ 252)

☆'' (قائداعظم سے سوال) مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں؟

جواب۔''جب میں انگریزی زبان میں مذہب Religion کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور محاورات کے مطابق لامحالہ میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی

نسبت اور رابطہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں ہے۔ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب (قرآن حکیم) کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات درج ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی' سیاسی ہو یا معاشی' غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو قرانی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔ قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور طریق کار نہ صرف مسلمان کے لئے بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لئے بھی حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر کا تصور ناممکن ہے'' ☆(اگست 1941 میں مسلمان نوجوانوں کی حیدر آباد دکن میں سوال و جواب کی نشست۔ حیات قائداعظم از چودھری سردار محمد خان عزیز صفحہ 225)

دو قومی نظریہ آج مسلم لیگ کے وزیراعظم کو فرسودہ نعرہ اور ماضی کا قصہ نظر آتا ہے۔ تخلیق پاکستان کی بنیاد' اس نظریہ پر قائد کا فرمان دیکھیے:۔

☆''پاکستان کی بنیاد فی الحقیقت اس وقت پڑ چکی تھی جب اس برصغیر کے پہلے غیر مسلم نے اسلام قبول کیا تھا'' ☆(سالانہ اجلاس 1940 میں قائد کا خطاب)

زیر نظر رپورٹ کے مندرجات اور قائداعظمؒ کے فرمودات کا بغور جائزہ لیجئے تو بے ساختہ یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ پاکستان کا نمک کھا کر' پاکستان میں عزت و وقار حاصل کر کے اسی پاکستان کی نظریاتی بنیادوں پر کلہاڑا چلانے والے وطن کے غدار ہیں میر جعفر و صادق کی باقیات ہیں اور انہیں برداشت کرنے والے یقیناً بے حس و بے حمیت ہیں کہ اے ایچ نیر' احمد سلیم اور ان کا گروہ ایک عرصہ سے اسلام کے خلاف حیلوں بہانوں سے ہرزہ سرائی کر رہا ہے اور کوئی نوٹس لینے والا نہیں ہے۔۔ ہم نے مذکورہ سطور میں صرف ابتدا میں دی گئی سمری کا جائزہ لیا ہے۔ بمشیت اللہ تعالیٰ رپورٹ کے بقیہ حصوں کا تجزیہ بھی کریں گے۔

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

08-02-2004

نظام تعلیم پر اسماعیلیوں کے قبضہ کیلئے امریکی امداد لمحہ فکریہ!

قوموں کے عروج وزوال اور بناؤ بگاڑ میں علم کی حیثیت، علم کا عمل دخل مسلمہ امر ہے، وہ علم جو اس قوم کے نظریہ حیات سے مطابقت رکھتا ہو۔ خالق کائنات نے اپنی مخلوق میں سے مرکزی کردار کی حامل (King pin) نوع انسانی کو اشرف المخلوقات قرار دیتے اسے، اس کے جدِ امجد حضرت آدمؑ کے ذریعے پہلا تحفہ ہی علم کا دیا اور پھر گذرتے زمانے کے ساتھ کم وبیش سوا لاکھ انبیاء ورسل کے ذریعے کتب وصحف کے ذریعے اپنے چشمہء فیض سے نوازا۔ خالق کے علم سے بڑھ کر کوئی بڑا احسان نہ تھا۔

آزاد مرضی ومنشاء دے کر کارگہہ حیات میں امتحان وآزمائش کیلئے بھیجے گئے انسان نے ہر دور میں خالق کے ودیعت کردہ علم میں اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے ملاوٹ کی اور اس فتنہ سے کوئی دور خالی نہ رہا یہ فتنہ ہر دوسرے فتنے سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا جہاں اور جب اس نے موقعہ پایا۔ نبی اکرم ﷺ کے ذریعے خالق نے ماضی کی ساری کثافتوں کو دھو کر اعلیٰ وارفع معاشرہ کی تشکیل کیلئے قرآن حکیم کا پیغام پھیلایا اور اس ربانی علم نے قابل رشک معاشرہ قائم کر کے دکھا بھی دیا۔

ابلیس کو یہ کب گوارا تھا اس نے اپنے ڈھب کے علم دشمن تلاش کر لئے اور پھر ماضی کے ساڑھے چودہ سو سال گواہ ہیں کہ علم کے بازار میں بے علمی کس کس روپ میں گمراہی کے اہداف لئے آتی رہی، کبھی دھتکاری گئی تو کبھی سینے سے لگائی گئی۔ متحدہ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے میکالے اور مسیحی مشنری ادارے ''قوم کی تقدیر'' بدلنے کیلئے ''جدید نظام تعلیم'' لائے اور قوم کی تقدیر تو نہ بدلی البتہ قوم بدل گئی کہ میکالے کی قوم کے اہداف کی تکمیل کیلئے بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ مصروف عمل دیکھی گئی۔

سرکاری سکولوں میں اور ان سے بڑھ کر مشنری سکولوں میں جو تعلیم طلبہ وطالبات کا مقدر بنتی رہی اس نے میٹھے زہر کی طرح بتدریج مسلمان قوم سے اسلامی اخلاق وکردار کا سرمایہ چھین لیا۔ معاشرے سے تعلیمی، مذہبی، سیاسی اور معاشی اقدار کا سرمایہ بھی چھین لیا۔ 1947ء میں اسلامی جمہوریہ

پاکستان کی صورت میں خالق کا تحفہ ہمارا مقدر بنا کہ اس مملکت خداداد کی بنیاد قرآن وسنت کی تعلیمیات ہوں گی مگر گزرے ہوئے 57 سال گواہ ہیں کہ یہاں علم اور تعلیم میکالے کی ذریت اور مشنریوں کے قبضہ قدرت میں ہی رہی۔

گنتی کے پرائیویٹ تعلیمی ادارے بڑے دعوؤں کے ساتھ میدان میں آئے مگر اکثریت نے نصاب وہی پڑھایا اور نصاب پڑھانے والے بھی ویسے ہی رہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے تعلیم منڈی کے مال کی طرح نیلام چڑھ گئی۔ فالکن ہاؤس' بیکن ہاؤس' انگلش میڈیم' فلاں میڈیم اور اس سے آگے ایک قدم ''اسلام کی طرف بڑھاتے'' حرا پبلک' زید بن ثابت پبلک' دارارقم پبلک اور نہ جانے کن کن ناموں سے تعلیم فروش میدان میں اترے کہ علم وتعلیم نے سر پیٹنا شروع کیا۔ گنتی کے تعلیمی ادارے یہ ثابت کر سکے کہ وہ علم کے حقیقی وارث ہیں۔

ترویج علم حکومت کے فرائض کا بنیادی جزو ہے مگر آغاز سے آج تک بلا مبالغہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مقاصد سے ہم آہنگ تعلیم کیلئے کسی نے نہ سوچا نہ منصوبہ بندی کی۔ ہر دور کی بدلتی قیادت اپنی اپنی مرضی کے تجربات میں مصروف رہی۔ کسی نے امریکی ٹون ٹاورز اور دیگر فلک بوس عمارتوں کو ترقی سمجھا تو امریکی طرز تعلیم من کو بھا گیا۔ کوئی روس چلا گیا تو کریملن کا نظام تعلیم متعارف کرانے کیلئے پہلے کی بساط لپیٹ کر مطمئن ہوگیا۔ ہر طرح کا تجربہ اس ''تجربہ گاہ'' میں ہوا مگر اس بات پر ہر حکومت کو ''شرح صدر نصیب رہا'' کہ اسلام کی بنیاد پر تعلیم قوم کیلئے مہلک ہے۔

گزشتہ کئی ماہ سے سنا جا رہا تھا کہ نئے تجربے کے طور پر تعلیمی ادارے این جی اوز کے سپرد کئے جا رہے ہیں۔ این جی اوز جو مالدار بھی ہوں' روشن خیال اور ماڈریٹ بھی۔ ظاہر ہے کہ ملکی این جی اوز چونکہ ''بنیاد پرست ہیں اور معاشرہ کو ترقی تک لے جانے'' اہم کام ان کے بس کا نہیں ہے لہذا یہ ملک میں رجسٹرڈ ہونے اور غیر ملکی سرمائے پر پلنے والی این جی اوز ہی ہوسکتی ہیں جو حکومت کے ''اعلیٰ وارفع'' مقاصد کی تکمیل کریں۔ یہ منصوبہ حتمی فیصلوں کی منزل طے کر رہا تھا کہ اس دوران ایک اور نیا فیصلہ سامنے آ گیا۔

> ☆ ''امریکہ آغا خان یونیورسٹی کو 450 لاکھ ڈالر دے گا۔ معتبر ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ امریکی حکومت نے پاکستان کی معیشت پر آئی ایم ایف ورلڈ بنک کے ذریعے قبضہ جمانے کے بعد پاکستانی تعلیمی نظام کو بھی اپنے کنٹرول

میں لینے کیلئے اقدام شروع کر دیئے ہیں۔اس سلسلہ میں امریکی حکومت اور آغا خان یونیورسٹی کے درمیان ایک معاہدہ 13 اگست 2003ء کو طے پایا تھا۔ پاکستان میں تعینات امریکی سفیر نینسی پاول اور آغا خان یونیورسٹی کے نمائندے شمس قاسم لاکھانے اس معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ انکشاف کے مطابق پاکستان کی وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال اور سندھ کے وزیر تعلیم عرفان اللہ مروت بھی اس موقعہ پر بطور گواہ موجود تھے۔ معاہدہ کے مطابق آغا خان یونیورسٹی ملک بھر کے 33 تعلیمی بورڈز کا نظام اپنے ماتحت چلائے گی جس کیلئے پاکستانی حکومت بھی راضی ہو گئی ہے۔ ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ معاہدے کے مطابق تعلیمی بورڈز کا نظام سنبھالنے کیلئے امریکی حکومت آغا خان یونیورسٹی کو 450 لاکھ ڈالر کی امداد فراہم کرے گی جس کے ذریعے آغا خان یونیورسٹی ایک ''پرائیویٹ تعلیمی بورڈ'' تشکیل دے گی جو پاکستانی حکومت کی جانب سے میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے 33 بورڈز کے انتظامات سنبھالے گی۔'' (ہفت روزہ ضرب مومن کراچی 6 تا 12 فروری 2004)

''مذکورہ تفصیلی خبر میں کسی جگہ قاری کیلئے کوئی ابہام نہیں ہے۔آغا خان یونیورسٹی' اسماعیلی فرقے کا ادارہ ہے اور اس فرقہ کے موجودہ روحانی پیشوا پرنس کریم آغا خان ہیں جن کی زندگی کے شب و روز امریکہ و یورپ میں گزرتے ہیں اور جو ہر سال ایک آدھ مرتبہ مخصوص مقاصد کیلئے چند روز پاکستان خصوصاً شمالی علاقہ جات کا دورہ کرتے ہیں۔شمالی علاقہ جات میں ان کی این جی او آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کے تحت اسماعیلی فکر کی ترویج کے ساتھ شمالی علاقہ جات اور داخان کی پٹی میں اسماعیلی ریاست کیلئے کوشاں ہے۔ان کا ہر پروگرام اس متعین اصول کی روشنی میں پرکھیئے' اسرائیل کی طرز پر وہ برملا اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ:-

☆ ''ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام تربیتی پروگرام ان مقاصد اور اہداف کے ساتھ منسلک ہوں جو اس ادارے یا تنظیم نے طے کر رکھے ہوں''

☆(اخبار سہ ماہی صفحہ 6) یہ سہ ماہی اخبار آغا خان فاؤنڈیشن کے پراجیکٹ ریسورس سنٹر کا ترجمان ہے' آغا خان فاؤنڈیشن کے اہداف کس نظر سے اوجھل

ہیں۔

ملک کے تعلیمی نظام پر آغا خان یونیورسٹی کے کنٹرول سے کیا اثرات مرتب ہوں گے یہ جاننے کیلئے یونیورسٹی کے بانیوں اور فعال کارکنوں کے عقائد اور معاشرے میں ان کے مقام کو جاننا ضروری ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آغا خانی ہیں کون؟ اس کا جواب مستند حوالوں سے ہمیں یوں ملتا ہے:۔

☆ ''حضرت امام جعفر صادق کے متبعین دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ کا یہ خیال تھا کہ ایک مرتبہ کی ہوئی نص واپس نہیں ہوتی لہذا اگرچہ حضرت اسماعیل کا انتقال باپ کی زندگی میں ہو گیا ہے تو چونکہ نص باپ سے بیٹے پر منتقل ہوتی ہے اس لئے ساتواں امام حضرت اسماعیل کے بیٹے محمد کو ہونا چاہیے۔ اس دلیل کے بعد انہوں نے حضرت اسماعیل کے بیٹے محمد کو امام تسلیم کر لیا۔ یوں یہ لوگ اسماعیلی کہلائے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں اسماعیلی و نزاری دو حصوں میں بٹ گئے۔ 19 ویں صدی عیسوی میں اس سلسلہ کے امام حسن علی خان المعروف آغا خان اول 1842 عیسوی میں افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان آئے' ان کا حلقہ اثر بمبئی و نواحی علاقوں میں رہا۔ آج کل اس سلسلہ کے 49 ویں امام' امام کریم الحسینی المعروف بہ آغا خان چہارم ہیں۔ یہ نزاریوں کے حاضر امام سمجھے جاتے ہیں'' (اسماعیلیہ سید منظم حسین صفحہ 42)

☆ ''ڈی ساسی کا خیال ہے کہ اسماعیلیہ کے نو مدارج ہیں جن کا مقابلہ فری میسوں سے کیا جا سکتا ہے مگر میری خیال میں ان کے اصول رومن کیتھولک کے پاپائی نظام سے ملتے جلتے ہیں'' (The rise of the fatimids, part II, page 32)

☆ '' وہ یقیناً ذہن رسا رکھنے کے ساتھ ساتھ ایسے ہی بددیانت بھی تھے۔ قرامطہ کی غارت گریوں میں ان کی کامیابی کی جھلک نظر آتی ہے۔'' (بحوالہ مذکورہ صفحہ 226)

عقائد کے حوالے سے نمونہ مشتے از خروارے کے مصداق توحید ہی کو لیجئے یا رسالت اور قرآن کو جو اسلام کی بنیاد ہے ملاحظہ فرمائیے۔

☆"توحید: اللہ تعالیٰ ایک ہے مگر وہ کسی صفت سے موصوف یا کسی نعت سے منعوت نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر لفظ واحد کا اطلاق کرنا بھی درست نہیں۔ تمام صفات حقیقت میں اس مبدل اول پر واقع ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا جس کا دوسرا نام عقل اول یا امر یا کلمہ ہے۔ عالم جسمانی میں یہ صفات امام پر صادق آتی ہیں کیونکہ وہ عقل کے مقابل قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہست نہیں کہا جا سکتا"

☆"انبیاء ورسل کو اولاً مستقر امام کا نائب یا مستوع کہا گیا ہے۔ اس کے بعد اس نے نبی کو ناطق بتلایا ہے جو خدا کی طرف سے شریعت لاتا ہے۔ اس حیثیت سے اس کا فرض صرف شریعت کے ظاہر کا اظہار ہے جبکہ باطن کی ذمہ داری "صامت" کی ہے اور باطن ہی مقصود اصلی ہے۔"

☆"قرآن پاک:۔

☆"نبی یا رسول کا کام یہ ہے کہ وہ' جو بات اس کے دل میں آتی ہے اور بہتر معلوم ہوتی ہے لوگوں بتا دیتا ہے اور اس کا نام کلام الٰہی رکھتا ہے تاکہ لوگوں میں یہ قول اثر کر جائے اور اسے مان لیں تاکہ سیاست اور مصلحتِ عام میں انتظام رہے۔ یہ تو رہی ایک عمومی بات قرآن پاک کے متعلق خصوصی بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا ظاہر بیان کیا جبکہ حضرت علیؓ نے بحیثیت "صامت" اس کا باطن بیان کیا۔ باطن کے متعلق بتایا جا چکا ہے کہ وہ مقصود اصلی ہے۔" (ڈاکٹر زاہد علی سابق اسماعیلی راہنما بحوالہ مذکورہ)

عقائد کے اس جائزہ کے بعد اب ان کے اپنوں کا بیان کردہ طریقہ کار یا طریق واردات بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

☆"اسماعیلیوں سے صلیبیوں نے یورپ میں مذہبی اور غیر مذہبی خفیہ انجمنوں کے قیام کے لئے راہنمائی حاصل کی۔ ان سب انجمنوں کے ابتدائی خطوط "قاہرہ" یا "الموت" (دہشت گردسازی کے مراکز) سے جا ملتے ہیں۔

(The *"Spirit of Islam, Justice Ameer Ali, P 342)

اوپر ایک اقتباس میں اسماعیلیت اور یہودی فری میسن تحریک سے ان کی مماثلت کا تذکرہ ہوا ہے اس سے آگے بڑھتے ہم آپ کو پرنس کریم آغا خان کے والد کی فری مسین سے روابط کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اقتباس توجہ سے پڑھئے اور خود ہی اس آئینے میں ان کا کردار دیکھ کر فیصلہ کر لیجئے۔

☆ "1895ء میں یہودیوں کی پہلی عالمی کانفرنس سوئٹزر لینڈ میں منعقد ہوئی جس میں ڈاکٹر ہیزل نے یہودی ریاست کیلئے منصوبہ بنایا 1896ء میں بمبئی (متحدہ ہندوستان) میں طاعون کی وبا پھوٹ نکلی جس پر قابو پانے کی آڑ میں معروف یہودی ڈاکٹر ہافکن بمبئی پہنچا۔ جس نے وہاں پرنس آغا خان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ترکی کے حکمران سلطان عبدالحمید کو آمادہ کریں کہ وہ ارض فلسطین کا کچھ حصہ یہود کی آبادکاری کیلئے ان کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ ڈاکٹر ہافکن نے آغا خان مرحوم کو پیرس میں یہودی ربیوں کے نام تعارفی خطوط دیئے جہاں سلطان عبدالحمید سے کی جانی والی استدعا کا پیغام تحریر ہوا پھر مکمل ہوا جسے زیرک ترک حکمران نے مسترد کرتے ہوئے کہا کہ "وہ ایک انچ زمین یہود کو دینے کیلئے روادار نہیں ہیں۔" ☆ (آخری صلیبی جنگ اول' صفحہ 131-132)

آغا خانیت یا اسماعیلیت کی حقیقت ہم نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ اس آئینے میں ہر کوئی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اسلام سے ان کو دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے حصول کی جدوجہد میں اپنی صلاحتیں اور اپنی جان کھپائی ہی اس لئے تھی کہ وہ اس آزاد مملکت کو قرآن وسنت کی بنیاد پر' خلافت راشدہ کے نقوش پا پر' اسلامی فلاحی مملکت بنانا چاہتے تھے کہ یہ دوسرے اسلامی ممالک کیلئے بھی نظیر ثابت ہو۔ اسلام جس کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ انسانیت کی فلاح ہے تو اسی میں ہے۔

ہماری بدنصیبی یہ رہی کہ زبان سے تو ہمارا دعویٰ یہی رہا کہ ہم مسلمان ہیں اور فلاح ہے تو

قرآن وسنت کے نظام میں مگر بالفعل ہم اسلام کے عملی نفاذ سے خائف رہے کہ ہماری معیشت و معاشرت اس سے "تباہ" ہو جائے گی زندگی بے کیف ہو جائے گی کہ ہمارے نزدیک معیشت کا انحصار سودی لین دین کا محتاج ہے اور ہماری معاشرتی زندگی جدید ثقافت کے بغیر بدمزہ اور بے کیف ہے۔ اسلام زندگی کی "رنگینیوں" کی موت ہے جبکہ غیر مسلم اسلام ہی میں زندگی کی گواہی دیتے ہیں

☆ " میں نے محمد ﷺ کے دین کو اس کی حیرت انگیز قوت کی وجہ سے ہمیشہ عزت و توقیر سے دیکھا ہے میرے نزدیک صرف یہی دین زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے جو ہر دور کے انسان کو اپنی طرف راغب کر سکے بلاشبہ دنیا مجھ جیسی اہم شخصیتوں کی پیشین گوئیوں کو بڑی اہمیت دیتی ہے۔ میں نے محمد ﷺ کے دین کے متعلق یہ پیشین گوئی کی ہے کہ کل کا یورپ اسے اس طرح قبول کر لے گا جس طرح آج کا یورپ اسے غیر شعوری طور پر اپنا رہا ہے" ☆۔

(The Law Giver, Barnard Shaw)

☆ "اسلامی قانون جو ایک تاجور شہنشاہ سے لے کر ادنیٰ مزدور تک سب کو یکساں انصاف مہیا کرتا ہے ایسا قانون ہے کہ دنیا نے ایسا منصفانہ عقلمندانہ عالمانہ فاضلانہ اور مہذبانہ قانون آج تک نہیں دیکھا" ☆

(Impeact meult of wasserhaslags - گوئٹے)

"اسلام کی بنیاد پر قائم کسی بھی مملکت کیلئے بنیادی ضرورت ایسا نظامِ تعلیم ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کو ہر شعبہ زندگی میں نہ صرف متعارف کرائے بلکہ بالفعل انہیں نافذ بھی کرائے۔ عملی انسانی زندگی کے لوازم میں معاش و معیشت ہے صنعت و تجارت ہے جس کی جڑ میں سماجی معاشرتی اور سیاسی اقدار ہیں اور تعلیم ان سب کو قرآن وسنت کی اتھارٹی کے ساتھ نکھارتی ہے اور یہی نکھار مسلم معاشرے کے چہرے کا حسن دل کا سکون اور مستحکم معیشت کا ضامن ہے۔

لارڈ میکالے اور اس کی قوم نے ہم سے یہ حسن یہ سکون اور معاشی استحکام چھین لینے کیلئے مخصوص نظامِ تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ہمیں مسیحی مشنری اداروں کا چارہ بنایا اور ہم بڑی نیاز مندی سے چارہ بن گئے۔ ہمارے سروں پر ماڈرن بن کر زمانے کی دوڑ میں آگے رہنے کا خبط ہر لمحہ سوار رہا اور اس

کے سبب نہ کوّے رہے نہ ہنس بن سکے۔ ہم اپنی اوقات بھول گئے' اپنی منزل لارڈ میکالے کے وضع کردہ نظامِ تعلیم ہی کو سمجھ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد انگڑائی لیتے نئی جہت پر سفر ضروری تھا مگر جہت ہی نظر سے اوجھل رہی۔

57 سال کی تعلیمی صحرانوردی ہم سے علم و اقدار کا سرمایہ لے گئی۔ ہم دیوالیہ پن کی انتہائی نچلی سطح پر پہنچ گئے اور بجائے اس کے کہ پاکستان کے نظام تعلیم کی نیا کے کھیون ہار کشتی کے چپو تھامتے کنارے لگانے کی کوشش کرتے انہوں نے یہ ذمہ داری ان حسین اور نازک ہاتھوں کو سونپ دی جو نہ کشتی سے آشنا تھے اور نہ ہی چپو اٹھانے کی سکت ان کا مقدر تھی۔ ہانپتی کانپتی شخصیت نے مدد تعاون کیلئے جن کو پکارا وہ اپنے مقصود کی تکمیل کی خاطر پہلے ہی سے اسے بھنور کے سپرد کرنے پر تلے بیٹھے تھے۔

وفاقی وزیر تعلیم جو ایک نازک اندام خاتون ہیں' اپنی شخصی حیثیت میں نیک ہوں گی' شریف ہوں گی مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نظریاتی تشخص کے احیاء و بقاء کے بنیادی تقاضوں سے ہم آہنگ تعلیمی تقاضوں سے یقیناً نابلد ہیں۔ ایک این جی او چلانا اپنی جگہ' مگر مملکت کے نظام تعلیم کے تقاضے پورے کرنا علمی بصیرت کا کام ہے جو ہمارے بے شمار پالیسی سازوں کا مقدر نہیں ہے۔ تعلیمی پالیسی ساز قران وسنت اور جدید دور کے تقاضوں کے شناور ہوں تو اسلامی مملکت کی حقیقی تعلیمی پالیسی بنتی ہے۔

آغا خان یونیورسٹی امریکی امداد کے بل بوتے پر جو تعلیمی نظام چلائے گی' بلا خوف تردید اس کے متعلق رائے دی جا سکتی ہے کہ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نظریاتی تشخص پر کلہاڑا چلائے گی۔ اسلام کی تعلیم اور دینی مدارس پر بجلیاں گرا چاہتی ہیں بلکہ گر رہی ہیں اب عمومی تعلیمی نظام بھی ان کی زد میں ہے۔ کھیت کو باڑ کھانا شروع کر دے تو کھیت بچانا مشکل بن جاتا ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عظمت و استحکام کے ''رکھوالے'' ہی عظمت و استحکام کے دشمن ثابت ہو رہے ہیں۔

ملک کے محبّ وطن عناصر سے' محبت وطن سیاستدانوں سے ہم استدعا کرتے ہیں کہ پیشتر اس کے کہ یہ کشتی بھنور کا شکار ہو جائے آگے بڑھ کر مکروہ ہاتھوں سے پتوار چھین کر کشتی کا رخ محفوظ ساحل کی طرف پھیر دیں اور محفوظ ترین ساحل وہی ہے جہاں قرآن وسنت کا ''لائٹ ٹاور'' راہنمائی دے رہا ہے۔ یقین کر لیجئے کہ جب پاکستان کا نظام تعلیم درست جہت اختیار کر لے گا مملکت کا ہر شعبہ قوت کار کے حوالے سے ممتاز و مستحکم ہو گا بمشیت اللہ تعالیٰ۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا اسلامی تشخص خطرے میں ہے' مملکت کو ترک اسلامی خلافت کے

سیکولر ترکی میں بدلنے کی طرح' سیولرازم کی طرف بڑی تیزی سے دھکیلا جا رہا ہے اور یہ کام دینی مدارس کا گلا دبا کر' عمومی تعلیم سے اسلام کو بتدریج خارج کر کے کیا جا رہا ہے۔ خاموشی اور مداہنت ایسا بھیانک جرم ثابت ہوگی کہ آنے والی نسل کے باشعور قومی مجرموں کا ہاتھ نہ پکڑنے والوں پر نفریں بھیجیں گے۔ ان کی قبروں پر تھوکیں گے کہ یہ سزا چند برس نہیں انہیں طویل عشروں تک بھگتنا ہوگی یہ عذاب ہوگا جس کا تصور محال ہے۔

مروجہ تعلیم کا یا اس کے کسی شعبے کا کسی بھی انداز میں آغا خانیوں کے ہاتھ میں جانے کا ایک نتیجہ نکلے گا کہ یہ میٹھے زہر کی طرح قومی تعلیمی تقاضوں کو چاٹ لے گا اور بتدریج اپنے مقاصد سے ہم آہنگ تعلیم اس میں سمو کر اپنی مطلوبہ منزل کو قریب سے قریب تر لایا جائے گا۔ یہ منزل ارض فلسطین کے قلب میں اسرائیلی خنجر گاڑنے کی طرز پر اسماعیلی ریاست کا خنجر اہل پاکستان کے سینے میں اتارنا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میٹرک کا نیا نصاب

کچھ بنا واشنگٹن میں باقی دلی میں بنا
میٹرک کا جو نصابِ نو ہے چھپوایا گیا
آغا خانی فاؤنڈیشن کا یہ الحادی نصاب
سیکولر تعلیم پھیلانے کو بنوایا گیا

(علیم ناصری۔ انصاف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

27-03-2004

پاکستان کے نظامِ تعلیم پر امریکی نوازشات کیوں؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تعلیمی پسماندگی نے امریکہ و یورپ کو ماضی میں کبھی اس قدر پریشان نہ کیا تھا جس قدر پریشانی ایک دو سال سے دیکھنے میں آ رہی ہے۔ ہماری تعلیمی پسماندگی پر امریکہ و یورپ کی تڑپ کوئی دکھاوا نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے اس ''دکھ'' کی گہرائی اور گیرائی کو جاننے کے بعد زبانی ہمدردی کی حدوں کو ''پار'' کر کے اب عملاً ہر سطح کی ''امداد'' پر کمر بستہ ہیں۔ یہ دوستی میں اخلاص کا ثبوت ہے۔ خبر ملاحظہ فرمائیے۔

☆ ''ورلڈ بنک پاکستان کو فروغ تعلیم کے لئے 62 کروڑ 50 لاکھ ڈالر امداد دیگا'' (انصاف 25 مارچ 2004)

چند روز قبل اخبارات شہ سرخیوں کے ساتھ قوم کو اس امریکی عنایتِ خسروانہ کا مژدہ سنا چکے ہیں کہ امریکہ نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی آغا خان فاؤنڈیشن کے سپرد کئے جانے والے 33 تعلیمی بورڈوں کا انتظام و انصرام چلانے کے لئے فاؤنڈیشن کو 450 لاکھ ڈالر کی خطیر رقم سے نوازا ہے۔ ان امریکی ڈالروں کی موسلا دھار بارش دیکھ کر بھی اہل وطن امریکہ و ورلڈ بنک سے بدگمان ہوں تو یہ عقل و شعور کی نفی اور احسان فراموشی کہلائے گی۔

احسان شناسی کے اس ایک پہلو کے علاوہ ڈیوڈ سٹار کی طرح اس عنایات خسروانہ کے مزید پہلو بھی ہیں جو نظر انداز نہیں ہو سکتے۔ مثلاً 'ایک پہلو یہ بھی ہے تصویر کا' کے مصداق امریکہ و اسرائیل یک جان و دو قالب ہیں ''من تو شدم تو من شدی' تو تن شدم من جاں شدی'' کی کیفیت ہر کسی کے سامنے ہے جسے باشعور تو روز اول سے جانتے تھے مگر ''باشعور اقتدار'' کے لئے امریکی یورپی باضمیروں نے دو اور دو چار کی زبان میں اسے ثابت کر دیا ہے۔

اگر ہمیں اس حقیقت پر شرح صدر نصیب ہو جائے کہ امریکہ و برطانیہ بالخصوص اور بقیہ دنیا بالعموم صیہونیت ہی کے قبضہ قدرت میں ہے تو پاکستان کے نظام تعلیم پر امریکی نوازشات کی رفعت تک

رسائی ناممکن نہیں رہتی۔ اسرائیل کے صیہونی امریکہ ویورپ کو ان کی پالیسیاں ڈکٹیٹ کراتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ان کے مطابق عمل Implementation بھی کرواتے ہیں۔ ٹول (Tool) کے طور پر ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف یا دوسرے ادارے استعمال ہوتے ہیں۔

مذکورہ نقطہ سمجھ میں آ جائے تو سارا مسئلہ ہی سہل ہو جاتا ہے کہ امریکہ ویورپ اور ان کی لونڈی UNO کے تمام ذیلی ادارے عالمی سطح پر انہی کے اہداف کی تکمیل کے لئے صبح شام مصروف عمل ہیں اور ہر ادارے نے "محسن ہونے" کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ امریکہ، برطانیہ، ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف عالمی سطح پر سب سے بڑے "محسن" ہیں اور "شکرادا کیجئے" کہ سب سے بڑے احسان شناس مسلمان حکمران ہیں جو ان کے واری صدقے جاتے ہیں۔

پاکستان سینۂ دھرتی پر پہلا نظریاتی ملک ہے تو اسرائیل دوسرا نظریاتی ملک ہے اور اسرائیل نے پاکستان کو کبھی دوست ملک کا درجہ نہیں دیا بلکہ جب بھی موقعہ ملا اسے دشمن نمبر 1 قرار دیا۔ اس کھلے دشمن میں منافقت نہیں ہے کہ اس نے برملا دشمنی کا اظہار کیا اور دو تین بار کھلا وار بھی کیا۔ اس کے سامنے پاکستان سے دشمنی کرنے کے لئے کئی انداز ہیں جن میں سرفہرست Grass Root Level سے کام کا آغاز کرتے مستقبل کی پاکستانی نسل پر حملہ ہے۔

مذکورہ مقصد کے حصول کی خاطر دو محاذ منتخب شدہ ہیں پہلا اہم ترین محاذ نظام تعلیم ہے اور دوسرا محاذ ثقافت کے نام پر میٹھا زہر ہے حملہ کی زد میں دونوں ہی محاذ ہیں۔ ہر جگہ گھمسان کا رن ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مجھے اور آپ کو محاذوں کی گھن گرج سنائی نہیں دیتی شاید ڈالروں کی جھنکار کے سبب۔ اس وقت ہمارے پیش نظر صرف تعلیمی محاذ پر متعین اہداف ہیں۔ حتمی نتیجے کے طور پر ان کا فیصلہ ہے کہ ہمارے دلوں سے اسلام کو کھرچ نکالا جائے۔

"We shall destroy God;.... This is the reason why it is " indispensable for us to undermine all faith, to tear out of the Goyim the very principle of God-head and the spirit and to put in to its place arithmetical calculations and material needs." (Protocols, 4:3)

مسلمان کے قلب و ذہن سے تصورِ خدا کھرچ نکالنے اور مادی وسائل کی چاٹ لگانے کو صیہونیت نے اپنے عالمی اقتدار کے لئے ہدف قرار دیا ہے۔ تصور خدا پر کاری ضرب لگانے کی خاطر امریکی اثر و رسوخ کو امریکی مسلمان نما غیر مسلم پرنس کریم آغا خان کو استعمال کرتے 450 لاکھ ڈالر کے مادی لالچ کا چارہ ڈالنے اور اس چارے میں مزید کشش پیدا کرنے کی خاطر ورلڈ بنک کے 62 کروڑ 50 لاکھ ڈالر کو پہلا زینہ بنایا ہے جو قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

اسماعیلی پرنس کریم آغا خان کا انتخاب محض اتفاقی حادثہ نہیں اس کی تہہ میں بھی دو اہم عوامل ہیں اولاً اسماعیلی فرقے کا تصور خدا' اور ثانیاً ان کے پاس وافر "arithmatical calculations and needs" کا پایا جانا ہے جو مسلمان سے اس کے تصور خدا کو چھین سکتا ہے۔ بلکہ عملاً چھین لینے کے شواہد شمالی علاقہ جات میں خصوصیت کے ساتھ چہار سو بکھرے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسماعیلی تصور خدا ملاحظہ فرمایئے:۔

☆" توحید! اللہ تعالیٰ ایک ہے مگر وہ کسی صفت سے موصوف یا نعت سے معنوت نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ کی ذات پر لفظ واحد کا اطلاق بھی درست نہیں ہے تمام صفات حقیقت میں اس مدع اول پر واقع ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا جس کا دوسرا نام عقل اول یا امر یا کلمہ ہے۔ عالمِ جسمانی میں یہ صفات امام پر صادق آتی ہیں کیونکہ وہ عقل کے مطابق قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہست نہیں کہا جا سکتا"۔ (اسماعلیہ۔ سید منتظم حسین صفحہ 226)

اسماعیلی تصور توحید کے مقابلے میں اب خود خالق کائنات اللہ رب العزت کا فرمایا ہوا مطلوب عقیدہ' توحید ملاحظہ فرمالیجئے۔

☆"وہ اللہ ہی ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے جاننے والا غائب و حاضر کا۔ وہی ہے بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا وہ اللہ ہی ہے کہ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے' بادشاہ حقیقی' نہایت مقدس' سراسر سلامتی' امن دینے والا' نگہبان' سب پر غالب' اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا' پاک ہے اور اس شرک سے جو یہ کرتے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے تخلیق کا منصوبہ

بنانے والا' اس کو نافذ کرنے والا' اس کے مطابق صورت گری کرنے والا۔ اسی کے لئے ہیں تمام بہترین نام' تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور وہ زبردست ہے بڑی برکت والا۔ (الحشر 22 تا 24)

دونوں طرح کے تصور توحید آپ کے سامنے ہیں۔ ایک کو اللہ تعالیٰ مخلوق میں راسخ دیکھنا چاہتا ہے تو اللہ کے دشمن اسے کھرچ نکالنا چاہتے ہیں دوسرا عقیدہ اللہ کے ہاں مردود ہے اور صیہونی امریکہ کی مدد سے' ورلڈ بنک کی امداد کے لالچ سے' مسلمان کے قلب و ذہن پر سوار دیکھنے کے لئے ہمہ جہت مصروف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جب اپنے اصل مقام سے کوئی پھسلتا ہے تو پھر پاؤں سنبھالنا مشکل ترین مرحلہ ثابت ہوتا ہے اسی مرحلہ تک وہ ہمیں لانا چاہتے ہیں۔

یہود نے امریکہ و ورلڈ بنک وغیرہ کے ذریعے اپنی راہ آغا خانیوں کے تعاون سے ہموار کرنا کیوں ضروری سمجھا۔ کیا یہ محض اتفاق ہے یا گہری منصوبہ بندی اس کی پشت پر ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ کام جس قدر اہم ہو کام کرنے والے بھی اسی قدر اہم اور قابل اعتماد تلاش کئے جاتے ہیں۔ ماضی میں یہود نے کریم آغا خان کے والد کو عثمانی خلافت کے آخری تاجدار سلطان عبدالحمید سے ارض فلسطین کا کچھ رقبہ اپنی بستیاں بسانے کے لئے خریدنے کی خاطر استعمال کیا تھا۔ اب یہود نے اس سے زیادہ اہم کام کی خاطر بیٹے کو سامنے رکھا ہے اور اس کی تہہ میں بھی ایک قدر مشترک ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

☆ ''ڈی ساسی کا خیال ہے کہ اسماعیلیہ کے نو (9) مدارج ہیں جن کا مقابلہ (یہودی) فری میسنز سے کیا جاتا ہے (دی رائز آف دی فاطمیڈز حصہ دوم صفحہ 325)''

☆ ''اسماعیلوں سے صلیبیوں نے یورپ میں مذہبی اور غیر مذہبی خفیہ انجمنوں کے قیام کے لئے راہنمائی حاصل کی'' (دی سپرٹ آف اسلام جسٹس امیر علی صفحہ 34)

مذکورہ تفصیل کے بعد معاملے کی تہہ تک پہنچنا بہت ہی آسان ہے کہ پاکستان کے نظام تعلیم پر امریکہ واری صدقے کیوں جا رہا ہے تصور خدا کے حقیقی امین پاکستان کے دینی مدارس ہیں جو ہر قسم کے حسابی قاعدوں اور معاشی ترغیبات'' سے یکسر بے نیاز اپنا مشن مکمل کر رہے ہیں دوسرے درجے میں مروجہ ''دینوی تعلیم'' ہے جس کے نصاب میں عربی اور اسلامیات کے مضامین شامل ہیں۔ صیہونیت اور

اس کے غلاموں امریکہ و یورپ کو اسی نصاب میں اپنی موت نظر آتی ہے اور وہ ہر قیمت ادا کر کے دینی مدارس کو ختم کرنے اور نصاب سے اسلام کو حذف کرنے پر تلے ہیں اور نصاب میں فحاشی سمونے کی فکر کر رہے ہیں۔

اسلام دشمنوں صیہونیوں کی خوش بختی کہ انہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ''حقیقی اسلام'' کا مکمل فہم و ادراک رکھنے والے دو مجتہد' دو مفسر اور فقیہہ میسر آ گئے۔ مفتی اعظم پاکستان سید پرویز مشرف نے جہاد کی جو جدید مجتہدانہ تفسیر بیان کی ہے ماضی کے ساڑھے چودہ سو سال تک کسی کا مقدر نہ بن سکی ان کے نائب مفتی پاکستان نے دو قومی نظریئے پر فتویٰ صادر کر کے قائداعظمؒ کی روح کو ''خوش'' کر دیا۔ یہود بھی کہتے ہونگے کہ یہ تو ہم سے بھی بازی لے گئے۔

ترکی خلافت کو کمال اتاترک بطور مفتی اعظم ملا تھا تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کو یک نہ شد دو شد' دو مفتی ملے۔ دونوں اس قدر باہمت ہیں کہ جو کام عملاً یہود و نصاریٰ اور ہنود سے ممکن نہ تھا وہ کام انہوں نے کر دکھایا یعنی اسلام کے مذہبی معاشرتی' سماجی اور تعلیمی سرمایہ کے بخیے ادھیڑ دیئے۔ مذہبی و اخلاقی اقدار بنیاد پرستی بن گئیں۔ ان اقدار کے پاسبان دہشت گرد قرار پائے اور مستقبل میں بنیاد پرستی اور دہشت گردی کا ''مکمل خاتمہ'' کرنے کے لئے نظام تعلیم اسماعیلی آغا خان اور زبیدہ جلال کے سپرد کر دیا کہ قرآن و سنت کو نئے سرے سے مرتب کر کے آقا کی مرضی و منشا کے مطابق ڈھال لیں۔

پرویز مشرف' ظفر اللہ جمالی' زبیدہ جلال کا آغا خانیوں اور امریکی سرمایہ کے ذریعے تیار کردہ اسلام کا جدید ایڈیشن وہی ہوسکتا ہے جس کے لئے یہود سرمایہ کاری کر رہے ہیں اور وہ ایڈیشن یہ ہے کہ مسلمان کا تصور خدا ختم ہو' اس کے مقابلے میں مالی منفعتیں قوم کی غربت دور کر کے خوشحالی اور اعتدال پسندی کی بہار دکھلائیں۔ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف یہودی مقاصد کی تکمیل کے بغیر کسی بھی جگہ سرمایہ کاری نہیں کرتے یہ طے ہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے اس کا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ اسلام کو جدید بنانے والے ماسوائے روسیاہی کے کچھ حاصل نہ کر سکیں گے۔ اور وہ بھی جو بظاہر دین کا چولا اوڑھے کھڑے ہیں مگر دعائیں دین دشمن کی کامیابی کے لئے کر رہے ہیں۔ اسلام سربلند رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ جدید ایڈیشن چلانے والے تاریخ کے اوراق میں اپنا نام جن ابواب میں درج کرواتے ہیں' انہیں پڑھا کم جاتا ہے ان پر لعنت ملامت زیادہ کی جاتی ہے کیا ہماری ''مثلث'' بھی اسی باب میں نام لکھوانے پر مصر ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

10-03-2004

”روشن خیال“ ”اعتدال پسند“ پاکستان کا نصاب تعلیم' لمحہ فکریہ!

کسی فوجی جنرل کو نئی سپاہ تشکیل دینے کا کام سونپا جائے تو سب سے پہلا سوال جو اس کے ذہن میں ابھرے گا وہ اہداف کے تعین کا ہو گا کہ نئی سپاہ ہو گی کس لئے؟ مثلاً صرف دفاع وطن کیلئے یا صرف وسعت سلطنت کیلئے جارحانہ کاروائی کی خاطر یا دونوں طرز کے اہداف سامنے رکھتے ہوئے۔ دوسرا سوال جو اس کے بعد سر اٹھائے گا وہ تکمیل اہداف کی بنیادی ضروریات حالات کی روشنی میں مطلوب اسلحہ ہے اور تیسرا سوال اس اسلحہ کو استعمال کرنے کی صلاحیت بلکہ اس سے پہلے اسلحہ کا حصول ہے۔ ان پہلوؤں پر سوچ بچار کرنے کے بعد وہ سپاہ بھرتی کرے گا' اسلحہ خریدے گا اور تربیت کا انتظام کرے گا۔

ایسے جنرل کو ہر کوئی عقلمند کہے گا اور اس کی قلیل المدت' طویل المدت منصوبہ بندی کے ساتھ سپاہ کی تربیت مستقبل کے کسی بھی مرحلہ پر' کسی بھی قسم کے امتحان میں اسے شرمندہ نہ کرے گی کہ اہداف سے ہم آہنگ نصاب اور نصاب پڑھانے والے مطلوبہ اہداف کو قریب تر لاتے ہیں اس کے برعکس اس جنرل کو ہر کوئی عقل کا اندھا کہے گا جس نے اہداف کے تعین میں ٹھوکر کھائی' منصوبہ بندی کے حقیقی لوازم کی تہہ تک نہ پہنچ سکا اور ہر چمکتی چیز کے پیچھے بھاگتے قدم قدم پر الل ٹپ فیصلے کرتا رہا۔ سپاہ کی تربیت کے اجزا بھان متی کے کنبے کی طرح اکٹھے کرتا رہا۔

اب عقلمند جنرل کی مثال کو عقلمند سربراہ مملکت پر منطبق کیجئے' ایسا سربراہ یہ سوچے گا کہ میری مملکت کی حقیقی ضرورت کیا ہے؟ عقل و شعور یہ مسئلہ فوراً حل کر دیں گے کہ رعایا کی حقیقی ضرورت سکھ' سکون' خوشحالی' احساس تحفظ اور عقیدے کی نکھری اقدار کے مطابق شب و روز ہیں۔ دوسرا سوال سامنے آ کھڑا ہو گا کہ یہ اہداف حل کیسے ہو سکتے ہیں؟ فہم و شعور اس سوال کو منٹوں میں یوں حل کر دے گا کہ مقصد حیات سے ہم آہنگ علم اس قفل کی کنجی ہے اور پھر آخری سوال اپنا جواب مانگے گا کہ مقصد حیات ہے کیا؟ اس کی حقیقی تعریف کیا ہے؟

آخری سوال کا جواب باہر تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی کہ اندر کا انسان اس کا ضمیر

آگے بڑھے گا' جس کی دلیل کورد کرنا آسان نہ ہوگا۔ضمیر کا کہنا یہ ہے کہ دنیا کا گیا گزرا انسان بھی عملی زندگی میں کوئی کام بے مصرف' بلاسبب نہیں کرتا' اس کے ہر فعل کے پیچھے کوئی نہ کوئی ہدف ضرور ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ ہدف خیر سے متعلق ہو یا شر سے متعلق۔ اگر انسان کوئی کام بلامقصد نہیں کرتا تو اس کائنات اور کائنات کے اندر موجود انسان کے خالق کے متعلق کیسے فرض کرلیا جائے کہ اس نے انسان کو بلامقصد' بلاہدف' عبث پیدا کر کے سینۂ دھرتی کا بوجھ بڑھایا ہے۔

اس جواب کونظر انداز کرنا کسی کے بس میں نہیں لہذا لامحالہ تجسس سر اٹھائے گا کہ مقصد حیات ہے کیا؟ اس کا جواب بھی روشن ضمیر دے گا کہ خالق نے انسان کو پیدا کر کے دنیا میں دھکے کھانے کیلئے چھوڑ نہیں دیا تھا۔تخلیق کے ساتھ ہی رہنمائی کا معقول ترین انتظام کر دیا تھا اور یہ انتظام تھا پیغمبروں اور کتب ساوی کے ذریعے۔ انسان کی بدقسمتی اور عقل وشعور کا پھوہڑ پن کہ انسان کے بنائے ہوئے ریڈیو' ٹی وی' فریج یا دوسری مشینری کو اس وقت تک استعمال کرنا غیر دانشمندانہ فعل تسلیم کرتا ہے جب تک اس کا کتابچہ نہ پڑھ لے۔مگر انسان کے خالق کی انسان کے ساتھ بھیجی گائیڈ بک کو ہر معاملہ میں نظر انداز کرتا ہے۔

علقمند سربراہ مملکت کو جب اس دلیل پر شرح صدر نصیب ہو جاتا ہے تو وہ اپنی مملکت کے استحکام کیلئے اہداف کے تعین میں یکسو ہو جاتا ہے اور پھر عملی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کیلئے اپنے خالق کے عطا کردہ نصاب کی طرف رجوع کرتا ہے۔اپنی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتا' اپنے آپ کو عقل کل نہیں سمجھتا۔اس مملکت کا نظام اسی کے خالق کی عطا کردہ گائیڈ بک کے تابع رہتا ہے۔اس کا نتیجہ اس کی رعایا کی خوشحالی' پرسکون اور ہر طرح کی اعلیٰ اقدار کی حامل زندگی ہوتی ہے اور اسی میں اس کے اپنے اقتدار کے استحکام کی ضمانت بھی پنہاں ہوتی ہے۔

یہ محض زیب داستان نہیں مشرق سے نکل کر مغرب میں غروب ہوتے سورج اور رات کے چاند نے برسوں ایسا معاشرہ دیکھا ہے کہ اقدار کے نکھار والی زندگی' دن ہو یا رات' چہار سو خوشیاں بانٹتی تھی گردوپیش کو معطر رکھتی تھی۔اس ماحول میں اپنے بھی خوش تھے اور پرائے بھی۔ نہ گھٹن تھی' نہ غربت' نہ ٹیکس تھے اور نہ ہی اقدار کا بانجھ پن تھا' اقدار کے امین' افراد بھی تھے اور معاشرہ بھی۔

پھر دنیا ترقی کی راہ پر لگ گئی اور جوں جوں ''ترقی'' کے قدم جمتے گئے ہر شعبہ حیات سے اقدار پسپا ہونے پر مجبور دیکھی جاتی رہیں۔مقصد حیات کی تعریف بدلتی گئی کہ اس نے بھی ''شاہرہ ترقی''

پر قدم بڑھانا اپنا حق سمجھا جسے ہم نے خوش دلی سے تسلیم کر لیا بلکہ صاف لفظوں میں اقرار کریں تو ہم نے اس کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اس عاجزی کو کامیابی کی معراج قرار دینے کیلئے زمین و آسمان کے قلابے ملائے۔ضمیر چیختا رہا مگر ہمارے روّیوں کی سختی دیکھ کر سہم گیا جس پر ہم نے اپنے آپ کو اور زیادہ ہلکا پھلکا محسوس کیا۔

ترقی کی اس دوڑ میں مقصد حیات سے ہم آہنگ نصاب تعلیم ہاتھ سے گرا اور کرچی کرچی ہو گیا۔علم سہم گیا کہ اب کیا ہوگا؟ ترقی کے دلدادوں کی پریشانی دیکھتے ''محسنوں'' نے آگے بڑھ کر ''ترقی سے ہم آہنگ نصاب'' ہاتھ میں پکڑا دیا۔اس نصاب کے ہاتھ میں آتے ہی ہماری خوشی دیدنی تھی۔ہم اس معصوم بچے کی طرح باغ باغ ہو گئے جس کا کھلونا ٹوٹنے پر کوئی اسے دوسرا خوبصورت کھلونا دے‘ ہم خوش ہوئے کہ نصاب کیلئے محنت نہ کرنا پڑی۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں مسلمان قوم نے کروٹ بدلی اور فیصلہ کیا کہ ہم الگ مسلم مملکت حاصل کر کے وہاں خالق کے عطاء کردہ نصاب کے مطابق اپنی زندگیاں استوار کریں گے۔ ہماری عملی زندگی کا ہر شعبہ اسی آفاقی نصاب سے ہم آہنگ رہے گا۔اللہ رب العزت کو پاکستان کا مطلب کیا ’لاالٰہ الا اللہ پسند آ گیا۔محمد علی جناحؒ کی محنت بار آور ہوئی 27 رمضان المبارک 14-اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر پہلی نظریاتی مملکت نمودار ہوئی۔ اس کے بانی نے نئی مملکت کے بنیادی نظریئے کا برملا اظہار کیا۔عملی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے نصاب طے کر دیا کہ ابہام نہ رہے۔قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا۔

☆ ''ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ایک تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں''۔(قائداعظم کا خطاب اسلامیہ کالج پشاور 13 جنوری 1948ء)

☆ ''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطۂ حیات پر عمل کرنا ہے جو پیغمبر اسلام نے ہمارے لئے قائم کر رکھا ہے‘ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہیں۔اسلام کا سبق یہ ہے کہ مملکت کے امور و وسائل باہمی بحث و تمحیص اور مشوروں سے کیا کرو''۔(14 فروری 1948)

☆ ''اس وقت میدان سیاست میں ہندو مسلمان جنگ ہو رہی ہے۔لوگ پوچھتے ہیں کہ فتحیاب

ون ہوگا۔ علم غیب خدا کو ہے لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت سے علی الاعلان کہہ سکتا ہوں کہ اگر قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوہ صبر و رضا پر کاربند ہو جائیں اور ارشاد خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تو ہمیں کوئی طاقت یا کئی طاقتیں مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتیں ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتح یاب ہونگے۔ جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے ایران و روم کی سلطنتوں کو الٹ دیا تھا''۔ (مسلم لیگ کے اجلاس سے 1948ء میں قائداعظم کا خطاب)

☆ ''وہ کونسا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں؟ وہ کونسی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کونسا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اعتماد بڑھتا جائے گا ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک کتاب اور ایک امت''۔ (حوالہ مذکورہ بحوالہ ترجمان القرآن فروری 2004 صفحہ 23,22)

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے مذکورہ فرامین کی روشنی میں بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک مستقبل کے پاکستان میں سیاسی، معاشی، تجارتی، زرعی، صنعتی، سماجی و معاشرتی اور تعلیمی نصاب قرآن و سنت پر مبنی تھا اور یہی کچھ قرارداد مقاصد میں بطور راہنما اصول تسلیم کیا گیا جو دستور پاکستان کا حصہ ہے۔ 1973ء کے آئین میں طے ہوگیا کہ مملکت کے ہر شعبہ کے لئے قواعد وضوابط اور ملکی قوانین قرآن وسنت کے تابع ہونگے اسی آئین کے تحفظ کے لئے صدر مملکت، وزراء اور مسلح افواج کے سربراہان حلف اٹھاتے ہیں۔ یعنی قرآن حکیم کے دیئے نصاب کو رعایا کی عملی زندگی میں سمونا۔

اس لمبی تمہید کے بعد اب آتے ہیں اپنے اصل موضوع کی طرف۔ مذکورہ گذارشات کی روشنی میں ہماری درج ذیل معروضات کو سمجھنا سہل ہوگا کسی بھی مملکت کا نظام چلاتے اس کے استحکام اور اس کی خوشحالی کی ضمانت فراہم کرنے والے افراد کی تیاری مملکت کے بنیادی نظریہ سے ہم آہنگ نظامِ تعلیم سے ہی ممکن ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مسلمان بستے ہیں اور آٹے میں نمک کی نسبت سے اقلیتیں بستی ہیں۔ جمہوریہ کا آئین طے کرتا ہے کہ یہاں ہر شعبہ حیات میں بالا دستی قرآن وسنت کو ہی ملے گی اس کا مطلب یہ ہوا کہ نظام تعلیم وتربیت اور نظامِ تشکیلِ معاشرہ میں قرآن وسنت کی حقیقی روح

کارفرما رہے گی۔

57ء سالہ ماضی گواہ ہے کہ ہر دور کے حکمران نے رسماً اسلامیات و عربی کو جزوِ نصاب تعلیم رکھا مگر نسلِ نو میں بالفعل اسلام کے نفوذ کا راستہ روکا اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ تعلیم کو ملک کے اندر کلرکوں کی کھیپ تیار کرنے تک محدود رکھنے کا نصاب پسند کیا گیا' کلرک خواہ چھوٹے دفاتر کے ہوں یا بڑے سیکرٹریٹ کے ہوں۔ نچلے کلرک پاپی پیٹ کے بندے رہے تو بڑے' بڑے آقاؤں کے غلام۔ الا ماشااللہ۔ اس کے باوجود ایک بات بہرحال دیکھی جاتی رہی کہ اس علم نے اقدار کو فی الفور قتل کرنے کی مہم نہ چلائی بلکہ میٹھے زہر کی طرح آہستہ آہستہ عمل جاری رکھا شاید اس لئے کہ ابھی کچھ پرانے لوگ باقی تھے جن سے حیا آتی تھی یا ان کی مزاحمت کا خوف تھا۔

قیام پاکستان سے قبل متحدہ ہندوستان اور 1947ء کے بعد پاکستان میں نظام تعلیم لارڈ میکالے کا تجویز کردہ ہی تھا جسے تھوڑا بہت اسلامائز کرلیا گیا تھا اور ہر دور کے سرکاری پالیسی ساز اس میں روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے جراثیم داخل کرتے رہے مگر امریکہ کے ساتھ دوستی نے رفتارِ کار کی سستی کو شدت سے محسوس کیا اور مہمیز لگانے والے ڈھونڈنے شروع کئے۔ ماضی کی سیاسی جماعتوں کے صاحبانِ اقتدار نے تعلیم کا رخ مغرب کی سمت پھیرنے کی کوشش کی تھی مگر قوم کے ردعمل کا خوف غالب تھا۔ پھر قوم کی ''تقدیر بدلنے'' کا موقعہ ایک جنرل کو مل گیا جس نے اچھے جنرل کی طرح فوج کی تشکیل کے لئے مقاصد سے ہم آہنگ نصابِ تعلیم و تربیت پر محنت کرنے کے بجائے' منڈی کی چمک دمک سے متاثر ہوکر ''روشن خیال اور اعتدال پسند نصابِ تعلیم'' خرید لیا۔

اس نظامِ تعلیم کی خوبی یہ ٹھہری کہ اس نے طویل ماضی کی تحقیق کو غلط ثابت کردیا اور تاریخی ''مسلمات'' کے غبارے سے ہوا نکال دی مثلاً ماضی کی تاریخ بتایا کرتی تھی کہ راجہ داہر لٹیرا یا بحری قزاق قسم کی شے تھا راجاؤں والے اخلاق و کردار سے یکسر عاری تھا۔ ایک بار عربوں کا تجارتی بحری جہاز' جس پر عورتیں اور بچے بھی سوار تھے' راجہ کے حملے کی زد میں آ گیا۔ مال لوٹ لیا گیا مسلمان عورتوں کو جیل میں ڈالا گیا۔ جہاز کا عملہ مزاحمت میں شہادت پا گیا۔

تاریخ ہی نے ہمیں بتایا کہ جیل سے ایک قیدی عورت کی فریاد کس طرح حجاج بن یوسف تک پہنچ گئی تو اس کی اسلامی غیرت و حمیت نے محمد بن قاسم کو چند ہزار سپاہ کے ساتھ ظالم کا ظلم سے ہاتھ روکنے کیلئے بھیجا۔ محمد بن قاسم نے ظلم کا راستہ روکا اور مثالی انداز میں کہ اپنے پرائے ان چند ہزار

مسلمانوں کے حسن سلوک کے گردیدہ بن گئے اور ہندوں کو ہندوں کی غلامی سے نجات دلانے کیلئے اس کے جھنڈے تلے راجاؤں کے ظلم کو روندتے چلے گئے۔ چہار سو امن اور خوشحالی کا دور آیا۔

جدید تحقیق نے ہمیں یہ بتایا کہ داہر اور اس جیسے راجے قوم کے ہیرو تھے اور محمد بن قاسم ڈاکو تھا' لیٹرا تھا اور نہ جانے کیا کیا تھا۔ داہر وغیرہ کو ظالم لٹیرا اور بحری قزاق کہنے والے ہندو اور انگریز مورخ بھی تھے۔ انہیں کے نزدیک محمد بن قاسم محسن انسانیت تھا مگر آج کے مسلمان روشن خیال' اعتدال پسند مورخ داہر کو ہیرو اور محمد بن قاسم کو ڈاکو قرار دے رہے ہیں عقل سوال کرتی ہے کہ سچے انگریز اور ہندو مورخ تھے یا آج کے دور میں "مسلمان" کہلوانے والے مورّخ؟

اخلاق و کردار اور حیاء ہر دور کے ہر انسان کا سرمایۂ افتخار ثابت ہوا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تعلیمی پالیسی ساز اور قائداعظم کے سیاسی ورثہ کی امین مسلم لیگ (ق) اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نوخیز نسل سے اخلاق و کردار اور حیاء کا سرمایہ چھین لینے کے درپے ہے۔ ہم اپنی روشن خیال' اعتدال پسند حکومت پر کیچڑ نہیں اچھال رہے حقائق کی روشنی میں بڑے دکھ کے ساتھ آپ کے سامنے اس "عملی بے حیائی" کو لا رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے بطور "نمونہ مشتے از خروارے" پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی مرتب کردہ سائنس (Science-7) ہے۔ کتاب کے آغاز میں وزیر اعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی کا پیغام ہے' ہم صرف چند جملے نقل کرتے ہیں جو اس کتاب کی اہمیت کے حوالے سے ہیں:

"The progress in education is at its peak in the present day. The quality of education is the main distiction of the develped nations. To achieve excellence in quality education, the curriculum and textbook play the basic role. Placing main emphasis on modernization of curruculum..... As far curriculum development, a team of prfessionals, experts, was assembled for writing of textbooks witch will be helpful in achieving the quality of education" (Ch. Pervez Elahi, Cm. Punjab)

یہ کتاب طلبہ و طالبات کیلئے ہے اور ظاہر ہے کہ ساتویں جماعت کے بچے اور بچیاں دس'

گیارہ سال کے ہوتے ہیں۔ طالبات کے بعض اداروں میں مرد اساتذہ سٹاف میں شامل ہیں خصوصاً پرائیویٹ انگلش میڈیم کہلوانے والے مدارس میں ایسے اداروں میں مخلوط تعلیم بھی ہے۔ بات کچھ بھی ہو سائنس کی یہ کتاب طلبہ و طالبات کو جنسی تعلیم سے روشناس کراتی ہے تا کہ یورپ کی طرح بچہ بچی جنسی میدان میں بلوغت سے قبل ہی قدم رکھ لیں۔ یہ کتاب اس معاشرے کے بچوں کیلئے ہے جہاں کبھی مائیں اپنے بچوں کو چڑیوں اور مرغیوں کا اختلاط دیکھنے سے بھی بچاتی تھیں۔

Science-7 کے صفحہ 31 پر Reproduction of man کے تحت Male reproductive system پر بات کرتے 10'9 سال کے بچے بچی کو بتایا جا رہا ہے کہ "In man, reproductive system consists of two testes, where male gametes or sperms are produced, testes, are enclosed in a loose bag of skin. Two ovouries are present in he female body. These produce eggs or ova called female gametes. Union between egg and sperm takes place with in the female body and this is called fertilization."* (کتاب میں زنانہ شرمگاہ کی تصویر دی گئی ہے۔)

صفحہ 15 پر پودوں کی افزائش نسل پر بچوں کو جن الفاظ سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے وہ بھی محل نظر ہے مثلاً: "Asexual production: There are various methods of asexual reproduction in different organism. Sexual reproducation you have already studied in your previous classes that special calls are produced for the formation of new

generation."

بار بار سیکس کو دہرایا گیا تاکہ بچے بچی کے ذہن میں یہ چپک جائے حالانکہ یہ بلا سبب استعمال بے حیائی کے زمرے میں آتا ہے۔

Science-7 کا مذکورہ سبق سائنس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ یہ علم الابدان کا سوال ہے اور وہ بھی بڑی کلاسوں سے متعلق۔ دوسرا حصہ باٹنی سے متعلق ہے جسے یہاں زبردستی شامل کیا گیا ہے اور پھر ستم یہ کہ پودوں کی افسزائش کیلئے مستعمل لفظ پولینیشن کو نظر انداز کر کے جنسی تناسل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کلاس میں خصوصاً مخلوط کلاس میں بچے اور بچیاں ان الفاظ کی وضاحت چاہیں یا گھر میں ہوم ورک کرتے ابا امی سے پوچھیں تو اس وضاحت کا انداز کیا ہوسکتا ہے۔ اسی طرح آٹھویں جماعت کی عربی میں سورۃ یوسف کی تشریح میں عزیز مصر کی بیوی کا "ھیت لک" کہنا اس کی تشریح کیسے ہوگی۔

اس تفصیل سے ہم آپ کے سامنے یہ لانا چاہ رہے ہیں کہ امریکہ و یورپ کیلئے اسلام کو روشن خیال اور معتدل ثابت کرنے کیلئے نہ صرف یہ کہ ہم نے نصاب سے جہاد کو خارج کیا' اسلامی اقتدار پر کلہاڑا چلایا' داہر کو ہیرو اور محمد بن قاسم کو ڈاکو کے خطاب سے نوازا بلکہ قدم قدم پر اخلاق و حیاء کو معصوم بچوں کے قلب و اذہان سے کھرچ نکالنے کی پیہم کوشش کی جس کی ایک مثال اوپر گزر چکی ہے۔ اسی مقصد کیلئے خاندانی منصوبہ بندی کے اسباق نصاب کا حصہ بن رہے ہیں۔

وفاقی وزیر تعلیم نے تعلیم کے تابوت میں آخری کیل لگانے کا تہیہ کر رکھا ہے اور یہ کیل بلا مبالغہ امریکی ہتھوڑے سے برطانوی ساختہ لگائے جا رہے ہیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ نجکاری کمیشن نے اربوں کا حبیب بنک کوڑیوں کے بھاؤ آغا خانیوں کے سپرد ہائیکورٹ میں زیر سماعت رٹ کے باجود کر دیا تھا اور پھر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 33 تعلیمی بورڈ آغا خانیوں کی جھولی میں ڈال دیئے ان بورڈوں کی "موثر کارکردگی" کیلئے امریکہ بہادر نے 450 لاکھ ڈالر کی خطیر امداد سے آغا خان فاؤنڈیشن اور پاکستان کے نظام تعلیم پر خصوصی شفقت فرمائی' امریکی امداد کو ڈکٹیشن نہیں کہیں گے تو آپ کیا نام دیں گے؟

وزیر تعلیم کے لگائے تعلیم اور علم پر گھاؤ ابھی تازہ تھے کہ تیز نشتر سے انہیں پھر "چھیل" دیا گیا۔ خبر ملاحظہ فرمایئے:-

☆ "بھارت کے خلاف مواد نصاب سے نکالنے کا جائزہ شروع' کام اسی ماہ

مکمل ہو جائے گا: وزیر تعلیم۔ اسلام آباد (اے این این) وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال نے کہا کہ قومی نصاب سے پڑوسی ملک کے خلاف موجود مواد نکالنے کا جائزہ اسی ماہ مکمل کر لیا جائے گا۔ یہ بیان انہوں نے چلڈرن ریسورس انٹرنیشنل کی تقریب کے موقع پر دیا۔

خبر پڑھیے اور وزارتِ تعلیم کے محبِ وطن پالیسی سازوں کی حب الوطنی کا ماتم کیجئے۔ بے ساختہ سردار بہادر خان کا کہا شعر یاد آتا ہے۔

ہر شاخ پر الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہوگا

منطق یہ پیش کی جارہی ہے کہ جب ہم اپنے راہنماؤں کیلئے محمد علی جناحؒ اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے ساتھ نہرو گاندھی وغیرہ کے نام رحمتہ اللہ علیہ کے بغیر لیتے ہیں تو ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ جب ہم غاصب ہندو کا لفظ بولتے ہیں تو بھارت کے نازک آبگینوں کو ٹھیس لگتی ہے یہ الگ بات ہے کہ حیدر آباد دکن اور جوناگڑھ وغیرہ کے علاوہ کشمیر پر بھی بھارت کا غاصبانہ قبضہ ہے۔ بھارت کی خوشنودی کیلئے رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کچھ بھول جانا چاہیے۔

ہم نے عقلمندوں سے سنا تھا "Know thyeslf" اور "Know thy enemy"
یعنی اپنی شخصیت اور اپنے دشمن کی پہچان رکھو۔ بدنصیبی کہ ہم نے نہ اپنے آپ کو پہچانا اور نہ ہی اپنے دشمن کو شناخت کیا۔ مرغ بادِنما کی طرح قدم قدم قبلہ بدلتے 57 سال گزر دیئے۔ آدھا وطن گنوا دیا' دھڑ تڑپ رہا ہے نہ پانی مہیا کرنے والا سر کشمیر' باوجود یو این او کی قراردادوں کے غاصب کے قبضہ میں ہے جس سے دستبرداری کی تیاری ہو رہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ نہرو جھوٹا تھا جنرل اسمبلی میں کشمیریوں کو حق خود ارادیت تسلیم کر لینے کے باوجود ساری زندگی عمل سے گریزاں رہا اور اس کے بعد اس کے سبھی جانشین بھی۔ کس کو معلوم نہیں کہ گاندھی مکار تھا اس کا اقرار زبیدہ جلال پڑھنا چاہیں تو گاندھی کی خودنوشت "The story of my experiment with truth." کا مطالعہ کر لیں۔ اگر وہ مکار نہ ہوتا' اس کے دجل سے کوئی تنگ نہ ہوتا تو گاندھی قتل نہ ہوتا۔

قومی نصاب سے جہاد اور بھارت کے سرزنے کے خلاف موجود مواد نکال کر اگر وزارتِ تعلیم کے پالیسی ساز یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ' برطانیہ اور بھارت پاکستان کی قیادت سے خوش ہو جائیں گے تو یہ

احمقوں کی جنت میں رہنے کے مترادف ہے۔ ہماری یہ پسپائی روکے نہ رک سکے گی۔ یہ قائداعظمؒ کی قیادت میں لاکھوں جانوں اور عصمتوں کی قربانی کی توہین ہے۔ کاش وزیر تعلیم کا مقدر بصیرت کی آنکھ ہوتی' وہ چشم تصور سے ہندو کی لگائی آگ میں جلتا مسلمان' سڑکوں پر برہنہ گھسیٹی جانے والی مسلم دوشیزائیں اور خنجروں نیزوں پر پروئے گئے معصوم بچے دیکھ سکتیں' وہ ہندو سکھ بچوں کی مسلمان ماؤں کی اجیرن زندگیوں کا ادراک کر سکتیں۔ قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے دوقومی نظریے کا بیخ دبن سے ادھیڑنے کا کام قائداعظم کی مسلم لیگ مکمل کر رہی ہے۔

گزرے دور میں میلوں ٹھیلوں میں چند آنے خرچ کر کے لوگ بازوؤں پر نام کھدواتے تھے' شیر بنواتے تھے کہتے ہیں ایک شوقین مزاج نے چونی دے کر بازو پر شیر بنانے کو کہا۔ کھدائی کرنے والے نے سوئی بازو پر رکھی تو تکلیف ہوئی پوچھا کیا بنا رہے ہو؟ وہ کہنے لگا شیر کی دم' کہنے لگا یہ کوئی اصلی ہے کچھ اور بناؤ۔ دوبارہ سوئی رکھی پھر تکلیف ہوئی تو اس نے بتایا کہ پیٹ بنا رہا ہوں۔ کہنے لگا کہ اس نے کونسا کھانا ہے پھر منہ کی باری آئی تو کہنے لگا جس کا پیٹ نہیں اسے منہ کی کیا ضرورت ہے؟ شیر بنانے والے نے چونی واپس دیتے ہوئے کہا کہ میں نے ایسا شیر آج تک نہیں دیکھا جس کا منہ نہ ہو پیٹ اور نہ ہی دم۔ تم اپنی پسند کا شیر دوسری جگہ سے بنوالو۔

وزارت تعلیم کا وہ نصاب جس میں سے جہاد' مصدقہ تاریخی حقائق اور اسلامی اخلاق و کردار کی اقدار نکال لی جائیں گی اسی شیر کی مانند رہ جائے گا کاش ہمارے جنرل حقیقی فلاحی نصاب کو اپنا کر دنیا و آخرت کی عزت کے حقدار بنتے کفر کسی تبدیلی سے خوش نہ ہوگا' مطالبات بڑھتے ہی رہیں گے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

☆ ☆ ☆

جمالی اور جلالی

نصابی معرکہ تھا خفیہ خفیہ
زبیدہ نے سچ فتح پا لی
کہ ہے پرویز کی اس سلطنت میں
جمالی سے کہیں بڑھ کر آگے جلالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

12-04-04

روشن خیال اور اعتدال پسند اسلام نصاب تعلیم میں!

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نصابِ تعلیم کو روشن خیال اور اعتدال پسند اسلام سے ”مزین“ کرنے کی جلالی کوشش کی ملک میں جس طرح ”پذیرائی“ ہوئی ہے ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے اور مغرب زدہ سیکولر ذہنیت کے حامل اقتدار کے لیے یہ ریفرنڈم سے کم نہیں ہے۔ اس ملکی سطح کے ریفرنڈم نے ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کے حوالے سے قوم بے عمل تو ہوسکتی ہے مگر بے ایمان یقیناً نہیں۔ دین سے وابستگی کا گراف حکمرانوں کی سوچ اور محنت کے برعکس ابھی بہت بلند ہے۔ اس حال میں ”بنیاد پرستی“ کے خلاف امریکی یورپی چاہت میں قدم اٹھانا اپنے اقتدار کے قدم اکھڑانے کے مترادف ہے۔

مغرب کا اسلام کے متعلق معاندانہ رویہ نائن الیون کے بعد سے نہیں بلکہ مغرب اپنے خبثِ باطن کا اظہار ہر دور میں کرتا رہا ہے۔ نصاب کے حوالے سے اپنی بات مکمل کرنے سے قبل ہم اپنے مذکورہ دعوے کو ثابت کرنے کے لئے صرف دو مثالیں آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

☆"In the city of Mecca, a prosperous businessman named Muhammad, believing that God had called him, began to preach in the busy streets. Because he attacked their way of life, the people jeered at him and turned him out of the city, He fled to Madina, some 200 miles away. Here, people listned to his preachings. From this small begining he developed the great religion of Islam.☆ (Picture reference book of the

"World of Islam" Bosswell Toylor - page 1

UK)

اسلام کے حوالے سے انتہائی ناپسندیدہ تصاویر کی حامل اس کتاب میں دوسری کذب بیانی کے علاوہ ہجرت کو مکہ سے فرار کا نام دیا ہے۔ اس کتابچے میں جو لیسٹر یو کے سے طبع ہوا اور جس کا ISBN نمبر 0340 20294 ہے حضرت محمد ﷺ کی پیدائش سے وفات تک کو لائن ڈرائنگ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ کی قلمی تصاویر کے علاوہ نبی مکرم ﷺ کے حجر اسود والے تصفیئے کی قلمی تصویر بھی دی گئی ہے اور اسی طرح غارِ ثور میں حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھے دکھانے کے ساتھ حضرت اسمؓا کو بکریوں کا دودھ نکالتے دکھایا گیا ہے۔

دوسری مثال پہلی سے بھی دیدہ دلیری ہے۔ یہ ایک سرکلر لیٹر ہے جو ڈلاس' ٹیکساس (بش کی جنم بھوی) امریکہ سے شائع شدہ ہے اور پاکستان میں پھیلایا جا رہا ہے۔

☆"Islam, the False Gospal:" For many years Islam has been regarded as a "False Gospal" and Christians have sought to convert Muslims to the only true and living God by accepting christianity.

To day there are over "One billion" Muslims. All are Un-saved, going straight to hell, all because they seek to reconcile and identify Allah, who is no God at all.☆

(Luekhoo Ministers P.O. Box. 815881 Dallas, Texax 75381 USA)

ان آقاؤں کا حکم ہے کہ دہشت گردی کے خلاف روشن خیال اعتدال پسندی والا نصاب مرتب کر کے قوم کو شاہرہ ترقی پر گامزن کر دو پھر تمہیں کسی ورلڈ بنک' آئی ایم ایف وغیرہ کے پیچھے دوڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ قومی سطح سے اوپر اٹھ کر قوموں کی برادری میں تم ''فرنٹ لائن سٹیٹ''

اور ''نیٹو کا غیر رکن اتحادی'' جیسے بے شمار ''اعزازات'' سے نوازے جاؤ گے اور سب سے بڑھ کر ''بنیاد پرستی'' کا داغ بھی دھل جائے گا۔

لندن ہی سے اسلامی ثقافت پر شائع ایک کتاب میں یہ ''حقیقت'' بڑی بے حیائی اور ڈھٹائی سے بیان کی گئی تھی کہ:۔

☆''مسلمانوں کے نبی محمد اپنے پیروؤں کو شراب سے منع کیا کرتے تھے جبکہ وہ خود بڑی چاہت سے نبیذ پیتے تھے جو ایک قسم کی شراب ہے''☆ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

نبیذ جس چیز کا نام ہے اس کا شراب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ کھجور یا کھجور اور جو کو رات کے وقت پانی میں بھگو کر اگلی صبح وہ پانی نتھار کر پی لینا یہ نبی اکرم ﷺ کو پسند تھا اور اس کے طبی فوائد بھی ہیں۔ خود فیصلہ کر لیجئے کہ شراب اور نبیذ میں کس قدر مناسبت ہے۔

مذکورہ طرز کے محققین کی ٹیم بڑی محنت سے پاکستان میں تیار کی گئی اور ایسی ٹیم کے تسلسل کے حوالے سے آپ آئے دن یہ خوشنما اعلانات اخبارات میں پڑھ رہے ہیں کہ امریکہ' برطانیہ اب پاکستانی اساتذہ کرام اور خصوصیت سے استانیوں کی برطانیہ و امریکہ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے خطیر رقم مختص کر رہا ہے اور چند گروپ جا بھی چکے ہیں۔ روشن خیال ماحول میں اسلامی اعتدال پسندی کا جو سبق یہ ''ماہرین تعلیم'' پڑھ کر آئینگے وہ ایسا ہی جدید نصاب بنائینگے۔

ماضی کے ایک ایسے ہی گروپ میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن (جو نظریاتی کونسل کے سربراہ بنے تھے) مرحوم راجا ف م ماجد (ن م راشد کے چھوٹے بھائی) اور ایک تیسرے صاحب شامل تھے جن کو سرکاری وظیفے پر میکگل یونیورسٹی میں اسلامیات میں ایم ایس کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ بقول مرحوم راجا ف م ماجد صاحب وہاں شعبہ کے چیئر مین مسٹر سمتھ نے جنہیں قران وسنت اور اسلامی تاریخ پر عبور تھا ہم تینوں میں سے ایک کو مرتد بنایا' دوسرا نہ کافر ہوا نہ مسلمان رہا (یہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن تھے) اور میں تعلیم ادھوری چھوڑ کر ایمان بچانے کے لئے فرار پر مجبور ہوا۔ واپسی پر ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے اسلام پر ایک متنازع کتاب لکھی تھی جس پر ملک گیر احتجاج ہوا تھا جو انہیں لے ڈوبا۔

مذکورہ طرز کے محققین نے جو نیا نصاب مرتب کیا اور جس میں مثال کے طور پر حضرت عمرؓ کے ''ذوق موسیقی'' کا انکشاف کیا اس پر تعجب کیسا؟ مغربی آقاؤں کا حق نمک ادا کرتے ایسی ہرزہ سرائی نہ

کریں گے تو آپ ان سے اور کس بات کی توقع کرتے ہیں؟ موجودہ روشن خیال اعتدال پسند حکومت کا تو ایجنڈا ہی یہی ہے جدید نصاب سے دو تین اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:۔

☆خوات بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سفر میں میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا۔ ابوعبیدہؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف بھی ہمرکاب تھے۔ لوگوں نے مجھ سے فرمائش کی ضرار کے شعر گائیے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "بہتر یہ ہے کہ اپنے اشعار گائیں" چنانچہ میں نے گانا شروع کیا اور ساری رات گاتا رہا"۔

☆محدث ابن الجوزی نے سیرۃ العمرین میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ رات کو حضرت عمر فاروقؓ گشت کر رہے تھے کہ ایک طرف سے گانے کی آواز آئی ادھر متوجہ ہوئے اور دیر تک کھڑے سنتے رہے۔ (بہا اردو لازمی جماعت دہم، صفحہ 4)

☆عصر حاضر علمی ترقی کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے ترقی یافتہ اقوام کا طرہ امتیاز اعلیٰ تعلیمی معیار ہے اس مقصد کے حصول میں نصاب اور درسی کتب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جن کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہماری حکومت کا تعلیمی میدان کو فوقیت دینا ثابت کرتا ہے۔ نصاب کی از سر نو تشکیل کے ساتھ ساتھ درسی کتب کی تصنیف و تدوین میں بھی ہم نے کہنہ مشق ماہرین کی خدمات حاصل کیں...... میں دعا کرتا ہوں کہ ہماری نسل نو جدید تعلیمی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کرے۔ (کلمات منیر وزیر اعلیٰ پنجاب)

حضرت عمرؓ کی سیرت پر جس مضمون کے نمونۂ دو اقتباس ہم نے اوپر درج کئے ہیں وہ مضمون علامہ شبلی نعمانیؒ سے منسوب کیا گیا ہے اس مضمون میں جگہ جگہ لفظ گانا استعمال کر کے حضرت عمرؓ کا نام لیتے ٹی وی ریڈیو پر اپنے گانے کے جملہ پروگرام حلال کرنے کی یہ "علمی و تحقیقی" کاوش ہے۔ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ شعر پڑھنا، لحن سے ہو یا سادہ انداز میں معروف معنی میں "گانے" سے یکسر مختلف چیز ہے اور حضرت عمرؓ جیسی شخصیت، جن کی خواہش کی تکمیل فرماتے رب ذوالجلال نے قرآن حکیم میں کئی آیات نازل فرمائیں، گانے سنیں، اس سے بدتر بہتان اور کیا ہوگا؟ اشعار کو گانے کا نام دینا علمی بانجھ پن نہیں تو اور کیا ہے؟

گانا یا موسیقی اپنا الگ مفہوم رکھتے ہیں اور اشعار کہنا سننا الگ صنف ہے۔ اشعار کو ترنم سے

پڑھنا جس میں شرک اور شہوانیت نہ ہو ممنوع نہیں ہے جب کہ گانے اور موسیقی میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا خصوصاً وہ گانے اور وہ موسیقی جو آج کل ٹی وی پر روا رکھی جا رہی ہے جو شہوانیت کو انگیخت کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ کا ذاتی رویہ کیا تھا اس پر مصدقہ مواد ہمیں فقہ حضرت عمرؓ مرتبہ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی (ظہران یونیورسٹی سعودی عرب) میں ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

☆حضرت عمرؓ موسیقی میں سے دف کو جائز سمجھتے تھے کہ اسے ولیمہ شادی اور ختنہ وغیرہ کے مواقع پر بجانا جائز ہے۔ بشرطیکہ فاسقوں کا اجتماع نہ ہو۔ اسی لئے آپ جب کوئی شور سنتے یا دف کی آواز سنتے تو دریافت کرتے کہ کیا ہے اگر لوگ بتاتے کہ شادی یا ختنہ کی تقریب ہے تو سکوت فرماتے اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہوتی تو کوڑہ اٹھا لیتے'' ☆

☆حضرت عمرؓ جب کسی حدی خواں کو اشعار پڑھتے سنتے تو اسے فرماتے کہ ایسے اشعار سے گریز کرو جن میں عورتوں کا ذکر ہو۔ (سنن البیہقی) (67/5)

دہم کلاس کی اردو لازمی سے اوپر نقل کردہ حوالہ کہ ''محدث ابن الجوازیؒ نے سیرۃ العمیرین میں لکھا ہے'' کی حقیقت یہ ہے کہ ایک رات آپؓ معمول کی گشت پر تھے ایک گھر سے کسی خاتون کے چار اشعار آپ کے کان میں پڑے جو وہ جذباتی انداز میں اپنے خاوند کی جدائی میں پڑھ رہی تھی۔ اس کا خاوند جہاد پر گیا ہوا تھا۔ خود اندازہ لگا لیجئے کہ 4 اشعار پر کتنا وقت لگتا ہے۔ عورت کی بیان کردہ کیفیت کا تعلق جہاد پر گئے مجاہدین کے ضمن میں پالیسی سے تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے توجہ سے سنے اور اگلی صبح حکم دے دیا گیا کہ ہر مجاہد کو 4 ماہ بعد لازماً چھٹی پر گھر بھیجا جائے اور خلافت راشدہ میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ مولانا شبلی نعمانی اور ابن جوزی کا نام لے کر غلط انداز میں بات ان سے منسوب کی گئی ہے۔ دونوں بزرگ حضرت عمرؓ کے متعلق ایسی بات نہ کہہ سکتے تھے جس سے آپ کی شخصیت کا منفی پہلو ثابت ہو۔ یہ علمی بددیانتی کی مثال ہے۔

حدی خوان کا ترنم سے اشعار پڑھنا جن میں شرک و شہوت نہ وہ کسی طرح بھی ممنوع نہیں۔ نہ ہی یہ معروف معنوں میں گانا کہلاتا ہے مثلاً حدی یہ بھی ہے

''ناقۂ سیاّرِ من'' آہوئے تاتارِ من' تیز ترگام زن' منزل تو دور نیست''

زبیدہ جلال امریکی ایجنڈے کی تکمیل میں اپنے ایمان کے اقرار کی نفی کر کے شاید دنیا تو بنا

لیں مگر آخرت یقیناً برباد کرلینگی۔ انہیں اپنے فیصلوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے آخرت بنانے کی فکر کرنے چاہیے دنیا خود بخود ٹھیک ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

☆ ☆ ☆

"جدید تعلیم و تہذیب کے مزاج اور اسکی طبعیت پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اسلام کے مزاج اور اسکی طبعیت کے بالکل منافی ہے۔ اگر ہم بجنسہ اسے لے کر اپنی نو خیز نسلوں میں پھیلاییں گے تو ان کو ہمیشہ کے لئے کھو دیں گے۔

آپ ان کو فلسفہ پڑھاتے ہیں جو کائنات کے مسئلے کو خدا کے بغیر حل کرنا چاہتا ہے' آپ ان کو وہ سائنس پڑھاتے ہیں جو معقولات سے منحرف اور محسوسات کی غلام ہے' آپ ان کو تاریخ' سیاسیات' معاشیات' قانون اور تمام علوم عمرانیات کی وہ تعلیم دیتے ہیں جو اپنے اصول سے لے کر فروغ تک اور نظریات سے لے کر عملیات تک اسلام کے نظریات و عمران سے یکسر مختلف ہے۔

آپ ان کی تربیت تمام تر ایسی تہذیب کے زیر اثر کر رہے ہیں جو اپنی روح اور اپنے مقاصد و مناہج کے اعتبار سے کلیتہ" اسلامی تہذیب کی ضد واقع ہوئی ہے۔ اس کے بعد کس بنا پر آپ یہ امید رکھتے ہیں کہ:۔

☆ ان کی نظر اسلامی نظر ہو گی؟

☆ ان کی سیرت اسلامی سیرت ہو گی؟

☆ ان کی زندگی اسلامی زندگی ہو گی؟

☆ قدیم طرز پر قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم اس نئی تعلیم کے ساتھ بے جوڑ ہے اس قسم کے تعلیمی عمل سے کوئی خوشگوار پھل حاصل نہ ہو گا۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے فرنگی سٹیمر میں پرانے بادبان محض نمائش کے لئے لگا دیئے جائیں مگر ان بادبانوں سے فرنگی سٹیمر قیامت تک اسلامی سٹیمر نہ بنے گا۔"

(بحوالہ' تعلیمات صفحہ 20-19' سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ' 15 اگست 1936ء)

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

12-04-2004

نصاب تعلیم میں تبدیلی امریکی خواہشات کی تکمیل ہے

''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' جس نے بھی کہا ہوگا' دوستوں کی دوستی ''چکھنے'' کے بعد ہی کہا ہوگا۔ آج ہمارے گردوپیش ایسے بے شمار ہیں جو اچھے برے دوست چکھ رہے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اچھے برے کی تمیز کھو چکے ہیں یا ایسی فرسودہ تمیز پر یقین ہی نہیں رکھتے۔ ان کا ایمان ہے کہ جسے ایک بار دوست کہہ دو پھر وہ دوست ہی ہے چاہے عزت کرے' چاہے بے عزت کرے دوستی اٹوٹ ہے۔

اس آخری نوع کے دوست پاکستان اور امریکہ ہیں۔ پاکستان یوں تو نصف صدی سے امریکہ کا دوست چلا آ رہا ہے اگرچہ وقتاً فوقتاً دوستانہ پابندیاں بھی انجوائے کرتا آیا ہے مگر ہر پابندی نے اس باہمی رشتۂ محبت کو ''مضبوط'' ہی کیا ہے۔ اسی طرح ''من چہ می سرائم وتنبورۂ من چہ می سرائد'' کے مصدق پاکستان نے کوئی بیان دیا تو امریکہ بہادر نے اس کی فوراً ''اصلاح'' کر دی مگر پاکستان کی روشن خیالی اعتدال پسندی کہ ماتھے پر بل نہ آیا۔

ایسے محبت بھرے بے شمار امریکی بیانات پاکستان کے عوام اخبارات میں گذشتہ 4,3 سال سے پڑھتے آ رہے ہیں۔ مثلاً پاکستان کے حکمران نے کہا کہ افغانستان پر امریکی حملے سے پاکستان کو ایک ارب ڈالر کا نقصان ہوا تو فوراً ہی پینٹاگون نے اصلاح کر دی کہ پاکستان کا خسارہ 10 ملین ڈالر ہے۔ پاکستان نے کہا کہ ہم نے امریکہ کو اپنے ہوائی اڈوں سے افغانستان پر حملوں کی اجازت نہیں دی۔

امریکی فوجی کمان نے اصلاح کر دی ہم نے اتنے ہزار حملے یہاں سے کئے ہیں۔

ایسی ہی محبت بھری ''اصلاح'' اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نصاب تعلیم کے حوالے سے کی گئی ہے اور پہلے بیانات سے یکسر مختلف انداز میں۔ ماضی میں امریکی انتظامیہ نے کبھی کوئی وضاحتی بیان حلف کے ساتھ نہیں دیا تھا جب کہ موجودہ بیان حلفیہ ہے اور اسے بین الاقوامی نشریاتی اداروں نے (Live) براہ راست نشر کیا ہے۔ یہ بیان امریکی صدر بش کی قومی سلامتی کی مشیر کونڈا لیزا رائس کا ہے جو اس نے تحقیقاتی کمیشن کے سامنے دیا۔

☆دہشت گردی کے مکمل خاتمے کے لئے یہ حکمت عملی طے کی گئی تھی کہ مسلم ممالک کے نصابِ تعلیم کو تبدیل کروایا جائے اور یہ کام ترجیحاً ہوتا کہ مسلمانوں میں امریکہ مخالف جذبات کا خاتمہ ہو۔ مشرقِ وسطیٰ اور دوسرے خطوں کے مسلم ممالک میں اصلاحات کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ پاکستان کی وزیر تعلیم ایک ونڈرفل خاتون وزیر ہیں۔ میں نے گزشتہ سال واشنگٹن میں ان سے ملاقات کی تھی اور پاکستان کے نصابِ تعلیم کے بارے میں تبادلہ خیال کیا تھا...... امریکہ اور پاکستان کا تعلق چھڑی اور گاجر (Carrot and Stick) کا ہے کہ چھڑی سے دوڑاؤ دھمکاؤ اور گاجر سے بہلاؤ☆

زبیدہ جلال نے اپنے دورہ امریکہ میں صدر بش کے بھی نیاز حاصل کئے تھے اور بش نے خصوصی تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''صدر پرویز مشرف کی کابینہ میں ایک نہایت ہی لائق فائق اور قابل قدر خاتون ہے جو تعلیمی اصلاحات کے بارے میں زبردست کام کر رہی ہے'' کیا مذکورہ حلفی بیان اور بش کے انکشاف کے بعد بھی یہ سمجھنے میں کوئی الجھن باقی رہ جاتی ہے کہ نصاب میں ''ماہرین'' نے اپنے طور پر اصلاح کی ہے؟

زبیدہ جلال کی موجودگی میں بلکہ پرویز مشرف اور زبیدہ جلال کی ملی بھگت سے امریکہ کی خواہش پر 33 تعلیمی بورڈوں کا نظم ونسق بے دین آغا خان فاؤنڈیشن کے سپرد ہوا اور امریکہ نے اپنی ''طے شدہ حکمت عملی'' کی کامیابی کے لئے 450 لاکھ ڈالر فوری طور پر آغا خان فاؤنڈیشن کی جھولی میں ڈالنا ضروری سمجھا اور فوراً بعد ورلڈ بنک کا 62 کروڑ 50 لاکھ ڈالر کا عطیہ پاکستان کے نظام تعلیم پر ''وار'' دیا گیا یہ عنایت خسروانہ کیوں؟

ماضی میں ترجیحی بنیادوں پر امریکی رپورٹ S-200 پر عمل کرتے مسلم ممالک میں بہبود آبادی کے خوشنما غلاف میں تحدید آبادی بلکہ اخلاق و کردار کی بربادی کا پروگرام بڑی شدومد کے ساتھ شروع کیا گیا تھا کہ اگر مسلم ممالک کی آبادی کنٹرول نہ کی تو امریکی یورپی معیشت مفلوج ہو کر رہ جائیگی۔ کروڑوں ڈالر بہبود آبادی کے نام پر دیئے گئے کہ آبادی نہ بھی رکے گی تو خیر اس پروگرام سے عورتوں کی بیماریاں تو کئی گنا بڑھیں گی۔

بہبود آبادی کی گولیوں ٹیکوں سے عورتیں بچے بیماریوں میں مبتلا ہونگے مریں گے اور یوں

آبادی کم ہوتی رہے گی۔ یہ پروگرام کامیابی سے چل رہا ہے اب تعلیمی بانجھ پن پیدا کرنے کے لئے زبیدہ جلالؔ ڈھونڈ لی گئی۔ محترمہ سے سوال کیا جاسکتا ہے کہ ٹی وی انٹرویو میں کی جانے والی وضاحتوں کی' کونڈالیزا رائس کے بیان حلفی کے بعد کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ رہا ان کی تعلیمی اصلاحات کے لئے فعال کردار کا مسئلہ تو دوسرا سوال یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ چھڑی Stick کا کمال ہے یا Carrot گاجر سے لبھانا ہے کیونکہ نصاب تعلیم جیسے مقدس ترین اثاثے پر شبخوں یا ڈاکہ بدترین ملی غداری ہے اور اتنا بڑا کام Stick یا Carrot کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

چھڑی Stick والا تجربہ تو قوم افغانستان پر امریکی یلغار سے قبل دیکھ بھی چکی ہے۔ غالبًا اب Carrot کی مٹھاس نے کام نکلوایا ہے۔

کیا اس بیان حلفی کے بعد زبیدہ جلال کا وزارت پر قائم رہنے کا کوئی جواز ہے؟ مگر ہمارے ہاں استعفیٰ کی ریت بھی تو نہیں ہے۔

☆ ☆ ☆

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

قرآن حکم دیتا ہے ہم کو جہاد کا
اور ہم ہیں کار بند الٰہی نصاب کے
انجیل جنگ کا نہیں دیتی سبق تمہیں
بش ن منکر آپ کیوں ہیں اپنی کتاب کے

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت محمد ﷺ سے منسوب غیر مصدقہ علم

بی ایڈ کے English Language and Literature کے پانچویں لازمی پرچے کے سلسلے میں محترم مرزا محمد یوسف صاحب کی مرتب کردہ کتاب (مجید بک ڈپو فیصل آباد) "A Comprehensive Study of B.Ed. English Language and Literature (New Functional approach)" اس وقت ہمارے سامنے ہے جس کا پہلا سبق صفحہ اول پر "Clemency of the Holy Prophet" ہے جو فاضل مصنف نے سید امیر علی کی کتاب "Spirit of Islam" کے صفحہ 84 سے من وعن نقل کیا ہے۔ سید امیر علی مرحوم نے "Mohammad's Clemency" چیپٹر 6 میں 6 ھ بمطابق 23 اپریل 627ء سے 12 اپریل 628ء تک کے واقعات کا احاطہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"It Was about this time that the Prophet granted to the monks of the monastry of St. Catherine, near mount Sinai, and to all Christians, a charter which has been justly designated as one of the nobelest monuments of enlightened tolerance, that the history of the world can produce........." پیرہ 2' صفحہ 84

مرزا محمد یوسف صاحب نے طلباء و طالبات کی سہولت کیلئے اپنی مذکورہ راہنما کتاب کے صفحہ 3 پر "پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کی رحمدلی" کے عنوان سے مذکورہ پیراگراف کا ترجمہ بھی دیا ہے۔ اس طویل اقتباس سے سید امیر علی مرحوم اور مرزا محمد یوسف صاحب' رحمتہ اللعالمین ﷺ کی' ادیان باطلہ کیلئے رواداری اور رحمدلی ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر صورتِ حال یہ ہے کہ تاریخی ریکارڈ اس واقع کے وقوع پذیر ہونے کی تصدیق نہیں کرتا۔ نبی رحمتؐ کی اپنے پرایوں کیلئے رواداری اور رحمدلی تو مسلمہ تاریخی حقیقت ہے اور ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے مگر جس واقع کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ مصدقہ نہیں ہے۔

ہم نے تاریخ طبری، ابن خلدون، ابن ہشام کے علاوہ سیرت رسول عربی مرتبہ نور بخش توکلی، محمد ﷺ، از ہیکل، محمد رسول اللہ ﷺ مرتبہ شعبہ اردو ادارہ معارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب از ڈاکٹر سید اسد گیلانی مرحوم سے 6 ہجری اور اس کے گردوپیش کے مصدقہ تاریخی واقعات سے مذکورہ زیر نظر واقع کی تصدیق کرنا چاہی تو ناکامی ہوئی کہیں بھی کوئی اشارہ نہ ملا۔

رسول اکرم ﷺ سے مکمل و اکمل Charter of Human Rights، خطبہ حج الوداع کی صورت میں معروف و محفوظ ہے جہاں تک یہودیوں یا عیسائیوں کو الگ سے کسی دیئے جانے والے چارٹر کا تعلق ہے میثاق مدینہ اس پر کچھ روشنی ڈالتا ہے مگر یہ یقیناً 6 ھ کا واقعہ نہیں جو سینٹ کیتھرائن میں پیش آیا۔ ملاحظہ فرمایئے میثاق مدینہ سے اقتباس:

"......لیکن ہجرت نبوی ﷺ پر مشرکین مکہ نے انصار مدینہ کو دھمکی دی کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کر دو یا شہر بدر کر دو ورنہ اہل مکہ خود کوئی تدبیر کریں گے۔ اس پر آنحضرت نے دفاعی ضرورتوں کے بارے میں شہر کے مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ کیوں نہ ایک شہری نظام قائم کریں جس سے شہر کے تمام لوگوں کی حفاظت کا انتظام ہو سکے۔ شہر کے اکثر لوگوں نے اس سے اتفاق کیا۔ (اوس کے 4 خاندان باہر رہے جو غالباً ابو عامر راہب کے رشتہ دار اور عیسائی تھے) باقی سب، یعنی مہاجرین مکہ و انصار مدینہ، نیز مدینہ منورہ کے غیر مسلم عرب اور یہودی، سب اس میں شریک ہوئے، اس مملکت کا ایک تحریری دستور مرتب ہوا جسے تاریخ نے محفوظ رکھا (دیکھئے محمد حمید اللہ: 'The first written constitution in the world مطبوعہ لاہور۔ میثاق مدینہ) اس میں حکومت کی ذمہ داریوں اور اطاعت گزاروں، الغرض دونوں اطراف کے حقوق و فرائض کافی وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں اور غیر مسلموں کے حقوق کو نہیں بھلایا گیا۔ اس میں انہیں دینی اور عدالتی معاملات میں داخلی خودمختاری ہی نہیں بلکہ معاقل (سماجی اور مالی تحفظ) میں مسلمانوں کے ساتھ مساوات عطا کی گئی ہے...... (میثاق مدینہ کا مکمل متن، A Short History of Islam "by Mazhar-ul-haq کے صفحات 51 تا 56 پر ملاحظہ کیا

جا سکتا ہے۔ یہ ایک اسلامی ریاست کا مکمل دستور ہے جس میں ہر کسی کے حقوق وفرائض کا تعین ہے“

(محمد ﷺ صفحہ 15-214 کالم 1,2) اردو دائرہ معارف اسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی)

مذکورہ اقتباس سامنے آنے پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محترم سید امیر علی مرحوم کو واقعہ درج کرنے میں سہو گیا کہ انہوں نے میثاق مدینہ میں غیر مسلموں کو عطا کئے جانیوالے حقوق کو سینٹ کیتھرائن کے پادریوں اور دیگر عیسائیوں کے ضمن میں سمجھ لیا حالانکہ یہ وہ خصوصی ہدایات تھیں جو جہاد میں شامل اہل ایمان کو ہر دشمن کے حوالے سے دی گئی تھیں گویا یہ مسلم سپاہ کیلئے Standing Orders تھے جنہیں سید امیر علی صاحب نے مسیحی حقوق کے چارٹر کا نام دیا ہے اور مرزا محمد یوسف صاحب نے واقعہ کی تحقیق کئے بغیر سہل پسندی سے اسے جوں کا توں نقل کر دیا۔ یہ سارا واقعہ بعض دوسرے تاریخی شواہد کی بنیاد پر بھی محل نظر ہے مثلاً یہ کہ سید امیر علی نے واقعہ کہاں سے لیا' کوئی حوالہ نہیں دیا گیا جو تاریخ مرتب کرنے والے کیلئے کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

1) سینٹ کیتھرائن کوہ سینا پر واقع ہے جو ارض فلسطین کا حصہ تھا اور نبی اکرم ﷺ نے وہاں کا سفر کبھی نہ فرمایا۔

2) حضور اکرم ﷺ نے 9ھ میں تبوک کی جانب سفر فرمایا اس سے پیشتر 6ھ میں سفر ثابت نہیں ہے۔

3) سرزمین عرب میں اس وقت سینٹ کیتھرائن نام کا کوئی معبد نہ تھا اور نہ اس خطہ میں کوہ سینا موجود ہے۔ کوہ سینا ارض فلسطین کا حصہ تھا اور تبوک سے کم و بیش 15 سو کلومیٹر فاصلے پر ہے۔

4) عام الوفود کی جو تفصیلات تاریخ ہمارے سامنے رکھتی ہے اس میں بھی سینٹ کیتھرائن سے کسی وفد کی آمد کا ذکر نہیں ہے۔

5) نجران سے عیسائیوں کا وفد مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے متعلق ایسی کسی تفصیل پر تاریخی گواہی مفقود ہے۔

مذکورہ تجزیے کی بنیاد پر یہ بات مکمل اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے .B.Ed کے نصاب میں

ایسا من گھڑت مواد شامل کرنا مستقبل کے اساتذہ کے ذریعے قوم کو حقائق سے دور لے جانے کی ایک کوشش ہے اور اگر بتدریج ایسے 'سہو' نصاب' اور وہ بھی قوم کے معماروں کے لیے نصاب کا جزو بنیں گے تو علم کی مارکیٹ میں بے علمی بڑھتی چلی جائیگی۔

اس کا تکلیف وہ پہلو یہ ہے کہ بات نبی آخرالزماں سرورِ دوعالم ﷺ سے منسوب ہے حالانکہ خود رحمتہ اللعالمین ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ سے غلط بات منسوب کرے اپنا ٹھکانہ جہنم میں جان لے۔ یقیناً یہ دانستہ کوشش نہیں محض سہو ہے۔ ہم بارگاہ رب العزت میں بصد عجز و نیاز استدعا کرتے ہیں کہ وہ ہر دو حضرات کے اس سہو سے صرف نظر فرمائے اور معاف فرما دے۔ آمین۔ یہ فرمان بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ "اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیزۃ العرب"

سہو کی نشاندہی کرنا ہمارا دینی اور اخلاقی فرض تھا جسے نبھاتے ہم بارگاہ رب العزت میں سپاس گزاریں کہ یہ صرف اس ذات کی عطا کردہ توفیق سے ممکن ہوا۔ الحمدللہ۔

☆ ☆ ☆

ہند میں اسلام کی ہوگی نہ تاریخ مسخ
رحمتِ عالم ہے یہ ہوگا نہیں کالعدم
رہنما اس کا ہادی خیر البشر ﷺ
قوم ہے اس کی تمام امتِ خیرالامم

☆ ☆ ☆

دین اسلام پر مبنی ہے نصاب تعلیم
اس میں تبدیلی کا جرم ہے سزا کے قابل
جس نے دو قومی نظریئے کی حدوں کو توڑا
نہیں ہرگز وہ معافی کی عطا کے قابل

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

24-03-2004

علم کا نیلام گھر اور ملی اہداف

آج علم جس طرح منہ چھپاتا پھر رہا ہے ماضی میں شاید کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا۔ علم ٹاٹ سکولوں سے ایئر کنڈیشنڈ وال ٹو وال قالینوں اور اعلیٰ ترین فرنیچر والے کمروں تک ترقی کر آیا ہے۔ علم ایک کلو وزنی بستہ سے آگے قدم بڑھاتے 7,6 کلو اور کہیں کہیں اس سے بھی زیادہ وزنی خوبصورت سکول بیگ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ کہیں بچے کے وزن کے برابر اور کہیں اس کے وزن سے بھی چند کلو گرام آگے۔ گزرتا وقت گواہ ہے کہ علم گھٹ گیا اور وزن بڑھتا گیا مگر باشعور ہمارے اس دعوے کی فوراً نفی کر دیں گے کیونکہ آج منڈی میں صرف علم نہیں علوم ہیں' ماضی کا انسان جن سے بے خبر تھا۔

''علوم'' آج کل مونٹی سوری سے (یہ انگلش میڈیم کی پہلی سیڑھی ہے جو گزرے وقتوں میں کچی یا پہلی جماعت کہلاتی تھی) آرٹ پیپر پر لیمی نیشن سے مزین رنگین کتب کے ذریعے طالب علم کا مقدر ہیں اور آئی ایم ایف جیسے محسنوں کے قرضوں سے مشروط سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ کی برکات سے معیاری قیمتوں پر دستیاب ہیں۔ معیار آج کے دور میں ہر کس و ناقص کی ضرورت ہے۔ غریب ہو یا امیر ہمہ وقت اور ہمہ جہت معیار کا متلاشی ہے کہ جو میں نہ بن سکا وہ میری اولاد کو بننا چاہیے۔ یہ سوچ کچھ بری بھی نہیں ہے مگر اس سوچ کی جو قیمت چکانی پڑتی ہے اعلیٰ سوسائٹی کیلئے کوئی مسئلہ نہیں ہے جبکہ غریب اور متوسط سفید پوش طبقہ کیلئے کمر توڑ ہے اور بدنصیبی یہ ہے کہ کمر تڑوانے کے باوجود معیار ان کی اولاد کا یا ان کا مقدر نہیں بنتا۔

حصولِ علم کے حوالے سے معیار کے متلاشیوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جس ادارے کی ظاہری ٹیپ ٹاپ نظر کو خیرہ کرتی ہے۔ سٹاف کا لباس جاذب ہے' ادارے کا بورڈ پر نام اور دعویٰ پر کشش ہے میڈیم انگلش ہے اور سب سے بڑھ کر فیسیں ''معیاری'' ہیں وہ ادارہ علمی میدان میں بھی صف اول میں شمار ہوتا ہے۔ اولاد کا کچھ بنانے والوں کی اس نفسیات سے فائدہ اٹھاتے گلیوں محلوں میں جابجا ''معیاری انگلش میڈیم'' تعلیمی ادارے دیکھے جاتے ہیں۔ علمی ادارے مادر علمی کی جگہ علم کی منڈیاں ہیں جہاں قدم

قدم پر آڑھتی علم کی ''بولی'' لگا رہے ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ ان علمی آڑھتیوں کی کئی اقسام اور ان کے کئی اہداف ہیں۔

علم کے ''پھیلانے'' میں بنیادی اینٹ پتھر کی حیثیت کتب لکھنے والوں کی ہے' لکھوانے والوں کی ہے' لکھنے والے کے پیش نظر معاشی ضرورت ہے' جن میں سے بعض کے پاس نظریہ بھی ہے۔ لکھوانے والوں کے سامنے جدت اور نظریہ دونوں ہیں اور تیسرے درجے میں مالی لالچ ہے۔ لکھوانے والوں میں سرکار بھی ہے اور پرائیویٹ پبلیشر بھی ہیں سرکار کے پالیسی ساز' پالیسی کے مطابق نظریات کی اکھاڑ پچھاڑ کرواتے ہیں' وسائل کی فکر اس لئے نہیں کہ وہ پالیسی کنٹرول کرنے والی نادیدہ قوت کے ذمہ ہے۔ پرائیویٹ پبلیشر کے ہاں نظریہ پر توجہ کم ہے اور معاشی پہلو زیادہ نمایاں ہیں' نظریاتی پبلیشر دونوں باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔

پبلیشر کتب فروش کی ''ہمت'' کا مرہون منت ہے اور یہ ہمت خریدی جاتی ہے کتب پر زیادہ سے زیادہ کمیشن دے کر جو 60 فیصد' 70 فیصد یا 75 فیصد بھی ہو سکتا ہے۔ اب آپ سوچیں گے کہ 75 فیصد کمیشن دے کر اسے کیا بچا۔ اس بچت کیلئے وہ کتاب کی معیاری طباعت کے ساتھ قیمت بھی معیاری رکھے گا مثلاً پہلی یا دوسری جماعت کی آرٹ پیپر پر رنگین لیمی نیشن والی 15 یا 20 صفحات والی کتاب پر فی کتاب 25,20 روپے خرچ آیا۔ اس پر پبلیشر نے 15 یا 20 فیصد بڑھا لیا گویا 25 روپے والی کتاب 30 روپے کی ہول سیل میں ہوئی۔ مقامی کتب فروش طالب علم کے والدین پر احسان عظیم کرتے ہوئے 70 روپے لکھی قیمت سے 10 فیصد کمی کے ساتھ 63 روپے میں فروخت کرتا ہے۔

30 روپے کی کتاب پر اس کا 20 فیصد منافع اور 5 فیصد اخراجات کا اضافہ کریں تو یہ کتاب ساڑھے 37 روپے کی بنتی ہے جو طالب علم کو 63 روپے میں ملی۔ گویا جائز منافع کے بعد بھی دکاندار کو ساڑھے 32 روپے بچ گئے۔ وہ یہ رقم خود نہیں کھاتا بلکہ یہ رقم ان اداروں کی ''خدمات'' پر اٹھتی ہے جہاں تمام سال اس نے اس سکول کی عمارت کی سفیدی' سالانہ سٹیشنری کی سپلائی اور چھوٹی موٹی دوسری بیگار نبھائی ہے جس کے بدلے نئے سال کے آغاز میں سکول انتظامیہ نے اس کی پسند کی کتب کیلئے اپنے سکول کے بچوں کو صرف اسی دکان سے کتب خریدنے کا پابند بنانا ہے۔ یہ کام عملاً ہوتا ہے جس پر ہم گواہ ہیں' علم کی منڈی کا یہ تیسرا بڑا ٹھیکیدار ہے۔

سرکاری یا پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں زیادہ کمیشن کے لالچ میں' من پسند پبلیشرز کی کتب

حرف آغاز

21 صدی کا چیلنج اور لوازمِ تعلیم و تربیت

دینی شعور رکھنے والے اپنی روزمرہ گفتگو میں لفظ "فخر" کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں کہ یہ فخر اپنے ساتھ غرور کو ملا کر جب"فخر و غرور" بنتا ہے تو کھلا تکبر سامنے آجاتا ہے جو صرف اس کائنات کے خالق ہی کو جچتا ہے اور جس کے مقابلے میں ابلیس نے یقیناً" یہ لفظ تو استعمال نہیں کیا تھا صرف عمل سے روّیے کا اظہار تھا کہ راندہ درگاہ بنا۔

فخر سے ہم نے بات اس لئے شروع کی کہ ہم اکثر یہ بات کہتے ہیں' ہمیں اس بات پر فخر ہے' ہمیں اجداد کے کارناموں پر فخر ہے' ہمیں اپنی تہذیب وثقافت پر فخر ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی ایک بات مَیں بھی کہنا چاہتا تھا مگر "فخر" کی ادائیگی کو میرے ہونٹوں نے روک لیا کہ فخر تمہیں زیب نہیں دیتا' شکرو سپاس تمہارا حقیقی سرمایہ ہے۔

اب میں اپنی بات یوں شروع کرونگا کہ تعلیم و تربیت کے حوالے سے قران و سنت کی روشنی میں ہمارے اسلاف نے ہمارے لئے جو قابل قدر وَرثہ چھوڑا ہے اس پر جس قدر اپنے خالق و مالک کے شکر گزار بنیں کم ہے کہ یہ ہمارا اعزاز ہے۔ اس علمی سرمایہ سے غیروں نے استفادہ کیا کہ یہ پارس پتھر ہے۔ انہوں نے اسے واقعتہ" پارس ہی پایا کہ علم کے ہر شعبہ میں مسلمان اساتذہ کی تحقیق کے مقابلے میں انکے ہاں کچھ نہ تھا۔ پھر تھوڑا شعور ان کا مقدر بنا تو انہوں نے ان فاضل اساتذہ کی تحقیق کو آگے بڑھایا اور خود محقق بن بیٹھے اگرچہ فی الواقعہ وہ صرف خوشہ چین تھے۔ اور ہماری بد نصیبی کہ ہم نے تحقیق کر کے آگے بڑھناپسند نہ کیا کہ بزرگوں سے قدم آگے رکھنا انکی "بے حرمتی" ہو گی اور ہم یقیناً" "ناخلف" نہیں ہیں کہ بزرگوں کی بے حرمتی کریں۔

غیروں نے تحقیق کر کے اپنے لئے اور ہمارے (ملتِ مسلمہ کے) لئے الگ الگ نظامِ تعلیم اور نصابِ تعلیم وضع کئے۔ اپنے لئے حکمرانی کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور ہمارے لئے دائمی غلامی کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور ہم نے انتہائی سپاس گزاری کے جذبات کے ساتھ اپنے ان "محسنوں" سے اسے وصول کیا اور (معاذ اللہ) قران و حدیث کی طرح "مقدس" تسلیم کرتے ہوئے جوں کا توں رائج کر کے غلام قوم تیار کرنی شروع کر دی۔ بھیڑ کی طرح نقوش پا کی پیروی کرتے گولڈن جوبلی بھی منا ڈالی اور نہ جانا کہ یہ گڑھے میں گرنا ہے' یہ زندہ قوم کا چلن نہیں ہے۔ پچاس سال میں ایک بار بھی رک کر نہ دیکھا کہ قائد اعظمؒ کے پاکستان کی حقیقی ضرورت کیا ہے اور

ہمارا نظام تعلیم کیا دے رہا ہے؟

نہ ہمارے اسلاف قدیم کے ساتھ جدید ملانے کے خلاف تھے۔ نہ مذہب، شریعت جدید علوم پر پابندی لگاتے ہیں۔ پابندی تو صرف یہی تھی کہ ہمارا نظام تعلیم بحیثیت مسلمان ہمارے مقصدِ تخلیق و حیات سے ہم آہنگ ہونا اور رہنا چاہیئے۔ یہ بات اغیار کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ ورلڈ بنک اور عالمی قوتوں کی مشروط تعلیمی امداد ہمیں انکے اپنے نصاب اور اپنے طرز تعلیم پر مجبور کرتی ہے اور مسلّمہ بھکاری ہونے کے ناتے ہم ان کے اشارۂ ابرو کی تکمیل کے لئے غلام ذہن اور اسلام کے لئے معذرت خواہانہ روّیہ رکھنے والے "مسلمان" پیدا کرنے والے "تدریسی کارخانے" چلاتے رہنے پر مجبور ہیں۔ کیا ایسا عملاً" ہو نہیں رہا؟

اس مختصر مضمون میں تعلیم و تربیت کے مطلوبہ لوازم پر بات کی گئی ہے۔ اس عنوان پر بہت کچھ کہا جا چکا ہے بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ رائے سے اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور اختلاف بھی' اخلاص نیت ہر جگہ بر قرار رہنا چاہیئے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو نافع بنائے طلباء' اساتذہ اور والدین اس سے استفادہ کریں آمین۔

قوم تعلیم کے حوالے سے انگلش میڈیم اور جونیئر سینئر کیمرج کے چکر سے نکل آئے اور ہر طبقہ کے لئے ایک ہی معیاری نصاب ہو تو معاشرتی اونچ نیچ ختم ہو گی۔ طلبا میں نفسیاتی مسائل پیدا نہیں ہوں گے۔

تعلیم و تربیت

تعلیم و تربیت پر بات کا آغاز کرتے بالعموم یہ الجھاؤ سامنے آتا ہے کہ تعلیم پہلے ہے یا تربیت۔ اپنے ہاں تو یہ مسئلہ خود بخود حل سمجھا جاتا ہے کہ روزمرہ بول چال اور لکھنے پڑھنے میں ہم چونکہ تعلیم کو پہلے رکھتے ہیں لہٰذا لازماً" تربیت بعد کا مرحلہ ہے مگر خطہ عرب میں تربیت پہلے اور تعلیم بعد کی اور سمجھی جاتی ہے مثلاً" وہاں محکمہ تعلیم کا نام "دائرۃ التربیتہ والتعلیم" ہے۔ بظاہر یہ بحث پہلے مرغی یا پہلے انڈہ طرز کا رخ رکھتی ہے۔

مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں تو عقل یہ باور کر لیتی ہے کہ تربیت ہی پہلی سیڑھی ہے جو ماں کی گود سے شروع ہوتی ہے' تعلیم اسے پالش کرتی ہے اور سماج یا معاشرہ اس سے فیضیاب ہوتا ہے۔ تربیت کی خامی بگاڑ پر ختم ہوتی ہے۔ تربیت اور تعلیم کے مابین پیاز کی دو تہوں کے درمیان باریک جھلی سے بھی کم فاصلہ ہے۔ علم جس چیز کا نام ہے وہ کتابوں کاپیوں کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ پیدائش کے بعد گردوپیش کے ماحول کو دیکھ کر بچہ علم حاصل کرتا ہے' ذرا بڑا ہوتا ہے تو سن کر علم میں اضافہ کرتا ہے اور (مزید) بڑا ہو کر عملی تجربات سے علم میں پختگی پیدا کرتا ہے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی :
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی؟

تربیت کیا ہے؟

تربیت کو بالعموم انگریزی زبان میں ٹریننگ Training کا متبادل لیا جاتا ہے۔ یہ مترادف کسی حد تو درست تسلیم کیا جا سکتا ہے مگر یہ حقیقی متبادل نہیں ہے۔ تربیت دراصل طے شدہ نصب العین (شعوری یا غیر شعوری) سے مطابقت پیدا کرنے' اسے مستقلاً" ہم آہنگ رکھنے کے لئے' اقدامات کا نام ہے یا آپ اسے مقصدیت کے مطابق "سدھانہ" کہہ سکتے ہیں۔ یہ مقصد یا مقاصد ہر کسی کے نزدیک مختلف ہو سکتے ہیں مثلاً" خالص اسلامی معاشرہ جن مقاصد کا تعین کرتا ہے' کیمونسٹ یا آزاد یورپی معاشرہ اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ یوں اسلامی معاشرہ میں زندہ رہنے کے لئے تربیت کے تقاضے اور ہوں گے جب کہ ہر دوسری طرز کے معاشروں میں انکے یہ تقاضے اپنے مجوزّہ اصولوں کے مطابق ہوں گے۔ ٹریننگ میں باقاعدہ علم کے ذریعے کچھ سکھایا جاتا ہے جب کہ تربیت کا ذریعہ اقدار اور رسوم و رواج ہوتے ہیں۔

علم کیا ہے؟

اوپر گزری سطور میں ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ علم تربیت کو پالش کر کے نکھارتا ہے اور یہ بھی کہ علم کتابوں' کاپیوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ہر انسان (الا ماشاءاللہ) حواس خمسہ سے علم حاصل کرتا ہے مثلاً" دیکھ کر' سن کر' سونگھ کر' چکھ کر اور چھو کر۔ مگر عرف عام میں جب ہم علم کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد مدارس کی تعلیم ہے خواہ یہ مدارس خالص دینی ہوں' دینی اور دنیوی ملے جلے ہوں یا خالص دنیوی تعلیم دینے والے ہوں۔ ظاہر ہے کہ مدارس کی تعلیم کتابوں کاپیوں کے ساتھ ساتھ تعلیم دینے والوں کی بھی محتاج ہے۔ تربیت کی طرح اسکی بنیادی ضرورت متعین نصب العین ہے۔ مثلاً" نبی آخر الزمان ﷺ پر پہلی وحی نے اس بات کا تعین کر دیا کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کا علم یا تعلیم اللہ کے نام کے تابع ہو گی' فرمایا:

"اقرا باسم ربک الذی خلق○ خلق الانسان من علق○ اقرا وربک الاکرم○ الذی علم بالقلم○ علم الانسان مالم یعلم○ "(علق 1:5)

(پڑھو! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھو! تمہارا

رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا وہ کچھ جو انسان نہ جانتا تھا)
علم، تعلیم یا ایجوکیشن کے متعلق فاضل لوگوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ آپ بھی دیکھ لیجئے کہ کس کی بات آپکے دل کو بھاتی ہے اور کس کی بات ناپسندیدہ ہے مثلاً" ایک صاحب فرماتے ہیں کہ :

"Edůcation is discipline of the mind by means of Instructions or study".

۱. "انسانی ذہن کو مطالعہ یا ہدایات کے ذریعے مخصوص نظم و ضبط کے سانچے میں ڈھالنے کا نام تعلیم ہے"۔

دوسرے صاحب مسٹر رے ماؤنٹ کہتے ہیں کہ :

"Education is the process of development in which consists the passage of a human being from infancy to maturity, the process whereby he adopts himself gradually in various ways to his physical, social and spiritual environment".

۲. "انسان کے بچپن سے جوانی کی طرف سفر کے مراحل میں بتدریج بڑھنے کا نام تعلیم ہے جو تدریج اس کے مادی، سماجی اور دینی ماحول ن مختلف جہتوں میں کارفرما ہوتی ہے"۔

تیسرے معروف ماہر تعلیم مارگن، تعلیم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

"Education is no longer merely drilling the child, so that he can read certain languages, performs certain acts, solves so many arithmetical problems, knows so many historical dates and names, recites so many lines of poetry. It is all these, but it is a vast deal more. It is the development of every phase of a child's life, so that he becomes a unified and an integrated personality".

۳. "تعلیم بچے کے زباندانی سیکھنے، چند حسابی سوالات حل کر لینے، کچھ تاریخی واقعات اور چند نظمیں رٹ لینے کا نام نہیں ہے۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ، مگر اس

سے بھی زیادہ یہ کہ مطلوب تعلیم بچے کی ہمہ جہت صلاحیتوں کی نشوونما کا نام ہے
تاکہ وہ ایک مکمل اور مربوط شخصیت کا مالک بنے"۔

پس ثابت ہوا کہ تعلیم تدریسِ عام کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے کوئی قوم خود آگہی کی منزل تک پہنچتی ہے

تعلیم کے ضمن میں ماہرین تعلیم کی آرا کے بعد، ہمارے طرز تعلیم پر طنز کے تیر بھی ملاحظہ فرما لیجئے کہ بسا اوقات حصولِ منزل کے لئے ایسے جملے مہمیز کا کام کرتے ہیں، منزل کا شعور بخشتے ہیں، کہنے والوں نے کہا کہ:

"Education in Pakistan is merely transfer of notes, from the notebook of a teacher to the notebooks of the students, through the media of a pencil, without going into the theame".

۴. "پاکستان میں تعلیم محض استاد کے نوٹس بذریعہ پنسل بچے کی نوٹ بکس (کاپیوں) میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ بچے کے قلب و ذہن میں جن کا کوئی حصہ منتقل نہیں ہوتا"

کیا میں اور آپ اس تلخ حقیقت پر گواہ نہیں ہیں۔ کیا نرسری سے یونیورسٹی تک (اِلاّ ماشا اللہ) یہی کچھ نہیں ہو رہا ہے؟

علم یا تعلیم کیوں؟

یوں تو ضمناً تعلیم کی ضرورت بیان ہو چکی ہے مگر اسکی اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس پر مزید کچھ کہا جائے۔ ایک چینی کہاوت ہے کہ "اگر تمہارا منصوبہ ایک سال کا ہے تو فصل اگاؤ، دس سال کا ہے تو درخت لگاؤ اور اگر دائمی ہے تو انسان اگاؤ" یعنی افراد پیدا کرو، اقدار کے حامل صاحب کردار افراد۔ اسی طرح ایک اور مفکر نے فرمایا "عظیم الشان شہر تعمیر کرنے کی کوئی اہمیت نہیں ہے اگر شہر کی تعمیر کرنے والے انسان کو تعمیر نہیں کیا جاتا" یہ اس لئے کہ بقول شاعر مشرق مفکر پاکستان:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا!

قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں تاریخ کے سپرد کرنے والے افراد ہی ہوتے ہیں آپ انہیں جس سانچے میں ڈھال لیں گے یہ ویسی ہی تاریخ مرتب کر دیں گے۔

موجودہ تعلیم (ہم ماضی بعید کا ذکر نہیں کرتے' اپنی گولڈن جوبلی والی نصف صدی کو ہی سامنے رکھیئے) جو کچھ اہل وطن کو دے چکی ہے اور دے رہی ہے وہ کسی ذی شعور سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہمارا نظامِ تعلیم' مقصد سے ہم آہنگ وحدتِ افکار سے خالی ہے

ڈاکٹر سرمحمد اقبالؒ نے بجا فرمایا تھا کہ :

آہ ! اس راز سے واقف ہے نہ مُلّا نہ فقیہہ
وحدت افکار کی بے وحدتِ کردار ہے خام

مزید فرمایا کہ :

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

آج کے نظام تعلیم پر ہم جو بات کہتے ہیں اسے فنڈامینٹلزم(Fundamentalism) 'رجعت پسندی' کے ٹھٹھے میں آڑا دیا جاتا ہے۔ ہماری بات نہ مانئے مشہور ماہر تعلیم مسٹر ایم۔ سی۔ وی جافریز کی بات سن لیجئے شاید یہی دل کو بھا جائے :

موصوف فرماتے ہیں :

"جدید تعلیم کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ یہ مقاصد کے بارے میں بے یقینی پیدا کرتی ہے"

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا موجودہ نظام تعلیم ہمیں مسلمان کے کردار و ایمان سے آراستہ کر سکتا ہے؟ کیا ایسا علم انسانیت کو موجودہ سماجی' معاشرتی' سیاسی' معاشی اور اخلاقی بحران سے نجات دیتا ہے یا کسی مرحلے پر نجات دلا سکتا ہے۔ اگر ہم خوش فہمی کا شکار نہ ہوں تو قلب و ذہن اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ خاردار جھاڑیوں کو آم اور سیب نہیں لگتے۔ پشاور جانے والی گاڑی میں بیٹھ کر' کراچی بخیریت بحفاظت اور جلد پہنچنے کی تمام مخلصانہ دعائیں بے کار ثابت ہوتی ہیں۔

مطلوبہ نظام تعلیم

مسلمان ہونے کے ناتے ہمارا مطلوبہ نظام تعلیم وہ ہے جو مسلم معاشرے کو مسلمان معلّم' مسلمان ڈاکٹر' مسلمان انجنیر' مسلمان تاجر' مسلمان آجرو اجیر' مسلمان زراعت کار اور مسلمان سیاستدان دے۔ مسلمان سے ہماری مراد محض مسلمان کہلوانے والے نہیں بلکہ اسلام کا فکرو شعور

رکھنے والے، فکرِ آخرت سے سرشار، دین و دنیا کی یک جائی کے قائل لوگ ہیں۔
مذکورہ طرز کے مطلوبہ نظامِ تعلیم کے لئے بالعموم ایک تعلیمی مثلث کا ذکر کیا جاتا ہے جو مساوی الاضلاع ہو یا اسکے تینوں زاویئے مساوی ہوں۔ اس مثلث کے اضلاع میں معلم، متعلم، اور والدین کو برابر کے اضلاع کہا گیا ہے جو تعلیم کے کھرا پن کی ضمانت ہیں۔ ہمارے نقطۂ نظر سے یہ مساوی الاضلاع مثلث قطعاً" ادھوری ہے اور مطلوبہ نتائج کی ضمانت اس کے پاس ہو ہی نہیں سکتی۔

مقصد سے ہم آہنگ مطلوبہ تعلیم کی ضرورت مساوی الاضلاع مثلث کے بجائے مساوی الاضلاع مربعہ ہے جسکے چار اضلاع یہ ہیں۔ معلم، متعلم، والدین اور نصاب تعلیم اس مربعہ کے چاروں قائمہ زاویے نصب العین، منصوبہ بندی، تعلیمی ماحول اور جہد مسلسل یا استمرار ہیں۔ ان آٹھ عناصر میں سے جس کسی میں جھول ہو گا معیار مطلوب میں اسی قدر کمی رہ جائے گی۔ اس کسوٹی پر آپ ہر دور کے نظامِ تعلیم، خصوصاً" اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پچاس سالہ نظامِ تعلیم کو پرکھ کر خود فیصلہ کر لیجئے کہ بات حقیقت سے کس قدر قریب یا بعید ہے۔

ہم مسلمان ہونے کے ناتے موجودہ طرزِ تعلیم سے نالاں ہوں تو یہ اچنبھے کی بات نہیں، مگر ہمیں مغربی طرز کا نظامِ تعلیم دینے والے ماہرین تعلیم بھی اپنے نظام تعلیم سے نالاں ہوں تو بات قابل توجہ ہے مثلاً" سطور بالا میں آپ جو فریز کا یہ جملہ پڑھ چکے ہیں کہ "جدید تعلیم کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ یہ مقاصد کے بارے میں بے یقینی پیدا کرتی ہے" اگر یورپ کا نظام تعلیم انکے اپنے مقاصد کے بارے بے یقینی پیدا کرتا ہے تو اسے ملتِ مسلمہ کے مقاصد سے ہم آہنگ کیسے تسلیم کر لیا جائے؟ جو ان کے لئے زہر ہے ہمارے لئے تریاق کیسے ہو سکتا ہے؟ جو یہ سمجھتے ہیں عقل کے اندھے ہیں۔

تعلیمی مربعہ

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تعلیم کے تقاضے، اسلام اور اسلامی نظریہ پاکستان کے زیر سایہ استحکام پاکستان کی خاطر ایسا تعلیمی مربعہ درکار ہے جس میں چار اضلاع معلم، متعلم، والدین اور نصابِ تعلیم موجود ہوں۔ آیئے ذرا تفصیل کے ساتھ ہر ایک کی اہمیت اور دوسرے پر اسکے اثرات یا ان سب کے باہم ربط پر بات کریں تاکہ آپ ہمارا نقطہ نظر آسانی سے سمجھ لیں۔

معلّم

معلم پورے نظامِ تعلیم میں کنگ پن ہے۔ اسی مرکزی نقطہ کے گرد سارا نظامِ تعلیم گھومتا ہے۔ معلم ہونا آج اگرچہ سب کی سمجھی جاتی ہے مگر فی الواقعہ معاشرتی سطح پر یہ افضل ترین مقام و مرتبہ ہے کہ یہ معلم انسانیت ﷺ کی نیابت ہے۔ جب تک نیابت کا یہ شعور زندہ و اجاگر رہا' قدر و منزلت معلم کا مقدر رہی اور جب خود معلم اصل کا منحرف ہوا قدر و منزلت اس سے چھنتی چلی گئی اور آج جو حال ہے وہ ہر کسی کے سامنے ہے۔

معلم کے مقام کو رفعت دینے والے اجزا میں سے اہم ترین مقصد سے مخلصانہ لگن' اپنے متعلقہ شعبہ کے علم میں مہارتِ تامہ' قول و فعل میں یک رنگی اور متعلم کے ساتھ ہمدردی و شفقت کا جذبہ ہے جو اس ہستی میں تھا جس کی نیابت کا فریضہ معلم ادا کر رہا ہے ہماری مراد معلم انسانیت ﷺ سے ہے جن کے متعلق قران نے گواہی دی کہ :

" عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم"

(التوبہ)

"جن کو تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے تمہاری بھلائی کو بے انتہا چاہنے والے ہیں اور اہل ایمان پر (بالخصوص) انتہائی مہربان ہیں"

معلم جب شعور کے ساتھ اپنے پیشہ کو نیابتِ رحمتہ اللعالمین سمجھ کر اپنا جائزہ لے گا تو وہ اپنی نظروں میں بھی ممتاز و محترم ہو گا' متعلمین اور معاشرہ کی نگاہوں کا تارا بھی بنے گا۔ اسلامی تاریخ اساتذہ کرام کے درخشندہ کردار کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ مقصد سے مخلصانہ لگن کردار میں نکھار پیدا کرتی ہے اور کردار کا یہی نکھار جب شاگرد کی طرف منتقل ہوتا ہے تو استاد شاگرد کی نظر میں انتہائی معزز و محترم بن جاتا ہے کہ وہ ہمہ پہلو بردبار پایا جاتا ہے۔

معلم کی شخصیت میں دوسری مطلوبہ چیز' اپنے شعبہ کے علم میں مہارتِ تامہ ہے۔ اگرچہ بار بار ایک ہی کتاب پڑھانے سے ازبر ہو جاتی ہے۔ مگر حقیقی معلم اسکے باوجود اپنے شاگردوں کے مزاج' علمی سطح کو پیش نظر رکھ کر تیاری کر کے کلاس میں آتا ہے۔ متوقع سوالوں کے ممکن جوابات پر نظر رکھتا ہے۔ کلاس میں سوال کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ انہیں مطمئن کرتا ہے۔

ایک مغربی مفکر معلم کو یوں مخاطب کرتے ہیں۔

"The teacher must not forget, however, that his

duty lies in the development of proper attitudes as well as in the dissemination of information".

۵. "ایک معلم کو بہر حال یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ رویوں کی معقول نشوو نما اور اس کے لئے موزوں معلومات کو وسعت کے ساتھ مہیا کرنا اس کا فرض منصبی ہے۔"

اسی طرح ایک دوسرے محقق اپنی تحقیق کا سرمایہ ان الفاظ میں ہمارے سامنے رکھتے ہیں۔

"In the last analysis, the competancy of a teache: lies in the mastry of his field of knowledge".

۶. "آخری تجزیے کے مطابق معلم کے لئے معیار مطلوب اس سے متعلقہ علوم میں اس کی مہارت تامہ ہے"۔

تیسری صفت اگرچہ' ہر شخص میں مطلوب ہے مگر ایک شعوری معلم اس کے لئے مکلف ہے۔ یہ صفت ہے قول و فعل میں ہم آہنگی کا پایا جانا۔ مثلاً" سگرٹ نوش استاد اپنے شاگردوں کو تمباکو نوشی کے مضر اثرات پڑھاتا جچتا نہیں ہے۔ اسی طرح آج کا کام کل پر ٹالنے والا' بدعہد استاد ایفائے عہد کی اہمیت پر بات کرے تو اسکے اندر کا انسان اسے ملامت کرتا ہے۔
مکمل میک اپ اور قیمتی لباس میں سجی معلمہ سادگی پر لکچر دے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے چوراہے پر کھڑا کوئی جھوٹ بول رہا ہے۔
مذکورہ تمام صفات تو رہی ایک طرف کہ ان سب کی حیثیت اس آخری اہم ترین صفت کے تابع ہے اور یہ صفت ہے کہ اچھا معلم اپنے ہر سبق کو اپنے خالق' اس کائنات میں علوم کے خالق اور معلم انسانیت ﷺ کے فرامین کی روشنی سے پڑھائے جانے والے اسباق کو مزین کرتا ہے تاکہ طالب علم کے ذہن میں اپنے اور کائنات کے خالق کے ساتھ رابطہ قائم اور مستحکم ہو' محسن انسانیت ﷺ کے حقیقی احسانات کا وہ بتدریج معترف ہوتا چلا جائے اور یہ تعلق اسکی شخصیت کا اٹوٹ حصہ بن جائے۔ اس محنت سے عملی زندگی میں وہ یقیناً" جس شعبے میں جائیگا اسکی سوچ شعوری مسلمان کی سوچ ہو گی۔
مسلمان معلم کلاس میں آکسیجن گیس کی اہمیت اور تیاری پڑھانا چاہتا ہے۔ وہ اپنے لیکچر کا آغاز اس جملے سے کرتا ہے۔"آپ جانتے ہیں کہ ہر قسم کی زندگی کے لئے ہوا بنیادی ضرورت ہے' خوراک یعنی روٹی اور پانی کے بغیر جاندار گھنٹوں زندہ رہ سکتے ہیں مگر ہوا کے بغیر چند منٹ زندہ رہنا محال ہے اور ہوا کا وہ جزو جو زندگی دیتا اور لیتا ہے آکسیجن گیس ہے۔ یہ تو کل کی بات

ہے کہ سائنسدانوں نے آکسیجن بنانے کا فارمولا ڈھونڈ نکالا جبکہ ہمارے خالق نے آکسیجن کی مستقل سپلائی کے لئے تیاری کا ایسا نظام تشکیل دیا جو صدیوں انسان کے وہم و گمان میں نہ تھا اور جو کائنات کی تخلیق کے ساتھ شروع ہوا قیامت تک خود کار رہے گا۔"

"حکیم و خبیر خالق نے اس دھرتی پر سرسبز درخت بلا وجہ نہیں اگائے ان میں سے ہر ایک آکسیجن بنانے کا کارخانہ ہے۔ انسان ہوا سے جو سانس پھیپھڑوں میں لے جاتا ہے اور جس میں آکسیجن ہوتی ہے' استعمال کر کے سانس خارج کرتا ہے تو کاربن ڈائی آکسائڈ گیس کی صورت میں باہر نکلتی ہے۔ یہ زہریلی گیس انسان کے لئے ہلاکت ہے مگر اللہ تعالیٰ کا نظام دیکھئے کہ اس نے یہ اصول بنا کر پوری انسانیت ہی نہیں ہر جاندار پر احسان فرمایا کہ گرم ہونے کے ناتے منہ سے خارج ہوتے ہی یہ اوپر اٹھے اور تازہ ہوا میں آکسیجن بھاری ہونے کے ناتے نیچے سے ناک میں پہنچے۔ پھر یہ استعمال شدہ جانداروں کے منہ سے خارج گیس درخت واپس لے کر پھر سے اپنے سبز پتوں کے کارخانے سے آکسیجن بنا کر جانداروں کو سپلائی کر دیں۔"

"آپ جانتے ہیں' کہ آپ نے اپنی کتابوں میں یہی پڑھا ہے' پانی جو اللہ تعالیٰ کا ہر جاندار کے لئے انعام ہے دو گیسوں سے مل کر بنا ہے ایک آکسیجن ہے اور دوسری ہائیڈروجن ہے۔ ہائیڈروجن جلتی ہے اور آکسیجن جلنے میں مدد دیتی ہے اور ہمارے پرورش کنندہ رب کا کتنا بڑا معجزہ ہے کہ بھڑکنے والی اور بھڑکانے والی دونوں گیسوں کو باہم ملا کر پانی بنا دیا جو ہماری زندگی کا بنیادی جزو ہے اور بھڑکتی آگ ٹھنڈا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ علی ہذا القیاس"۔

مسلمان معلم اپنی کلاس کو علم الابدان Physiology پڑھانا شروع کرتا ہے تو اپنے سبق کا آغاز ان الفاظ سے کرتا ہے' "انسان ہوں یا دیگر جاندار' ہر چیز خالقِ کائنات کا تخلیقی شاہ کار ہے۔ آپ دور نہ جائیں ذرا اپنے جسم پر ایک نظر ڈالیں' اس کے اندر کی مشینری پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ رب العزت ہر کاریگر سے بڑھ کر عظیم ترین بنانے والا ہے جس نے انسان کی بیرونی اور اندرونی مشینری بنائی ہے اور ہر عضو کے کام کو دوسرے عضو کے ساتھ کس طرح مربوط کیا ہے مثلاً" دل' پھیپھڑے' معدہ' جگر' پتہ' گردے اور مثانہ وغیرہ' جن پر ہم الگ الگ ہر سبق میں بات کریں گے"۔

یہی معلم اپنی کلاس کو ریاضی پڑھاتا ہے تو سود کے سوالات شروع ہوتے ہی وہ کلاس سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ "سود کا لین دین اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اپنی سچی کتاب قرآن حکیم میں حرام کر دیا ہے۔ ہم یہ سبق صرف اس لئے پڑھتے ہیں کہ بدقسمتی سے ابھی تک ہم غیروں کے دیئے نظامِ معیشت میں جکڑے ہوئے ہیں۔ آپ میں سے کسی کو بھی اپنی عملی زندگی میں ایسے غیر اسلامی نظام سے بہ امر مجبوری واسطہ پڑ سکتا ہے اور پھر یہ بھی کہ آپ اسے بطور علم

حاصل کر رہے ہیں۔ اسی علم کی بنیاد پر تو آپ کو حلال و حرام کی تمیز ہو گی۔ ہمارے پیارے نبیؐ نے علم حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔" اسی طرح دوسرے اسباق ہیں۔

اس کے برعکس بے دین مدرس یا عام مدرس اپنی کلاس کو پڑھائے گا کہ فلاں شخص نے بنک میں اس شرح سود پر اپنا پیسہ اتنے سال کے لئے رکھا بتاؤ اسے کتنا "منافع" ہوا۔ یہی فرق ہے کہ مسلمان معلم اس منافع کو خدا کی نافرمانی سے کمایا ہوا حرام مال کہے گا۔ دوسری مثال کہ ایک گوالا دودھ میں پانی ڈالتا ہے۔ دس کلو دودھ میں تین کلو پانی ڈال کر دس روپے کلو فروخت کر کے کتنا منافع لیا۔ جبکہ مسلمان مدرس اس سوال کو پڑھاتے وقت یہ بتائے گا کہ دودھ میں پانی ڈالنا گناہ ہے اور اس سے پیسہ کمانا رزق حرام ہے اور دس کلو دودھ میں تین کلو پانی ملا کر دس روپے کلو فروخت کر کے اس نے تیس روپے حرام کما کر اپنی جائز آمدن میں ملا کر اسے بھی حرام کر لیا۔

مزید قدم آگے بڑھائے تو حضرت عمرؓ کے زمانے کا واقعہ کلاس کو سنادے کہ "ایک غریب بڑھیا نے صبح سویرے اپنی بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کیلئے کہا کہ اس سے آمدنی بڑھ جائے گی۔ بیٹی نے ماں سے کہا کہ حضرت عمرؓ کا حکم ہے کہ پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا کہ عمرؓ اس وقت کون سا دیکھ رہے ہیں۔ بیٹی نے جواب دیا کہ اگرچہ عمرؓ نہیں دیکھ رہے پر اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اتفاقاً" وہاں سے گذرتے یہ بات سن لی اور صبح سویرے اپنی بیوی کو اس گھر بھیج کر اپنے بیٹے کے لئے اس پاکباز لڑکی کا رشتہ مانگ کر اسے اپنی بہو بنا لیا۔ اور دودھ میں پانی نہ ملانے والی یہ لڑکی عمرؒ (ثانی) بن عبدالعزیز کی نانی تھیں"۔

والدین

تدریسی مربعہ کا دوسرا ضلع والدین ہیں جو اہمیت کے نقطہ نظر سے کسی طرح بھی معلم کے درجے سے کم نہیں ہیں بلکہ شاید انکی اہمیت کچھ زیادہ ہی ہے کہ بچہ سکول میں محدود وقت گزارتا ہے۔ بقیہ تمام وقت والدین کی سرپرستی میں (شعوری یا غیر شعوری) گزرتا ہے۔ مدرسہ میں معلم کے دیئے سبق سے گھر میں کچھ مطابقت یا توجہ مل گئی تو محنت بے کار نہیں گئی اور عدم توجہ کی کیفیت پیدا ہو گئی تو مدرس کی محنت اکارت گئی یا جس قدر توجہ کا فقدان رہا اسی قدر محنت رائیگاں گئی۔

اولاد کے درخشاں مستقبل کا والدین کو شعور ہے تو وہ ہمہ وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مدرسہ میں انکے بچوں کو اچھے اساتذہ ملیں اور مدرسہ سے واپسی پر گھر میں صحت مند تعلیمی

ماحول انکی اولاد کا مقدر بنے۔ جو والدین مذکورہ کوشش میں کمزور رہتے ہیں مطلوبہ نتائج ان کا مقدر نہیں بنتے۔ کامیابی یا ناکامی کی شرح کا دارومدار اپنی اولاد پر ان کی محنت کی شرح پر ہے۔

والدین کے قول و فعل کا تضاد' والدین کا بعض قباحتوں میں خود عملاً" ملوث ہونا مگر اولاد سے بچے رہنے کی توقع رکھنا' مثلا" خود جھوٹ بولنا' گالی بکنا' تمباکو نوشی کرنا یا دیگر بد عادات میں ملوث ہونا اور اولاد کو ایسی عادات سے محفوظ رکھنے کی آرزو کرنا یا عملاً" تگ و دو کرنا صریحا" خود فریبی ہے اور آپ جانتے ہی ہیں کہ خود فریبی میں مبتلا رہنے والوں کا نقصان دوسروں کی نسبت ہمیشہ ہی زیادہ ہوتا ہے۔

والدین کی ذمہ داری گھر کے ماحول کو درست رکھ کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ انہیں مدرسہ کے اوقات کار کے بعد بچے کی گھر سے باہر نشست و برخاست اور سوسائٹی کا بھی مکمل علم ہونا چاہیے کہ دوستوں سے بھی کسی شخص کی پہچان ہو جاتی ہے بڑا مشہور مقولہ ہے کہ "A man is known by the friends he keep." اسی طرح والدین کو اپنے بیٹے بیٹی کے بستے یا الماری یا تکیہ کے نیچے رکھی کتب کا بھی علم ہونا چاہیے کیونکہ سوسائٹی کی طرح کتب بھی بچے بچی کی بنتی بگڑتی شخصیت کی نشاندہی کرتی ہیں "A man is known by the books he keep" کتب ہوں یا رسائل و جرائد اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے؟ پرکھنے کے لئے لمبے چوڑے تجربہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو صرف اسی کسوٹی پر پرکھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ بچہ بچی اگر آپ کو یا گھر کے کسی دوسرے فرد کو دیکھ کر پڑھا جانے والا مواد چھپانے کی کوشش کرے یا عملاً" چھپالے تو وہ ناپسندیدہ لٹریچر ہے اور اگر چھپانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تو وہ قباحت سے پاک ہے مگر یہ فارمولا "روشن ضمیر اعلی سوسائٹی" کے لئے نہیں ہے کہ وہاں تو بہت کچھ چھوٹے بڑے مل کر انجوائے کرتے ہیں۔ ہم نے بات غریب گھرانوں اور درمیانے طبقہ کی کی ہے۔

والدین کے لئے اسی طرح کی تیسری اہم ذمہ داری یہ ہے کہ گاہے گاہے وہ سکول کالج جا کر بچہ بچی کے معلمین سے ملاقات کر کے بچے بچی کی تعلیمی استعداد سے آگہی حاصل کریں۔ والدین اور اساتذہ کی وقفے وقفے سے ملاقات طالب علم کو چوکنا رکھے گی کہ باقاعدہ میرا پیچھا کیا جا رہا ہے' نہ سکول سے غائب ہونے کا چانس ہے اور نہ ہی ہوم ورک سے فرار کی گنجائش ہے۔ ویسے والدین اگر روزانہ کا ہوم ورک چیک کر لیا کریں تو یہ بچے کے اچھے نمبروں میں کامیابی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ مذہب بیزار اور مقصدِ حیات کے شعور سے عاری والدین شاذو نادر ہی اولاد کی معیاری تعلیم و تربیت سے فیضاب ہوتے ہیں کہ اولاد دوغلے ماحول سے اثر لیتی ہے۔

والدین کے حوالے سے اوپر ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے یہ محض ہمارا مشورہ نہیں ہے کہ

وہ اسے تسلیم کر لیں یا رد کر دیں۔ یہ تو ہمارے خالق و مالک کا حکم ہے جو قرآن حکیم میں مختلف انداز میں جگہ جگہ بیان ہوا۔ والدین اولاد کے لئے مکلف ہیں کہ اچھی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں بصورت دیگر محشر میں یہی اولاد بارگاہ رب العزت میں استدعا کرے گی کہ یا مالکِ یوم الدین' ہمیں گمراہ زندگی گزارنے کی سزا کے طور پر جہنم واصل کرنے سے پہلے صرف ہماری ایک فریاد سن لے کہ تیری ذات عادل ہے۔ ہماری تعلیم و تربیت کے ذمہ ہمارے بزرگ تھے جو آج تیرے روبرو حاضر ہیں تو ان سے صرف یہ پوچھ لے کہ کیا انہوں نے اپنا یہ فریضہ ادا کر دیا تھا' کیا گمراہی سے ہمیں بچانے کی خاطر انہوں نے تگ و دو کی تھی۔ اگر ان کے جواب سے تیری ذات مطمئن ہے تو ہمیں جہنم میں ڈال دے کہ تیرا عدل برحق ہے اور اگر آج یہ ہونٹ سلے مجرم ہیں تو انہیں ہم سے پہلے دوزخ کا ایندھن بنائیں۔

نصاب

نصابِ تعلیم کی حیثیت ڈاکٹر یا حکیم کے اس نسخے کی طرح ہے جو مریض کی تکلیف' علامات' صحت کی ضروریات اور اسکے وسائل کی روشنی میں تجویز کیا جانا ضروری ہے' ورنہ مریض استفادہ نہ کر سکے گا شفا سے محروم رہے گا۔ یوں معلم اور والدین کے اہم مقام کے ساتھ اہم ترین مقام نصاب تعلیم کا ہے۔ اگرچہ یہ جملہ بارہا ہم نے سنا اور ہم دہراتے بھی ہیں کہ Man behind the gun یعنی اصل حیثیت بندوقچی کی ہوتی ہے جو ٹارگٹ پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگاتا ہے اور یہاں معلم Man behind the gun ہے' گن نصاب تعلیم ہے ٹارگٹ متعلم کی تعلیم ہے اور والدین فراہمی اسلحہ (نصاب) کے ساتھ ساتھ ٹارگٹ واضح رکھنے (طالب علم کو معقول تعلیمی ماحول میسر رکھنے) کے لئے ذمہ دار ہیں۔ ان سب اجزا کے اشتراک سے مطلوبہ نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔

اسلام نے علم کے حصول کے حوالے سے کوئی پابندی عائد نہیں کی کہ فلاں علم حاصل کیا جائے اور فلاں نہیں' پابندی تو صرف گمراہی' فحاشی' شرک و بدعت اور حقیقی مقصدِ حیات سے دور لے جانے والے علم پر ہے۔ کسی بھی زبان کا علم ہو' کیمیا و فزکس ہو' ڈاکٹری یا انجینئرنگ ہو' فلکیات و عمرانیات و سیاسیات ہو یا علم معاشیات وغیرہ ہر ایک علم مطلوب ہے بشرطیکہ مقصدِ حیات سے ہم آہنگ ہو۔ اور سچی بات تو یہ ہے مذکورہ ہر شعبہ کے علم کی جھولی میں سب سے زیادہ ہمارے محسن معلم ﷺ اور ہمارے علماء و فضلاء نے ڈالا ہے۔ دوسری اقوام تو خوشہ چین ہیں۔

یہ ہماری ملی بد نصیبی ہے کہ ہم نے اسلاف کی محنت کے وارث بنے اور اس محنت سے استفادہ کرنے کے بجائے اُن سے نصابِ تعلیم مستعار لیا جنکے اپنے پاس ہمارے معلم سکالروں کی محنت سے اخذ کردہ سرمایۂِ علم ہے اور جس میں وہ بہت کچھ کھوٹ ملا چکے ہیں۔ یہ کھوٹ آج ہمارے ہاں دیکھی جاسکتی ہے کہ نقل کے ساتھ عقل کو شامل نہیں ہونے دیا گیا۔ بچوں کی استعداد کا تجزیہ کئے بغیر نصاب ان پر لاد دیا گیا ہے۔

آج ہمارے نصاب میں کتب کی بھرمار ہے۔ کتابیں کاپیاں بچے کے اپنے وزن سے اگر زائد نہیں تو برابر وزن کی ضرور ہیں۔ اور دوسری طرف یہی بوجھ والدین کی کمر توڑے دے رہا ہے۔ بچہ اتنے علوم پر پوری طرح حاوی نہیں ہو پاتا جس کے لئے امدادی کتب اور دیگر ناپسندیدہ سہاروں کا متلاشی بن کر گیٹ تھرو گائیڈز' شور شاٹ گیس پیپرز یا اس سے بھی آگے بوٹی تک جا پہنچتا ہے۔

چھوٹی کلاسوں کی اردو میں آپ بچوں کو اسلامیات اور سائنس و معاشرتی علوم کے اسباق پڑھا سکتے ہیں رکاوٹ کہاں ہے جب سے ہم نے مغرب کی نقالی میں علوم کی تعداد میں اضافہ کر لیا ہے اور ہر علم کا سپیشلسٹ ہمارا مقدر بنا ہے ہم نے علم پر ممکن ہے احسان کیا ہو مگر معلم' متعلم اور والدین کو ہم نے یقیناً" الجھایا ہے۔ ممکن ہے ہماری اس بات پر ہمیں علم دشمن کے خطاب سے نوازا جائے۔

اپنی بات کی وضاحت کے لئے ہم ایک مثال آپ کے سامنے رکھتے ہین۔ نصف صدی پیشتر ہمارے گردوپیش بے شمار اطباء اور گنتی کے ڈاکٹر ہوتے تھے۔ طبیب نبض پر ہاتھ رکھ کر اور پیشاب کی رنگت دیکھ کر مریض کا مزاج' اسکی تکلیف کی مکمل کیفیت بیان کر دیتا تھا اور بہت کم اسکی تشخیص غلط ثابت ہوتی تھی۔ چند ٹکے کے جو شاندے سے ایک دو روز میں تندرستی مریض کا مقدر بن جاتی تھی۔ دیسی ادویات زود اثر بھی ہوتی تھیں اور سائید ا یفیکٹس بھی نہیں ہوتے تھے۔

انتہائی سریع الاثر ادویات بھی اطبا کے ہاں ہوتی تھیں۔

انگریزی ڈاکٹر مکسچر اور پڑیا یا گولی سے علاج کرتے تھے۔ دوسرے یا تیسرے دن دوائی کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہوتے' چند دن بعد مریض صحت مند ہو جاتا تھا اور ان ادویات کے اثرات دیر پا ہوتے تھے۔ امکانی حد تک سائیڈ ا یفیکٹس بھی نہیں ہوتے تھے۔

پھر علم نے ترقی کر کے علوم کی شکل اختیار کی اور ڈاکٹر سپیشلسٹ بننے لگے' اطبا منظر سے ہٹنے لگے' پھر کوئی ٹی بی سپیشلسٹ بنا تو کوئی' ای این ٹی' ہارٹ اور گائنی سپیشلسٹ بنا۔ کوئی کڈنی سپیشلسٹ کہلایا تو کوئی نیورو سرجن بنا پھر اس سے ایک قدم آگے کوئی دائیں نتھنے کا ماہر ہوا تو کوئی بائیں نتھنے کا۔ او جب ان ماہرین نے اپنے مریضوں کے لئے معیاری اور اعلی ادویات تشخیص کرنی

شروع کیں تو جس کا گردہ ٹھیک ہوا اس کا دل بیٹھ گیا' اگر کسی کا دل ٹھیک ہوا تو جگر خراب ہوا۔ معدہ ٹھیک ہوا تو مثانہ برباد ہوا کہ ماہر نے اپنے حصہ کے علاج میں مہارت دکھائی سارے جسم کا تو وہ ذمہ دار نہیں تھا۔ یہی کچھ علوم میں اضافے کی دوڑ ہمارے طلبا کے ساتھ کر رہی ہے کہ بہبود آبادی' بربادی اخلاق و کردار ثابت ہو گی۔ تحفظ ماحولیات ہے اور بہت سے دیگر علوم متعارف کرائے جارہے ہیں جو بچوں سے علم کا حقیقی تعارف چھین لیں گے کہ علوم متعارف کرانے میں حکمت کار فرما نہیں ہے۔

انتہائی احترام اور معذرت کے ساتھ یہ عرض کر دینے میں کیا حرج ہے کہ جو قوم نصف صدی میں اسلام اور نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ نصاب اپنی مستقبل کی نسل کو نہ دے سکے اسے ولڈن جوبلی کے جشن جچتے نہیں ہیں۔ اسے شرمساری میں اپنا سر جھکائے رکھنا چاہیے اس وقت تک جب تک وہ شعوری مسلمان کی حیثیت میں مقصدِ حیات سے' بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح" کی امنگوں کے مرکز اسلامی جمہوریہ پاکستان کے' بنیادی نظریہ سے ہم آہنگ نصاب نونہالوں کے سپرد نہ کر دے۔ ہر سطح پر نصاب کی اونچ نیچ اور میڈیم ختم کر کے ایک معیار دیا جائے۔

نصاب کے حوالے سے مذکورہ بحث کا ماحصل یہ ہے کہ ہر سطح کے طلباء و طالبات کی استعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند بنیادی کتب میں دوسرے علوم کو سمونے کی کوشش کی جائے اور موجودہ نصاب میں بلا ضرورت دیئے گئے مواد سے کتب کو پاک کر دیا جائے۔

مثلاً" اردو یا انگریزی زبان پڑھانے کے ساتھ اسلامیات' چھوٹی کلاسوں کی سائنس زراعت اور معاشرتی علوم بھی اسی میں پڑھائے جا سکتے ہیں یوں بچے پر بستے کا بوجھ کم نہ ہو گا والدین بھی سکھ کا سانس لینگے کہ کتابیں کم ہونے سے کاپیاں بھی یقیناً" کم ہو نگی۔ نصاب کی ایسی تدوین نہ تو ناممکن ہے اور نہ ہی بہت مشکل صرف سنجیدگی سے کمر ہمت باندھنے کا تقاضا ضرور کرتی ہے۔ اس پر کچھ کام ہوا بھی ہے اور اسے مکمل کرنا ہماری ضرورت ہے۔

تعلیمی ماحول

تدریسی مربعہ کا چوتھا ضلع تدریسی ماحول ہے اور اس سے ہماری مراد مدرسہ کا تعلیمی ماحول ہے اور مدرسہ سے مراد سکول' کالج اور یونیورسٹی ہے۔ اگر عقل و شعور ہر کسی کا سرمایہ ہو' ہر کوئی اپنے بیٹے بیٹی کو طالب علم ہی دیکھنا چاہتا ہو اور معلم صرف معلم بن کر علم کی میراث اپنے شاگردوں کو منتقل کرنے میں مخلص ہو تو ہر فرد معلم ہو یا متعلم' مدرسہ' سکول' کالج اور یونیورسٹی

کے گیٹ پر اپنے عمومی نظریات چھوڑ کر اندر قدم رکھے' متعلم علم لے اور واپسی پر' ادارے کے گیٹ پر' اپنے مخصوص نظریات کا سرمایہ اٹھالے اور یہ ہر ایک کا مستقل چلن ہو۔ بمشیت اللہ تعالیٰ تعلیمی ماحول انتہائی خوشگوار و سازگار ہو گا۔

علم ہم سے اس لئے روٹھ گیا' ہر جگہ مادر علمی کی حرمت اس لئے پامال ہوئی کہ معلم، متعلم' والدین اور ان تینوں کے ساتھ سیاستدانوں اور فرقہ پرستی پر ایمان رکھنے والے مولویوں نے معلم اور متعلم دونوں لو اسقدر متعصب بنا دیا کہ وہ اس سنہرے اصول "اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں اور دوسرے کے عقیدہ کو چھیڑو نہیں" کو یکسر فراموش کر کے اداروں میں داخل ہوئے اور ہر سطح پر ہر کسی نے دوسرے کو دبا کر اپنی آواز' اپنی ذات اونچی رکھنے کی کوشش کی۔ پھر چونکہ ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے لہٰذا جب ردعمل ہوا تو بتدریج شدت اختیار کرتا گیا اور قلم ہاتھ سے گر پڑا جسکی جگہ ناک میں لگے ملک دشمن' دین دشمن عناصر نے ٹی ٹی پستول اور کلاشنکوف پکڑا دی۔ اس "خود کردہ را" نے معلم کو بے وقعت و بے عزت کرایا' والدین کا سکھ چین چھینا اور متعلم سرمایہ علم سے فیضاب ہونے کی بجائے اسلحہ سے فیضاب ہو کر کبھی حوالات و جیل گیا تو کبھی اسکی لاش سڑک پر خون میں لت پت دیکھی گئی۔

تعلیمی ماحول میں امن و سکون ، حصولِ علم کے لئے سازگار اور خوشگوار فضا اساتذہ اور والدین کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ انکے علاوہ کوئی اور خارجی عنصر یا انتظامیہ موثر کردار ادا کر نہیں سکتی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ معلم' متعلم اور والدین اس سکھ سکون کے لئے مخلص ہوں تو خارجی عناصر یقیناً" ناکام رہیں گے۔ اندر سے شہ ملتی ہے تو امن و سکون فساد میں بدلتا ہے' جس سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔

ہمارے تعلیمی ماحول پر' ہمارے معاشرے کا بتدریج گروہوں اور فرقوں میں بٹتے رہنا' خواہ یہ تقسیم مذہبی بنیادوں پر ہو یا سیاسی بنیادوں پر' اثر انداز ہوا ہے۔ ہر شخص کو اپنا مخصوص عقیدہ' مخصوص سیاسی نظریہ رکھنے کا حق ہے مگر اخلاقاً" شرعاً" اور قانوناً" یہ حق کسی کو حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسروں پر اپنے عقیدہ اور نظریہ کو مسلط کرے۔ مسلط کرنے کی کوشش کا نام ہی فساد فی الارض ہے۔ اگر ہم اپنے دشمن نہیں ہیں' اپنے ملک کے دشمن نہیں ہیں' مستقبل کی نسل سے ہمیں بیر نہیں ہے تو صرف انسان بن کر' مسلمان بن کر گرد و پیش خیرو برکت پھیلانے پر متوجہ رہنا چاہیے۔ خیر کے ایسے چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی اور ٹھوکر نہیں لگے گی۔

مخلوط تعلیم

تدریسی ماحول کی بربادی میں ایک حصہ مخلوط تعلیم کا بھی ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ متنازع

مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ روشن خیال اسکی برکات بیان کرتے نہیں تھکتے اور مذہب نواز جو فنڈا مینٹلسٹ کہے جاتے ہیں اسے زہر ہلاہل سمجھتے ہیں۔ دونوں جانب قوی دلائل ہیں مگر بعض کے نزدیک قابل قبول اور بعض کے نزدیک انتہائی نا قابل قبول۔ تاہم مخلوط طریق تعلیم کے خلاف مذہب نواز گروہ کے دلائل زیادہ وزنی ہیں۔

مخلوط طریق تعلیم کے خلاف پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ مرد و زن کے جس اختلاط کو روکنے کے لئے مردوزن کے علیم و خبیر و حکیم خالق نے اپنی محکم کتاب میں پردے کے احکامات صادر فرمائے ہیں' وہ اختلاط کسی بھی صورت میں اور کسی بھی جگہ خیرو برکت کا سبب نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی مخلوق کی مکمل نفسیات سے' اسکی جبلتوں سے' اگاہ ہے۔ اس کے کمزور پہلو اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

رجعت پسندی کے طعنے سے بچنے کی خاطر ہم ایک مغربی مفکر کی سوچ اور اس ضمن میں اسکی تحقیق آپ کے سامنے رکھتے ہیں:-

"انسانیت کی پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کوئی ایسی سوسائٹی تمدن کی بلندی تک پہنچ گئی ہو جسکی لڑکیوں کی تربیت ایسے ماحول میں ہوئی ہو جس میں مردوزن مخلوط رہے ہوں۔ تاریخ عالم میں کوئی بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ وہ قوم اپنی تمدنی بلندی کو برقرار رکھ سکی ہو۔ اس کے برعکس صرف وہی اقوام تہذیب و تمدن کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ سکیں جنہوں نے مردوزن کے مخلوط ماحول پر پابندیاں عائد کیں"

(SEX and Culture -page 340, Prof: Dr. J.D. Unwin, Cambridge University)

، مخلوط تعلیم پر پابندی آزادی نسواں پر پابندی نہیں ہے۔ اسلام اور مسلم معاشرے نے عورت کو اس کے اپنے دائرہ کار میں ہر طرح کے حقوق کا تحفظ اور آزادی فکرو نظر اور آزادی کار سے نوازا ہے۔ مذہب بیزار "اپنے" اور مذہب دشمن غیر مسلم' عورت کو بہکانے کی خاطر شور مچاتے ہیں کہ مخلوط تعلیم نہ ہوئی تو صلاحتیں مرجائینگی۔ امر واقع تو یہ ہے کہ جہاں مخلوط تعلیم نہیں ہے وہاں یکسوئی صلاحتیوں کو جلا بخشتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا:-

"بڑھ جاتا ہے جب ذوق نظر اپنی حدوں سے : ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر"

ذرا اندر جھانکیں' لمحہ بھر غور کریں تو اندر سے پکار آتی ہے کہ بلاشبہ اختلاط مردوزن سے افکار میں پراگندگی آتی ہے کہ ہم انسان ہیں فرشتہ نہیں ہیں۔

اقامتی ادارے

متعین نصب العین کے مطابق نتائج حاصل کرنے میں بہت حد تک ممد و معاون اگر کوئی عمل ہو سکتا ہے تو یہ اقامتی اداروں کا قیام ہے ایسے اقامتی ادارے جن کے شاف کا ہر فرد اخلاص نیت' فرض شناسی' خدا خوفی اور اپنے علم و فن میں مہارت رکھنے والا مستعدی کا خوگر ہو' تعصب سے پاک رواداار اور بردبار ہو اور اپنے علم کو اپنے شاگردوں میں منتقل کرنا عبادت سمجھتا ہو۔

کہا جا سکتا ہے کہ اتنی ڈھیر ساری صفات گنوانے کا مقصد انکے بوجھ تلے اسے دبانا ہے ورنہ آج کے استاد میں' جو پیٹ کا پجاری بن چکا ہے' یہ صفات کہاں سے آئینگی۔ یہ سوچ کچھ زیادہ پختہ اور وزنی نہیں ہے۔ مقصدِ حیات کی تکمیل کے نقطہ نظر سے جو مصروف عمل ہیں اُن کی پہچان ان کے پیٹ نہیں ان کے چہرے ہیں جن پر نور ہے سکینت ہے اور ایسے چہرے دیکھ کر' خود دیکھنے والے کا دل گواہی دینے لگتا ہے کہ یہی ہے ملت کے مقدر کا ستارہ' یہی ہے حقیقی استاد۔

آج تک اقامتی اداروں کا تجربہ کسی جگہ ناکام نہیں ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے اپنی فکر سے لوگوں کو دہریہ کیمونسٹ جتایا تو کسی نے دین بیزار اور کسی نے خالص مغربی فکر کے حامل افراد تیار کئے۔ دین کے حوالے سے کسی نے دیوبندی بنائے' کسی نے اہل حدیث یا بریلوی اور شیعہ بنائے' مگر بنائے ضرور۔ نہ بنے تو خدا شناس مسلمان نہ بنائے۔ یہ علم کا قصور نہیں ہے یہ معلم اور والدین کا گناہ ہے۔ یہ علم سے دوری کا سبب ہے۔

"مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پر پھیلا دیئے سائے ہم نے"

"21ویں صدی کا چیلنج اور لوازم تعلیم و تربیت"
کی حیثیت محض ایک خاکے کی ہے جس میں دردِ دل رکھنے والے ماہرین تعلیم کو مسلمان ہونے کے ناتے شعور و آگہی کا رنگ بھرنا ہے اس کی روشنی میں نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم رائج کرنا ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ علم اور تعلیم و تربیت کی اہمیت سے 'اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پالیسی سازوں کو اس طرح فیضیاب فرمائے کہ ہمارا نظامِ تعلیم ہمیں حقیقی مسلمان بنانے والا ہو۔ آمین "

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

27-03-2003

زندگی کے لئے مطلوب وسائل بتدریج کم ہو رہے ہیں

پھلتی پھولتی ''تحقیق'' اقوام عالم کو تنبیہ کر رہی ہے کہ زندگی کے لئے مطلوب وسائل بتدریج کم ہو رہے ہیں جب کہ وسائل کو استعمال کرنے والے تیزی کے ساتھ بڑھوتری کی شاہراہ پر عازم سفر ہیں۔اس ''تحقیق'' کا گراف کس قدر اونچا ہے یا کس قدر نیچا ہے ہم اسی کا جائزہ آپ کے سامنے پیش کر کے فیصلہ آپ کی سلیم الطبعی کے سپرد کر دینگے کہ ہر انسان خود بہترین جج ہے' باضمیر بھی اور بے ضمیر بھی۔

وسائل زندگی کی ایک طویل فہرست ہے کچھ ناگزیر ہیں تو کچھ کو حضرتِ انسان نے اپنے لئے ناگزیر بنالیا ہے۔ ہمارے پیش نظر اس وقت حقیقتاً ناگزیر وسائل زندگی پر بات کرنا ہے کیوں کہ خود ساختہ ''ناگزیر وسائل'' کا بڑھتا چڑھتا سیلاب تو ہم میں سے ہر ایک برسوں سے مشاہدہ کر رہا ہے۔ان وسائل کی فہرست میں سال بہ سال اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور شاید کاغذ کی طوالت جواب دے جائے یہ فہرست ختم نہ ہوگی۔

جن وسائل کا ہم یہاں ذکر کرنے والے ہیں وہ انسانی زندگی کی بقا سے بلاواسطہ یا بالواسطہ متعلق ہیں مثلاً خوراک میں اجناس اور پانی ہے تو دوسرے درجے میں اجناس پیدا کرنے یا پانی کے حصول میں کردار ادا کرنے والے وسائل ہیں جن سے خوراک پیدا کرنا یا خریدنا ممکن ہے پانی مہیا کرنا ممکن ہے۔ کھلے الفاظ میں مالی وسائل یا کرنسی دینے والے وسائل یعنی معدنیات کہ ان کی آمدن سے ہر چیز خریدی جاسکتی ہے۔

''تحقیق کنندگان'' اقوام عالم کو خوراک خصوصاً پانی کی کمی سے ڈرا رہے ہیں۔ جتنا بڑا ''تحقیق کنندہ'' ہے اتنا ہی بڑا اس کا دعویٰ ہے مثلاً کہنے والے یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ مستقبل میں جنگوں کے دیگر اسباب کی بجائے پانی جنگ کا سبب بنے گا کہ لوگ (اقوام) حصولِ آب کے لئے باہم دست و گریبان ہونگے۔ کرہ ارض سے پانی بتدریج کم ہو رہا ہے اور گزرتے حالات و واقعات اس پر گواہ بھی ہیں یہی کچھ اجناس کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

''ترقی یافتہ انسان'' کی تحقیق کو جھٹلانا خصوصاً ''کمپیوٹر ایج'' میں بڑا مشکل کام ہے کہ اس تحقیق میں ''وہ'' سب سے آگے ہیں جو چاند ستاروں پر کمند ڈالنے والے ہیں۔ خلانوردی پر جنہیں بجا فخر ہے۔ وہ دن کو رات کہیں تو سچ اور رات کو دن بتائیں تو جھٹلانا مشکل کہ ''سپر پاور'' کی یہی شان ہے۔ آج کی سپر پاور اور اس کے اتحادی چونکہ ہر میدان میں چھائے ہوئے ہیں اور زبان سے نکلنے والا ہر کلمہ برحق ثابت کرنا جانتے ہیں جس پر پورا عالم گواہ ہے لہذا انہیں جھٹلانا ممکن نہیں رہا کرہ ارض پر 60.55 مسلم ممالک بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اقرار کے باوجود حرف آخر انہی کے ''فرامین'' کو تسلیم کرتے ہیں۔

ہم یقیناً فنڈامنٹلسٹ Fundamentalist نہیں ہیں۔ ترقی کی روز بروز تیز ہوتی دوڑ میں شریک ہیں اور اس سے استفادہ کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ عملاً استفادہ کرتے بھی ہیں مگر اس کے باوجود بعض سوالات کے جوابات ہم سے بن نہیں پڑتے اور اپنے آپ کو ایک چوراہے پر کھڑا دیکھتے ہیں اور کسی راستہ سمجھانے والے کے منتظر ہیں جو راہنمائی کر کے ہمارے محسن کے مرتبہ جلیلہ پر فائز ہو سکے۔ وہ محسن آپ بھی ہو سکتے ہیں۔

آج کا عقل مند انسان خواہ دھرتی پر کسی بھی خطے میں آباد ہو' کوئی کام کرنے سے قبل سوچ بچار کرتا ہے' مزید عقلمندی کا مظاہرہ کرے تو کسی نہ کسی سے مشورہ لیتا ہے اور علم سے بہرہ مند تو آج کل ہر کام کے ''ماہرین'' سے بھاری فیس دے کر رائے لیتے ہیں' رپورٹیں بنواتے ہیں' فیزیبلٹی Feasibility پر بھاری اخراجات اٹھتے ہیں۔ یہ مکان کے ضمن میں ہو یا کارخانے اور کسی دوسرے بڑے کاروبار کے لئے پھر اس سے سر مو انحراف نہیں کیا جاتا۔

فیزے بیلٹی والی عقلمندی اس ''سپر کمپیوٹر'' کے سبب ممکن ہوئی جو ہر قسم کی مخلوق کے کاسۂ سر میں رکھ دیا گیا ہے۔ جس کا وزن ہر کسی کیلئے اس کے قد کاٹھ کے مطابق رکھا اور قوت کار اس کی عملی زندگی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر طے کی۔ یہ ''سپر کمپیوٹر'' یعنی دماغ' انسان کا مقدر بھی بنا اور مکھی' مچھر' چیونٹی' چرند پرندے کا بھی' ایسی مخلوق کا بھی جو انسانی آنکھ سے نظر نہیں آتی۔ کیا یہ امر واقع نہیں ہے؟

جس خالق کے سپریم کمپیوٹر نے مخلوق' اور مخلوق کے لئے ارض و سماء تخلیق کیئے جن کا مکمل ادراک مخلوق کے بس کی بات نہیں ہے اس کے متعلق یہ رائے رکھنا کہ اس نے یہ کائنات' یہ ارض و سماء اس میں ہر طرح کی مخلوق' مخلوق کے لئے نباتات و اشجار و معدنیات اور ذخائرِ آب کی تخلیق کے لئے کسی

فیز ے بیلٹی کا سہارا نہ لیا ہوگا۔ اپنی عقل و دانش کی نفی ہے۔ اپنے ایمان کی نفی ہے بلکہ سچ کہئے تو خالق کی توہین کا پہلو نکلتا ہے جو کسی کو زیب نہیں دیتا۔

آج روئے زمین پر سب سے مدلل کتاب صرف اور صرف کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم ہے۔ بلاشبہ صحفِ ابراہیم' زبور' تورات' وانجیل بھی اپنے اپنے ادوار میں کلام رب تھیں۔ مگر انبیاء کی رحلت کے ساتھ ہی نفس پرست امتیوں نے خود کو اس ربانی سرچشمہ سے سیراب کرنے کے بجائے اس میں حسب ضرورت اور حسب توفیق ملاوٹ کر کے اپنے باغی نفوس کی تسکین کا سامان فراہم کیا اور کتاب میں تحریف کر کے کمال ڈھٹائی کے ساتھ اسے بطور اسے اتھارٹی پیش کیا۔

جب نبی نوع انسان نے کرہ ارض پر عالمگیریت کی بنیاد رکھی اور گلوبل ویلج Global Village کی صورت ممکن ہوئی تو اللہ تعالی نے حسب حال ہدایت و راہنمائی کی خاطر حضرت محمدﷺ کو سرورِ دوعالم اور رحمۃ العالمین کے مرتبہ جلیلہ پر فائز فرما کر اپنی آخری مدلل و مفصل کتاب قرآن حکیم سے نوازا تاکہ آپ بنی نوع انسان کو بلاتفریق رنگ ونسل اور بلاتفریق شرق وغرب اس کے سرچشمہ فیض سے فیضیاب فرمائیں' محدود مدت تک نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے۔ قرآن حکیم کی اتھارٹی پر بلاخوف وتردید یہ بات کہی جاسکتی ہے اور مسلمہ حقیقت کے طور پر اسے عقلِ سلیم تسلیم بھی کرتی ہے کہ خالق نے تمام کائنات چھ دنوں میں یعنی چھ ادوار میں تخلیق کی اور پھر تکمیل کے بعد اسے ایک نظام کے تحت باہم جوڑ کر' گھڑی کے پرزے جوڑنے کے بعد اسے حرکت میں لانے کی طرح کائنات کو ایک ردھم دیا۔ جب یہ گھڑی' یہ کائناتی نظام' چل نکلا تو مخصوص کیئے گئے وقت پر اس نے اسے ذی روح مخلوق کو الاٹ کر دیا۔

کائنات اور کائنات کے اندر جو کچھ بنانا مقصود تھا ایک ہی فیزے بلیٹی میں تمام تر جزئیات کے ساتھ طے ہو چکا تھا۔ یہ سب کچھ خالق نے اپنے نائب' خلیفہ الارض' اشرف المخلوقات انسان کے لئے تخلیق کیا تھا۔ ابتدا سے انتہاء تک جس تعداد میں مرد و زن سینہء دھرتی پر لانے مطلوب تھے۔ ان کی ارواح پیدا کر کے انہیں عالم ارواح میں ٹھہرا دیا گیا۔

اشرف المخلوقات میں سے خالق نے سب سے پہلی روح اپنے محبوب نبی آخر الزمانﷺ کی پیدا فرمائی مگر فانی دنیا میں آنے کیلئے ترتیب اور وقت کا تعین ہر ایک کیلئے الگ الگ مقرر فرمایا اور یہ بھی کہ ہر روح دنیا میں اپنی آزاد مرضی کے ساتھ کس طرح وقت گزارے گی کس ماحول میں رہے گی' مگر ہر روح کی واپسی اور واپسی کے طریقہ کار کو طے کر کے اس سے خفیہ رکھا گیا۔ دنیا میں ارواح کے بصورت

مرد و زن قیام کو ان کے لئے امتحان گاہ قرار دیا گیا۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے دنیا میں آنے والی تمام ارواح کو پیدا کرنے کی بعد ان سے پوچھا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے یک زبان عرض کیا کہ "ہاں" آپ ہی ہمارے رب (پرورش کنندہ) ہیں۔ قرآن حکیم کی یہ دلیل موجودہ دور میں تحدید آبادی کی تحریک کی جڑ کاٹ دیتی ہے کہ ہم چاہیں تو بچے پیدا ہونے بند کر دیں اور چاہیں تو پیدائش شروع کر دیں گویا یہ بھی پیداواری کارخانہ ہے جہاں حسب خواہش پیداوار لی جا سکے۔

ہر خاندان میں جسے جس حال میں آنا ہے' جس حال میں رہنا ہے' جس حال میں واپس جانا ہے' جہاں سے جس قدر وسائل رزق لینے ہیں' یہ سب فیزیبلٹی رپورٹ (کتابِ مبین) میں لکھے ہوئے ہیں جس کو بدلنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ انسان کو صرف اپنی حد تک دنیوی اسباب کے لئے ذمہ دار ٹھہرایا۔ خالق نے جو جس کے لئے طے نہیں کیا وہ لاکھ کوشش کر لے اس کا مقدر نہیں بن سکتا' یہ اولاد ہو یا اولاد میں لڑکا یا لڑکی کی طلب ہو یا رزق ہو۔

طے شدہ امور ہی کا حصہ ہے کہ فلاں انسان فلاں وقت فلاں حالت میں یہ کام کرے گا۔ یہ دعا کرے گا' یہ عمل اس سے سرزد ہوگا تو اس کے ردِ عمل میں یہ ہوگا' اسی لئے انسان کو محنت اور دعا کا مکلف ٹھہرایا گیا۔ حسب خواہش حالات پر قابو اس کے بس میں نہ دیا گیا اس کے برعکس دعوے محض جہل کا ثبوت ہیں۔ معجزے ہوں یا کرامات یہ اپنی خواہش کے نہیں رب کے فیصلوں اور مشیّت کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔

اس طویل تمہیدی بحث کے بعد آیئے اصل موضوع کی طرف کہ وسائل زندگی بتدریج کم ہو رہے ہیں۔ اس سوچ میں کہاں تک صداقت ہے۔ اب ہم اس کا تجزیہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں اگر ہم یہ کہہ دیں کہ "محققین" کی بیشتر "تحقیقات" عامتہ الناس کو خوف میں مبتلا کرنے کے لئے ہیں جس خوف سے وہ اپنے بعض اہداف کی تکمیل کا راستہ ہموار کرتے ہیں مثلاً یہ نعرہ کہ "آبادی بڑھ رہی ہے وسائل گھٹ رہے ہیں" ہر لحاظ سے قابل توجہ ہے۔

آبادی کیسے بڑھ رہی ہے اور وسائل کیسے گھٹ رہے ہیں مضحکہ خیز سوچ ہے اور بدقسمتی یہ کہ اللہ تعالیٰ کو رب ماننے اور خاتم النبیّین کی رسالت پر ایمان کا دعویٰ کرنے والے بھی انہی سُروں میں سُر ملا رہے ہیں جو یہود و نصاریٰ کے مخصوص سُر ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ ایمان کی نفی ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ

تعالیٰ نے تمام ارواح کی تخلیق اور ان کے لئے پرورش کنندہ ہونے کا اقرار ان سے کروایا اور ان میں سے ہی کچھ باغی آزاد مرضی کا غلط استعمال کرنے والی ارواح یہ نعرہ بلند کریں کہ ارواح کے دنیا میں آنے کو روکنا ممکن ہے۔ ان کی تعداد دنیا میں بڑھ رہی ہے اور وسائل رزق کم ہو رہے ہیں تو اسے کون عقل و شعور کی بات کہے گا؟ عقل و شعور رکھنے والے غیر مسلم بھی بلا تامل اس دلیل کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ اگر عقلمند انسان' انسان کی مرتب کردہ فیزے بیلٹی رپورٹ پر مکمل اعتماد کے ساتھ اپنا کام شروع کر کے ''منزل'' پا لینے کا یقین رکھتا ہے اور رپورٹ سے سر موانحرف کو بھی اپنے لئے مہلک جانتا ہے اور انحراف کا تصور تک نہیں کرتا تو پھر انسان اور انسان کے لئے کائنات تخلیق کرنے والی ہستی نے کیا یہ سب کچھ الل ٹپ بنا ڈالا ہے۔ یقیناً خالق نے ہمہ جہت مکمل و مفصّل منصوبہ بندی کر کے ہر نوع کی مخلوق اور اس کی ضروریات تخلیق کی ہونگی تخلیق انسانیت کے بعد جس قدر عددی کمی تھی اس قدر وسائل تک دسترس بھی محدود تھی پھر جوں جوں دھرتی پر' انسانی آبادی پھیلتی گئی' وسائل تک رسائی بھی بڑھتی گئی' انسانی آبادی میں اضافے کی رفتار کے ساتھ وسائل تک دسترس کے انداز و ذرائع میں بھی اسی تدریج سے اضافہ ہوتا گیا۔ زراعت کے انداز بدلتے گئے' صنعت وحرف بہتری کی طرف گامزن رہی' معدنیات تک انسان کی رسائی بڑھتی گئی۔ غرض جو گذرے کل انسان کا مقدر نہ تھا وہ آج ہے' جو آج نہیں وہ یقیناً آنے والے کل ہوگا۔ چند صدیاں پیچھے پلٹ کر دیکھیں معدنی تیل اور گیس کہاں تھی؟ صدی پہلے جو معدنی تیل کی پیداوار تھی وہ آخر صدی تک آبادی بڑھنے کی رفتار سے زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھی گیس 20 ویں صدی میں جس تیزی کے ساتھ گھریلو اور صنعتی ضروریات کے لئے بتدریج بڑھی اسے دیکھیں اور پھر مستقبل کی متوقع آبادی اور مستقبل میں متوقع گیس کی پیداوار کے تخمینے سامنے رکھیں۔ آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں کہ ہمارا خوف کن گھٹیا سوچوں سے جنم لیتا ہے۔ معدنی تیل اور معدنی گیس کا ہم نے مثال کے طور پر ذکر کیا ہے ورنہ کارخانہ قدرت میں جدھر دیکھیں تنگیٔ دامن کی کیفیت ہے۔ مسلمہ طور پر کمی صرف دیکھنے والی آنکھ کی ہے جس پر یہود و انصاریٰ نے مخصوص چشمے چڑھا دیئے ہیں۔

وسائل کی کمی پر ہمیں قائل کرنے والے ہمارے مہربان ٹھنڈے کمروں میں بیٹھے ماضی میں کیلکولیٹر سامنے سجائے اور آج کمپیوٹر کی جدیدیت کی مار دیتے ہمارے لئے اعداد و شمار ''مرتب کرتے'' ہیں مثلاً فلاں شہر کی آبادی اتنے لاکھ ہے میونسپل موت پیدائش کے ریکارڈ میں اتنے بچے پیدا ہوئے۔ اتنے لوگ فوت ہوئے لہذا اوسطاً بڑھوتری اتنے فی صد رہی پورے ملک کی آبادی اتنے کروڑ

ہے لہذا اس نسبت ملک کی آبادی اتنے کروڑ ہوگئی' دس سال بعد یہ اس قدر ہوگی۔

روز مرہ زندگی کے حوادث' چھوٹے ہوں یا بڑے' کبھی ان سائنسی اعداد وشمار'' پر اثر انداز نہ ہو سکے مثلاً زلزلہ یا دیگر آفات ارضی وسماوی کے سبب کمی کبھی ان کے فارمولوں کا جزو نہ بن سکی۔ ان کے مخصوص چشمے صرف بڑھوتری دیکھتے ہیں یا کم ہوتے وسائلِ رزق پر ان کی نظر ہے یہود کے وثائق سے ایک جملہ ملاحظہ فرمایئے۔

☆''غیر یہود کو غیر متعصب حتمی تاریخی مشاہدات سے عملی راہنمائی دینے کی بجائے محض غیر عملی معلومات فراہم کی جاتی ہیں.........'' ☆Protocols)
(2:2۔ معلوم ہوا کہ یہود کے ماہرین یا ان کے مسیحی مہرے اپنے لئے جو رپورٹیں مرتب کرتے ہیں وہ دوسروں کے لئے تیار رپورٹوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ وسائل ہتھیانے والے جو رپورٹیں اپنے لئے مرتب کرتے ہیں ان کا انداز' ان میں پیش کردہ دلائل ہمارے سامنے لائی جانے والی رپورٹوں سے مختلف ہوتے ہیں مثلاً چند اقتباسات آپ کے لئے ہم سامنے لاتے ہیں):۔

☆''آبادی اور خوراک اور زراعت وصنعت کے متعلق بحث ومباحثہ میں جو انتشار فکری ہے اس کا سبب موجودہ اور آئندہ وسائل کے بارے میں ہماری معلومات کی کمی ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زرعی زمین کی پیداواری حیثیت کو ختم ہو جانے والا سمجھ لیا گیا ہے بالکل اس طرح جیسے کوئلے کی کان ختم ہو جاتی ہے''۔ (Dr. Lamartine Yates Agr: in the world Economy Page 35)

☆اگر دنیا کی زمین ٹھیک طریقے سے استعمال کی جائے تو موجودہ معلوم طریقوں کے استعمال سے موجودہ آبادی سے 10 گنا آبادی کو یعنی 20ارب افراد کو مغربی ممالک کی خوراک کے اعلیٰ معیار کے مطابق خوراک مہیا ہوسکتی ہے۔ (Clark, Colin (Economist) "Population and Living Standeards")

☆''یہ قطعی ممکن نظر آتا ہے کہ اس پروگرام کے مجموعی اثرات بالآخر ان تمام

امید افزا اندازوں سے کہیں زیادہ ہونگے جو شدید ترین رجائیت پسندوں نے کئے ہیں" (Soboldanaim, Page-130, Dr. Lanartine Yates)

خوراک کی کمی کے خوف کی طرح دوسرا بڑا خوف پانی کی کمی ہے اور موجودہ دور کے دانشور' ماہرین ماحولیات وغیرہ بھی پانی کی کمی کے غم میں گھلے جا رہے ہیں۔ وہ پانی جو تخلیق کائنات کی ابتداء ہے۔ خالق کائنات نے آغاز میں پانی کی ایک مخصوص مقدار پیدا فرمائی اور پھر اس پانی کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کر دیا مگر دونوں کے دائرہ عمل الگ الگ کرنے کے باوجود' انہیں باہم مربوط رکھا اور انہیں انسانی ضروریات کے لئے مسخر بھی فرما دیا۔

پانی کا ایک سرچشمہ' تو دریا و سمندر ٹھہرے جو کرہ ارض کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور دوسرا زیر زمین ذخائر ہیں۔ تخلیقِ آب کے بعد باہم ربط یوں پیدا فرمایا کہ دریاؤں' سمندروں یا دیگر کھلے آبی ذخائر مثلاً جھیل و جوہڑ سے پانی بخارات بن کر اوپر اٹھے اور پھر یہی بخارات جمع ہو کر جب مخصوص ٹھنڈک کے سبب پانی کے قطروں میں تبدیل ہوں یا برف بنیں تو انسان کی ضرورت کے لئے دوبارہ قابلِ استعمال ہوں۔ بارش کے سبب ندی نالوں میں جائیں یا جھیل و جوہڑ بھریں اور بقیہ پانی زیر زمین جذب ہو کر کنوئیں' ٹیوب ویل اور نلکے وغیرہ سے انسانی حیوانی ضروریات کی تکمیل کرے۔

پانی بخارات میں تبدیل ہونے کے عمل میں یہ خوبی بھی پنہاں رکھی کہ پانی کثافتوں اور سمندری نمک سے پاک ہو کر انسانی یا حیوانی صحت کے لئے مفید ترین رہنے کے ساتھ زراعت اور دیگر نباتات و اشجار کے لئے یکساں نافع رہے۔ اسی طرح مٹی میں یہ خاصیت بھی خالق نے ہی پیدا فرمائی یہ جراثیم کش ہو یوں زمین میں جذب ہو کر نلکے' کنوئیں یا ٹیوب ویل کے ذریعے لیا جانے والا پانی ہر کثافت سے پاک ہوتا ہے ماسوائے مخصوص مقامات و حالات کے۔ انسان' حیوان یا دوسری مخلوق پانی کی جو مقدار زندہ رہنے کے لئے استعمال کرتی ہے وہ دوبارہ اجسام سے بصورت پسینہ یا پیشاب وغیرہ خارج ہو کر یا تو ہوا میں بخارات بن کر محفوظ ہو جاتی ہے یا زمین میں جذب ہو کر مٹی سے گذرتے جراثیم سے پاک ہو کر زیر آب ذخیرے کا حصہ بن جاتی ہے۔ اس عمل میں یعنی اس چکر کے دوران پانی کا کوئی حصہ عملاً ضائع نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا تخلیق کردہ یہ Circulatory System ہر لحاظ سے قابل توجہ ہے زیر زمین آبی ذخائر کی کمی بیشی کا انحصار بارشوں کی کمی بیشی پر ہے اور بارش کا تمام تر کنٹرول

خالق کائنات کے ہاتھ میں ہے۔

وہ اس بارش کو اپنے فرمانبرداروں کے لئے باعث رحمت بناتا ہے تو نافرمانوں کے لئے باعث زحمت بھی بنا دیتا ہے مثلاً شدید بارش سے مکانات کی تباہی سیلاب سے انسانوں' مویشوں اور فصلوں کا نقصان ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنی امت کو ان اعمال و افعال سے آگاہ فرمایا جن کے سبب کوئی قریہ' انسانی گروہ یا علاقہ بارش کی نعمت سے محروم رہتا ہے یا بارش ان پر قہر الٰہی بن کر ٹوٹ پڑتی ہے۔ یہی بارش نباتات و اشجار کو زندگی دیتے رحمت بنتی ہے۔ انسانی فطرت کا یہ جزو ہے کہ انسان' الا ماشاء اللہ' اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے اپنے غلط قول و فعل کے لئے جا و بے جا دلائل کا سہارا لیتا ہے۔ اس اٹل حقیقت کو ہم گردو پیش عملاً دیکھتے بھی ہیں۔ یہی صورت حال وسائل کی کمی کا رونا رونے والوں کے ضمن میں ہم دیکھتے آ ہیں۔ کوئی یہ سوچنے کی طرف مائل نہیں ہے۔ کہ گزرے کل کے مقابلے میں آج وسائل کس قدر بڑھے ہیں یہ زرعی وسائل ہوں یا معدنی وسائل۔

انسان اپنی جہالت سے جو کچھ گنوا رہا ہے' اپنی بصیرت کو استعمال نہ کر کے جو کچھ کھو رہا ہے' عقل و شعور اور خداداد صلاحیتوں کو پس پشت ڈالتے۔ اللہ تعالیٰ کے جن انعامات سے وہ محروم ہو رہا ہے اس پر سنجیدہ توجہ دینے کے لئے وہ آمادہ نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ وسائل کی کمی کا رونا رونے پر ''مجبور'' ہے ورنہ خالق کی تخلیق کردہ اس وسیع و عریض کائنات میں تو تنگی دامن کے شواہد ہر سو پھیلتے نظر آتے ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے ضمناً ایک حقیقت سامنے لانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ خالق کائنات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اولاً خالص ایمان پسند ہے تو ثانیاً خالص کفر اور اگر ان دونوں کے بعد کوئی چیز سب سے زیادہ ناپسند ہے تو وہ نیمے دروں' نیمے بروں'' کی پالیسی یعنی منافقت ہے اور اسی لئے اس نے اپنی محکم کتاب قرآن حکیم میں فیصلہ کن انداز میں منافقین کے اذیت ناک انجام کا ذکر فرما دیا۔ منافقین دنیا میں بے عزت دیکھے جاتے ہیں اور آخرت کا ذلت والا عذاب اس پر مستزاد۔

ہماری اس بات پر چونکیے گا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے دنیا و آخرت کے انعامات کا وعدہ فرمایا ہے مگر کڑی آزمائش سے گزار کر۔ جب کہ کفر کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور یہ عدل کے تقاضوں کی نفی ہے کہ کفار کی دنیا بھی خراب ہو اور آخرت بھی لہذا خالص کفر کا اقرار کرنے والوں کو ان کا آخروی حصہ بھی اسی دنیا میں دے کہ عدل کے تقاضے پورے کئے جاتے

ہیں۔ منافقین چونکہ نہ اپنے ایمان میں سچے اور کھرے ہوتے ہیں اور نہ ہی اپنے کفر میں' بلکہ ابن الوقت ہونے کے ناتے دینوی فوائد اور لذتوں کا پیچھا کرتے زندگی گزار دیتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اس دوغلی پالیسی کے سبب ان کی دنیا بھی تباہ حال رکھتا ہے اور آخرت کے دردناک انجام کا فیصلہ بھی سناتا ہے یہ وہ گروہ ہے جسے لحہ لحہ ہمہ جہت وسائل کی کمی نظر آتی ہے کہ ابلیس نے ان کی لئے اسی مخصوص چشمہ کا انتظام کر رکھا ہے۔

وسائل کی کمی کو دعوت دینے والے اقدامات ہم خود کرتے ہیں مثلاً زرعی ہو یا صنعتی و تجارتی منصوبہ بندی اس کا فقدان ہر کسی کے سامنے ہے مثلاً ہزاروں ٹن خوراک ہر سال ہمارے گوداموں میں گل سڑ جاتی ہے زرعی کیڑے مار ادویات ہزاروں ٹن بہ وجود ہم بدنیت کافروں سے امپورٹ کرتے ہیں جو ایک طرف ہماری پیداواری صلاحیت کو کم کرتی ہیں تو دوسری طرف ہماری زمینوں کو بتدریج بانجھ کرتی ہیں اور انسانوں حیوانوں کی بیماریاں اس پر مستزاد۔ پانی ہر سال لاکھوں ایکڑ فٹ بلا استعمال سمندر میں گرتا ہے یہ منصوبہ بندی کا فقدان ہے تو بارشوں کا تعطل' تعلق باللہ کا فقدان ہے پاکستان کے حوالے سے پانی کی کمی کا ایک سبب بھارت کا کشمیر میں ڈیم بنا کر پاکستان کو پانی سے محروم کر کے پاکستان کو بے دست و پا بنانے پر محنت ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ہر دور کے سیاستدانوں نے اپنے اقتدار کی خاطر اسلام اور کشمیر کو محض حربہ کے طور پر استعمال کیا ہے دل کی گہرائی سے کشمیر کو پاکستان کے دھڑ کا سَر تسلیم کر کے جسم مکمل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

پاکستان کی شہ رگ کشمیر ہے اور کشمیر جہاد کے بغیر مذاکرات سے ممکن نہیں ہے کہ عالمی سطح پر ملتِ کفر بھارت کی پشت پر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو UNO کی سلامتی کونسل کی واضح قراردادوں پر' مشرقی تیمور میں دکھائی گئی پُھرتی کی طرح عمل کر کے کشمیریوں کو حق خودارادیت دلا دیا گیا ہوتا اور آج پاکستان کے دریا ریت کے بجائے پانی سے بھرے ہوتے۔ ہم نے خالق کا متعین کردہ راستہ چھوڑ کر کفار پر انحصار کیا تو خالق نے ہمیں کفر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ مسلمہ طور پر آج عالمی سطح کے جملہ وسائل میں سے دو تہائی مسلم ممالک کا مقدر ہیں مگر ملت مسلمہ کی بے تدبیری اور بے بصیرتی کہ تمام تر صلاحیتوں کے ہوتے ہوئے وہ وسائل بھی کفر کی ایجنسیوں کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ وسائل تیل اور گیس ہوں یا سونا' تانبا' لوہا اور کوئلہ ہو جو سہولتیں ہم کفار کی ان غیر ملکی کمپنیوں کو اپنے کمیشن کے لالچ میں دیتے ہیں وہی سہولتیں اپنوں کو دیں تو تمام تر مفادات اپنی خوشحالی پر صرف ہوں۔

''ترقی یافتہ'' کہلوانے والے یہ تسلیم کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہو پاتے کہ خالق نے مخلوق کی ضرورت کے عین مطابق پہلے وسائل کا اہتمام فرمایا پھر طویل مدت گذرنے کے بعد جب وسائل اپنی پختگی کو پہنچ گئے تو کرہ ارض پر انسان کو ان وسائل سے استفادہ کی خاطر بسا دیا گیا اور وسائل کے لئے پہلے تعلق باللہ یعنی اللہ اور انبیاء کی اتباع کو ضمانت قرار دیا تو دوسرے درست سمت محنت کو' آج کے دور کی بدنصیبی کو ایمان کا اقرار کرنے کے باوجود ہم دونوں سے دور ہیں۔

☆ ☆ ☆

آج لاکھ ہم ترقی کا ڈھنڈورا پیٹیں' کیا یہ امر واقع نہیں کہ اس ترقی نے ایٹم بم اور کمپیوٹر دے کر ہم سے ہماری اخلاقی' سماجی' معاشرتی قدریں چھین لینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ذہنی جلا سلب کر لی اور انسانیت کو اپاہج کر دیا۔ آج بچہ بوڑھا' دس عدد کیلکولیٹر کے بغیر جمع نہیں کر پاتا۔ دو ہندسوں کی صحیح ضرب نہیں دے سکتا۔ اور جب سے کیلکولیٹر طالبعلم کی جیب میں گیا ہے۔ دل و دماغ سے استاد کا احترام رخصت ہو گیا۔

علم کی شان یہ تھی کہ کسی سے ایک لفظ سیکھا یا محض راستہ ہی پوچھا تو وہ ساری زندگی قابل احترام ٹھہرا۔ اس کے سامنے آنکھ نہ اٹھ سکی۔ مگر آج اسی علم کی بنیاد پر نہ استاد عظمت و تکریم لینا چاہتا ہے۔ نہ شاگرد دینے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ آخر کہیں تو نقص ہے' یہ بلا وجہ تو نہیں۔ یہ سارا کمپیوٹر کا قصور نہیں ہمارا ہے' علم دینے والوں کا اور علم لینے والوں کا ہم علم کے تاجر بن چکے ہیں۔

علم جب تک خود شناسی اور خالق شناسی اور مقصد حیات کی بہتر تکمیل کے لئے تھا کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ آئندہ بھی کبھی شعور کے ساتھ اسی راہ کی طرف پلٹ آنے کی صورت بن گئی تو انشاء اللہ وہ سب دوبارہ نصیب ہو گا۔ لیکن اگر یہ پیٹ ہی کے لئے رہ گیا تو ہم سب کچھ گنوا کر پیٹ بھی نہ بھر سکیں گے۔ بات بڑی سادہ ہے کہ اگر علم اور رزق لازم و ملزوم ہوتے تو بے علم سب کے سب فاقے مرجاتے۔ مگر کتنے بے علم ہیں جو علم والوں سے بڑھ کر وسائل رزق و آسائش کے مالک ہیں۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

12-05-2003

بہبود آبادی 6 کروڑ 80 لاکھ ڈالر کی ''امداد''

ٹیلی ویژن' ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے کونے کونے میں بسنے والوں کو یہ ''نوید مسرت'' سنائی جا رہی ہے کہ پاکستان کے وزیر خزانہ شوکت عزیز اور امریکی شاطرہ کولن پاول کے دستخطوں سے ایک معاہدہ طے پا گیا ہے جس کی رو سے پاکستان کو ''آبادی کی بڑھوتری'' روکنے کے لئے 6 کروڑ 80 لاکھ ڈالر کی ''امداد'' ملے گی۔ یہ خطیر امداد اہلِ وطن میں ''بہبود آبادی'' کے پروگرام کو آگے بڑھانے کے لئے موثر ثابت ہوگی۔

اخبارات ہی ہمیں یہ بتاتے آئے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بیشتر وزراء خزانہ ہمیشہ امریکی مفادات کے امین رہے ہیں۔ کچھ صف اول میں رہتے CIA کے باقاعدہ نمائندے ہوئے جن میں شعیب صاحب کا نام لیا جاتا ہے تو کچھ دوسری صف میں ذرا دھیمے سروں میں امریکی راگ گانے والے ہوئے۔ شعیب صاحب کی طرح شوکت صاحب' جن میں ''ش'' مشترک ہے' بھی امریکہ ہی سے وارد ہوئے ہیں۔ یہ کس صف میں ہیں مستقبل میں انکشاف ہوگا۔

مذکورہ معاہدہ گویا ایک ہی ملک کا فیصلہ ہے۔ کہ ''اصل میں دونوں ایک ہیں'' اور بہبود آبادی کے غم میں امریکہ کا گھلنا بہت پرانا ہے۔ آپ کی آگاہی کیلئے ہم روزنامہ خبریں کے کالم نگار کا ''ایک روٹی کا سوال ہے بابا'' لکھا کالم' اختصار سے پیش کرتے ہیں جو ''امریکی محبت'' پر گواہ ہے:۔

1974ء کے آغاز میں امریکہ نے ایک خصوصی کمیٹی بنائی جس کا کام 2000ء تک درپیش خطرات کی نشاندہی کرنا تھا۔ اس کمیٹی نے پے در پے اجلاسوں کے بعد اپریل 1974ء میں اپنی سفارشات مرتب کیں جنہیں کمیٹی کے سربراہ معروف یہودی ہنری کیسنجر نے رپورٹ S-200 کا نام دے کر مئی کے پہلے ہفتے میں صدر نکسن کو پیش کیا۔ اس رپورٹ میں تیسری دنیا میں بالعموم اور بالخصوص پاکستان' مصر' بنگلہ دیش' ترکی' نائجیریا اور انڈونیشیا جیسے ملکوں کو ان کی بڑھتی آبادی کے سبب اگلے 25 سالوں میں امریکہ کے لئے خطرہ قرار دیا گیا تھا۔

''ماہرین'' نے خیال ظاہر کیا تھا کہ مسلم دنیا میں آبادی بڑھنے سے ان ممالک کی سیاسی' عسکری اور معاشی قوت میں اضافہ ہوگا۔ ان ممالک سے نکلنے والا وہ خام مال جس سے یورپ اور امریکہ کے کارخانوں کی چمنیاں گرم ہوتی ہیں' آنا بند ہو جائے گا۔ لوگوں میں قدرتی وسائل کو اپنے قبضے میں رکھنے کا شعور بیدار ہو جائیگا اور مراعات یافتہ طبقے کے خلاف موجودہ عوامی نفرت باقاعدہ تحریکوں کی شکل اختیار کر لے گی جو تیسری دنیا میں امریکی مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔

16 اکتوبر 1975 کو ہنری کیسنجر نے ''ارجنٹ اینڈ کانفیڈینشل'' کے ٹیگ کے ساتھ یہ رپورٹ S-200' صدر فورڈ کو بھیجی اس خط کے ٹھیک 40 روز بعد 26 اکتوبر 1975ء کو وائٹ ہاؤس سے مسٹر اسکو کرافٹ کے دستخطوں سے' یہ منظور ہو کر باہر آئی اس آرڈر کا ڈائری نمبر 314 تھا۔ اس کی نقول وزارت دفاع' خزانہ' خارجہ' آرمی چیف اور ڈائریکٹر CIA جارج بش کو بھی ارسال کی گئیں۔

پھر اسی آرڈر کے تحت مذکورہ 6 ممالک میں' جہاں سے امریکہ کو مستقبل بعید میں بغاوت کے خدشات سر اٹھاتے نظر آ رہے تھے نس بندی کے فوری اقدامات کے لئے احکامات دے دیئے گئے کیونکہ ان 6 ممالک کے عوامی مزاج میں بڑی مماثلت ہے'' متشددانہ مذہبی فکر کا غلبہ ہے' عوام یورپی اقوام سے نفرت کرتے ہیں' نفاذ اسلام لوگوں کی پہلی اور آخری خواہش ہے''

رپورٹ S200 کے تحت جاری کردہ حکم میں نس بندی کے لئے 9 مختلف اقدامات تجویز کئے گئے تھے مثلاً چند ایک یہ ہیں۔

1) مسلم ممالک میں خاندانی منصوبہ بندی کے لئے بھرپور مہم چلائی جائے اور مذہبی عناصر مخالفت کریں تو سختی سے ''کرش'' کر دیا جائے۔

2) سائنسی طریقوں ہتھکنڈوں اور غیر محسوس طریقے سے خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف کام کرنے والوں (مذہبی عناصر) کو معاشرے سے کاٹ دیا جائے۔

3) IMF کے ذریعے ان ممالک کو شدید ترین اقتصادی دباؤ میں لایا جائے۔

4) مقامی دانشوروں' ادیبوں' فنکاروں' شاعروں اور ''ماہرین'' کو ''استعمال'' کیا جائے جو لوگوں

کو آبادی بڑھنے سے قحط بڑھنے" کے خوف میں مبتلا کریں۔

5) جنگ سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے آبادی کم ہو لہٰذا مسلم دنیا میں باہمی تنازعات کو زیادہ سے زیادہ ہوا دی جائے وغیرہ وغیرہ۔

رپورٹ S200 کے مذکورہ ابتدائیہ کو ایک بار توجہ سے پڑھنے کے بعد گذشتہ 28,27 سال کے دوران ہونے والے واقعات و حوادث کا تجزیہ کیجئے۔ آپ کو نتائج اخذ کرنے میں ذرہ بھر دشواری پیش نہیں آئے گی۔ مثلاً ایران اور عراق کی طویل جنگ' عراق اور کویت کا قضیہ' اسرائیل کی تسلسل کے ساتھ جاری رکھی جانے والی فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی اور تازہ ترین افغانستان اور عراق پر بلا واسطہ امریکی برطانوی یلغار' یہ S200 ہی کی عملی شکل ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی ہو یا بہبودی آبادی یا زچہ بچہ کی صحت کی تحریک ہو یا حقوقِ نسواں کا نعرہ سب کے پیچھے امریکی یورپی مفادات کا تحفظ کارفرما ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ان کے "دانشور اور ماہرین و کالم نگار' تجزیہ نگار" "استعمال" ہو رہے ہیں۔ دینی مدارس کے گرد بتدریج تنگ کیا جانے والا گھیرا اور عمومی تعلیمی نصاب میں تبدیلیاں' جنسی مضامین کو نصاب میں متعارف کرانا یہ کیا اتفاقی امر ہے؟ نہیں بلکہ یہ S200 کا ہی حصہ ہے۔ جاری کردہ احکامات میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ IMF کے ذریعے ان ممالک پر دباؤ بڑھایا جائے یہ دباؤ بڑھانے اور دباء قائم رکھنے کے لئے بنیادی کردار وزیر خزانہ ادا کرتا ہے یہی سبب ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کلیدی وزارتوں کا قلمدان ہمیشہ سے ان "ماہرین" کو سونپا گیا جن کے سروں پر امریکی "ہما" بیٹھا وہ شعیب صاحب ہوں یا شوکت صاحب یا سرتاج عزیز وغیرہ۔ ملک "س اور ش" کے پھندے میں رہا۔

IMF یا انٹرنیشنل مانٹری فنڈ یہود کی سرپرستی میں ایسا عالمی مالیاتی ادارہ ہے جس کی رکنیت (برائے حصول سودی قرض) کے بغیر عالمی بنک World Bank سے قرض نہیں مل سکتا اگرچہ بذات خود ورلڈ بنک بھی مکمل طور پر پنجہ یہود میں ہے۔ IMF سے قرض لینے والے ملک کو قرض کی دستاویز کے علاوہ ایک اور معاہدے پر بھی دستخط کرنا لازم ہوتا ہے اور یہ معاہدہ Structural Adjustment کا ہے۔

سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ سے مراد ہے کہ دیئے گئے سودی قرض کی واپسی کے لئے IMF جو اقدامات تجویز کرے گا وہ ہر حال میں مقروض ملک کو چاہتے نا چاہتے نبھانے ہونگے مثلاً متفرق نوعیت

کے ٹیکس لگوانا' اشیائے صرف کی قیمتوں میں اضافہ کرنا' صحتِ عامہ کے نام پر تجویز کردہ اقدامات کرنا (مثلاً آیوڈین ملے نمک کو ملک کے ہر شہری کو کھلانا) نصابِ تعلیم میں حسب خواہش تبدیلیاں تجویز کرنا اور خاندانی منصوبہ بندی پر عملدرآمد کرانا وغیرہ۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عوام اگر ذہن پر زور ڈالیں تو بات ان کے حافظہ میں محفوظ ہو گی کہ ہر نئی حکومت نے' بالخصوص اس کے مالی مشیر' وزیر خزانہ نے انہیں یہ مژدہ سنایا کہ ہم مالی استحکام کی منزل کے قریب ہیں اور اگلے دو تین سال بعد ہمیں IMF اور ورلڈ بنک سے قرض لینے کی ضرورت نہ رہے گی مگر اسی حکومت نے پہلی حکومت سے بڑھ چڑھ کر قرضے لئے اور تلخ معاہدوں پر عمل کرتے قوم پر بے جا ٹیکسوں کا بوجھ ڈالا۔

1947ء میں چند درددل رکھنے والے فوجی ٹرک لے کر مہاجرین کے کیمپوں کی طرف نکل جاتے اور قافلے کے معذوروں کی مدد کرتے۔ ڈرائیور سکھ ہوتا۔ ایک روز ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور میں اسی غرض کے لئے جب تیسری یا چوتھی بار یہ فوجی گئے تو تھانہ کے سکھ تھانیدار نے ٹرک کے سکھ ڈرائیور سے ساز باز کی کہ تم ٹانڈہ سے دسوہہ جاتے چند فرلانگ آگے سڑک پر دلدل میں ٹرک پھنسا دو۔ رات کو ہم اچانک ان مسلمان فوجیوں کا خاتمہ کر دینگے تمہاری جان چھوٹ جائیگی۔

IMF اور ورلڈ بنک کے یہود مطلوبہ ممالک کے وزراءِ خزانہ کے توسط سے ملک کو سودی قرض اور سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ کے معاہدوں کی دلدل میں پھنسا کر حملہ آور ہوتے ہیں اور پھر'' کاغذ دی بیڑی (کشتی) ملاح کبوتر'' اُس بُڈ (ڈوب جانا) دَینا' اوس اُڑ دینا'' کی طرح ملکی عوام ٹیکسوں اور دیگر ناروا مطالبات میں جکڑے کراہنے پر مجبور ہوتے ہیں جبکہ وزیر خانہ یا معاشی مشیر امریکہ میں اڑان بھر کے جا چکے ہوتے ہیں۔

اب اس صورتحال میں آپ بہبود آبادی کی 6 کروڑ 80 لاکھ ڈالر کی ''امداد'' کا تجزیہ کیجئے اس امداد کا بیشتر حصہ تو امداد دینے والے ادارے کے ''ماہرین'' تنخواہوں' سفر خرچ اور فائیو سٹار ہوٹلوں کے بل کی صورت میں وصول کرلیں گے کچھ حصہ باہر سے برامد ہونے والے ''مال'' کی قیمت پر اٹھ جائے گا ایسا مال' جو ان کے مقاصد کی تکمیل کرے اور یہ بنیادی مقصد یوں صاف بیان ہوا ہے کہ جو لقمہ امریکہ دیورپ کو درکار ہے وہ کسی کے منہ میں نہ جائے۔

آبادی کا روکنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ یہ خالق کے قبضہ قدرت میں ہے اور

جس قدر مخلوق پیدا کی جانی مطلوب و مقصود تھی اس کی ارواح تخلیق کائنات کے عمل کی تکمیل کے ساتھ ہی تخلیق کر لی گئی تھیں اور اپنے آخری نبی ﷺ کے ذریعے رشد و ہدایت کی آخری محکم و مدلل کتاب قرآن کریم میں یہ ذکر فرما بھی دیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، اللہ کی کتاب پر ایمان کا دعویدار اگر یہ کہے کہ وہ آبادی روک سکتا ہے تو اپنے اسلام کا وزن خود ہی دیکھ لے۔

ارواح کس کس گھر میں کس کس حیثیت میں، کس تعداد میں، بیٹے یا بیٹی کی شکل میں، ایک ایک یا جڑواں یا اور زیادہ، مکمل، مفلوج یا معذور کن حالتوں میں آئیں گی۔ کہاں اسقاط ہو گا اور کہاں مردہ ولادت ہوگی یہ سب طے شدہ امور میں سے ہے اور مسلمان کہلوانے والوں کے ایمان کا حصہ ہے چونکہ یہ اسباب کی دنیا ہے اور انسان کی ذہنی تسکین کے لئے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ خالق و قادر مخلوق کے لئے فیصلوں کو اسباب کے ساتھ ملا کر انکے لئے قابل قبول بنائے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک شخص نے نس بندی کرائی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود اسے اولاد دی، کسی نے کنڈوم استعمال کر کے بچے روکنے کا یقین کر لیا مگر اپنے وقت پر بچہ آ گیا کسی نے محفوظ گولیاں کھائیں اور وقفہ بڑھا کر خوش ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ نے وقفہ پر خوشی منانے والوں کو بیک وقت دو یا تین چار بچے دے کر "خوش" کر دیا۔ یہ واقعات ہماری روزمرہ زندگی کا حصہ ہیں تخلیق کا فلسفہ یہود و نصاریٰ بھی جانتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر یہود و نصاریٰ کے سیانے قرآن کی حقانیت پر قائل ہیں، فلسفۂ تخلیق کو سمجھتے ہیں تو پھر خاندانی منصوبہ بندی پر زرِ کثیر خرچ کیوں کرتے ہیں؟ بات بظاہر وزنی ہے وہ احمق نہیں ہیں بلکہ یہ جانتے ہیں کہ جن سے ان کا واسطہ ہے وہ احمق ہیں کہ ہم "ریسرچ" کے پردے میں جو گولی انہیں کھلاتے ہیں وہ عقلمندی کا ثبوت سمجھ کر نگل لیتے ہیں خواہ گولی بہبود آبادی کی ہو یا آیوڈین ملے نمک کی یا ڈیزی کٹر بموں کی شکل میں۔

وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے زرخرید ایجنٹ اتنے موثر ہیں کہ کم ہی لوگ ان کے سامنے کھڑے ہونے کی ہمت رکھتے ہیں۔ سرمایہ سے خریدے ضمیر اپنی قوم کو زہر کھلاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس زہر کی زد میں ان کے اپنے بھی آتے ہیں۔ مفادات کی، آنکھوں پر بندھی پٹی، انہیں سمجھنے کی طرف آنے ہی نہیں دیتی۔ ضمیر کے ہاتھوں مجبور جو اس زہر کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں انہیں یہ بے ضمیر مصائب و مشکلات کی دلدل میں دھکیل دیتے ہیں۔

اب ایک نیا سوال سر اٹھاتا ہے کہ اگر خاندانی منصوبہ ساز یہ جانتے ہیں کہ سینۂ دھرتی پر کسی نفس کا نہ اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کمی تو پھر وہ عقل کے اندھے اس پروگرام پر اربوں ڈالر کیوں خرچ کر رہے ہیں۔ سوال معقول بھی ہے اور وزنی بھی۔ اس کو ایک اور سوال کے ساتھ ''نتھی'' (جوڑ) کر کے جواب تلاش کرتے ہیں۔ پاکستانی مسیحی برادری کو ورلڈ کونسل آف چرچز کی طرف سے فروغ عیسائیت کے لئے خطیر رقم ملتی تھی مگر مسلمانوں کے مرتد ہونے کی رفتار امداد کے حجم کے مقابلے میں ''اونٹ کے منہ میں ریزہ'' سے بھی کم تھی جو ہر طرح ان کے لئے قابل فکر تھی لہذا ان کی یہ امداد روک دی گئی۔

پاکستانی کونسل آف چرچز کے جس جواب کو وزنی سمجھ کر امداد بحال کی گئی وہ یہ تھا کہ عیسائیت کے لئے پاکستان میں یہ زیادہ نفع بخش نہیں ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ مرتد ہوں اس سے مقامی آبادی چوکنی ہوگی اور چرچ کی مشکلات میں اضافہ ہوگا۔ ہم خاموشی سے جو کام کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے اسلام کھینچ نکالا جائے اوپر کا خول عبدالرشید، عبدالرحمٰن، عبداللہ، زینب، رقیہ ہی رہے مگر اندر مکمل الحاد ہو اور یہ ہو رہا ہے۔

ورلڈ کونسل آف چرچز کو یہ جواب اسقدر پسند آیا کہ امداد بحال کر دی اور ساتھ ہی ساتھ ''سماجی بھلائی'' کے لئے بے شمار NGO's برسات میں اگی کھمبیوں کی طرح، اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اُگائی گئیں اور سرکاری، نیم سرکاری سطح پر زر کثیر دے کر ان کی اس حد تک آبیاری کی گئی کہ وہ حکومت کے فیصلوں پر بھی حاوی ہونے لگیں۔ یہ سب کچھ آج بچشم سر دیکھا جا رہا ہے حکومتی ''چیخ و پکار'' سنی جا رہی ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو اس کی حقیقی روح کے ساتھ سمجھنا اب آپ کے لئے بہت آسان ہو جائے گا مثلاً۔

1) سرفہرست ہدف، خاندانی منصوبہ بندی کے ''محفوظ ذرائع'' سے، بدکاری و فحاشی کو بالخصوص نوجوان نسل میں، عام کرنا ہے۔

2) دوسرا ہدف مرد وزن میں تولیدی بیماریوں کو پھیلانا ہے تا کہ مستقبل کی نسل کمزور سے کمزور تر ہوتی جائے بلکہ بانجھ ہو۔

پہلے ہدف تک پہنچنے کے لئے، پہلے شکار تیار کرنا ضروری ہے اور اس کے لئے الیکٹرانک میڈیا میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے زر کثیر سے سپانسر کئے گئے ہیجان انگیز ڈرامے، موسیقی کے پروگرام، تشہیری ماڈلز

کے جنسی زاویے اور ادائیں ہیں تو پرنٹ میڈیا میں جنسی ہیجان کو ہوا دینے والے افسانے اور جنسی خواہشات کومہمیز لگانے والے ادویات کے اشتہارات کے ساتھ ''طب نبوی'' کی اسناد ہیں۔ اس گہرے سمندر میں نوجوان نسل کو دھکا دے کر کپڑے خشک رکھنے کا تقاضا عقل کا اندھا پن نہیں تو پھر اسے کونسا نام دیا جائے گا۔ اس ہیجان کی تسکین کرتی ہیں ''وقفہ کی محفوظ گولیاں'' کنڈوم' چھلے اور ٹیکے وغیرہ۔

خاندانی منصوبہ بندی کا کوئی عمل کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے جو بد اثرات Side effects سے پاک ہو۔ ان سے متاثرہ انسان نفسیاتی اور جسمانی عوارض سے دو چار ہوتے ہیں یہ ہماری ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ مستند ماہرین اس حقیقت پر متفق ہیں:۔

ضبط تولید کی گولیاں اور فالج:

☆ ''ڈاکٹر ولادی میر ہاچنکی کے مطابق اونٹاریو میں فالج کے مریضوں کی مجوعی تعداد میں 17% صد اضافہ ہوا۔ ڈاکٹر ہاچنکی نے یہ بات سپریم کورٹ میں دائر کردہ ایک مقدمے کی سماعت کے دوران بتائی۔ پالین نجان نامی ایک خاتون نے آرتھوفارماسیوٹیکل (کینیڈا) کے خلاف درخواست میں عدالت کو بتایا کہ اس کمپنی کی تیار کردہ ضبط تولید کی گولیاں استعمال کرنے سے اس پر 1971ء میں فالج کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے اس کا بایاں ہاتھ اور پاؤں مستقل طور پر بے کار ہوگیا ہے اس پر یہ حملہ 23 سال کی عمر میں ہوا تھا''

☆ ''کینیڈا کے ایک ممتاز ماہر امراض اعصاب کے مطابق اب تک کے مشاہدات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب سے ضبط تولید کی گولیاں استعمال ہونے لگی ہیں خواتین پر فالج کے حملوں کا سلسلہ تیز ہوگیا ہے۔ ان کے مطابق 1967ء اور 1968ء میں ان گولیوں کو عوام میں متعارف کرانے کے بعد انہیں استعمال کرنے والی 57 فیصد خواتین فالج میں مبتلا ہوئیں جبکہ 59-1958ء میں یہ صورت حال نہ تھی'' (بحوالہ ہمدرد صحت ستمبر 85' صفحہ 86)

ضبط تولید اور جسمانی عوارض کے ساتھ نفسیاتی عوارض:

☆ ''شاہدہ اور اس کا خاوند پیشے کے اعتبار سے سائنسدان ہیں۔ شاہدہ کہتی ہے کہ شادی سے قبل میری صحت کا کبھی کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہوا تھا لیکن شادی کے بعد جب میں نے مانع حمل گولیاں استعمال کیں تو یہ میری بیماری کا سبب بن گئیں میں ہی نہیں میرے شوہر بھی بیمار رہنے لگے۔

جب ہماری شادی ہوئی تو ہم دونوں Phd کیلئے ریسرچ کر رہے تھے تعلیم کے دوران ہمارے لئے بچے کی ولادت دِقتیں پیدا کرسکتی تھی لہذا ہمیں مانع حمل گولیوں میں ہی عافیت نظر آئی۔ مانع حمل گولیوں کے استعمال کے تقریباً ایک سال بعد ہماری صحت خراب رہنے لگی۔ وزن گھٹنے لگا' مزاج میں ہیجان اور چڑ چڑا پن پیدا ہوگیا۔ افسردگی نے گھیر لیا۔ شوہر اعصابی بد نظمیوں کا شکار رہنے لگے کبھی کبھی ہیجانی کیفیت سے دو چار ہوجاتے"

(ہمدرد صحت جولائی 84 صفحہ 5/6)

ضبط تولید کے ٹیکے اور کینسر:۔

ضبط تولید کے لئے جرمنی کی فارماسیوٹیکل فرم شیرنگ Sehering نے ایک ٹیکہ Norigest متعارف کرایا۔ اس ٹیکے کے ہمراہ کمپنی کے فراہم کردہ معلوماتی لٹریچر میں تیسرے کالم کے آخری پیرہ گراف سے بقول کمپنی یہ شہادت ملتی ہے کہ اس ٹیکہ کے استعمال سے خواتین میں کینسر بھی ہو سکتا ہے۔ کمپنی کے اپنے اعلان میں بعض دوسری پیدا ہونے والی بیماریوں کا ذکر بھی ہے۔

☆ "مانع حمل وسائل کے استعمال سے مردوں کے جسمانی نظام میں برہمی پیدا ہوتی ہے۔ عارضی طور پر ان میں کمزوری یا نامردی بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ مجموعی حیثیت سے کہا جاسکتا ہے کہ ان وسائل کا زیادہ برا اثر بظاہر مرد کی صحت پر نہیں پڑتا مگر اس بات کا ہمیشہ خطرہ ہے کہ مانع حمل وسائل کے استعمال سے جب مرد کو دوران مباشرت اپنی خواہش کی مکمل تسکین نہ ہوگی تو اس کی عائلی زندگی کی مسرتیں غائب ہوجائینگی اور وہ دوسرے ذرائع سے جنسی تسکین حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جو اس کی صحت برباد کردینگے اور ممکن ہے امراض خبیثہ میں مبتلا ہوجائے"

☆ منع حمل کی تدبیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت کے عصبی نظام میں سخت برہمی پیدا ہوتی جاتی ہے اس میں بد مزاجی اور جڑ چڑا پن پیدا ہوجاتا ہے۔ جب اس کے جنسی جذبات کی تسکین نہیں ہوتی تو شوہر کے ساتھ تعلقات خراب ہوجاتے ہیں (British National Birth Rate Commission Report)۔

☆ ضبط ولادت کے طریقے' کنڈوم ہوں یا جراثیم کش دوائیں' گولیاں اور فرزجے وغیرہ جو بھی ہوں' کے مسلسل استعمال سے عورت میں اعصابی ناہمواری' پژمردگی' افسردہ دلی' طبعیت کا چڑ

چڑاپن، اشتعال پذیری، غمگیں حالت کا ہجوم، بدخوابی، پریشان خیالی، دل و دماغ کی کمزوری، دوران خون کی کمی، ہاتھ پاؤں کا سن ہوجانا، جسم میں کہیں کہیں ٹیسیں اٹھنا، ایام ماہواری میں بے قاعدگی پیدا ہونا ان کے لازمی اثرات ہیں" (Dr. Mary Scharlaib- Forty years experience)۔

☆ "ضبط ولادت کی گولیاں خطرناک نتائج کی حامل ہیں۔ ان کے استعمال سے سر چکرانا اور دیگر اعصابی تکلیف ہی نہیں بلکہ Cancer جیسے موذی مرض کے پیدا ہونے کا خدشہ بھی ہے" (Dr. Ranial Deucas- Britisher)، بحوالہ صدق جدید لکھنو 18 نومبر 60)

مذکورہ ماہرین کی آراء اپنی جگہ، مقامی طور پر ہمارے اپنے ہسپتال (النور جنرل ہسپتال) میں علاج کی غرض سے آنے والی اکثر خواتین کی ہسٹری لیتے تکلیف کے اسباب میں خاندانی منصوبہ بندی کے لوازم تہہ میں کارفرما پائے جاتے ہیں۔ اک طرف ریڈیو، ٹی وی پر عوام الناس کو ایڈز، کینسر کے موذی اور لاعلاج ہونے سے ڈرایا جاتا ہے اور دوسری طرف کینسر پیدا کرنے والے موذی اسباب بہبود آبادی کی خطیر امداد سے عوام میں بانٹے جاتے ہیں۔ خیر خواہی کا یہ انداز چشم فلک نے کہاں دیکھا ہوگا۔

ہم نے بہبود آبادی کی امداد کے دو اہم اہداف کا اوپر ذکر کر کے ان کے شواہد پر بات کی ہے دونوں اہداف کی تکمیل ہوتے ہر صاحبِ فہم و فراست دیکھ رہا ہے۔ بہبود آبادی کی "محبت بھری امریکی یورپی امداد" سے جب بیماریاں شروع ہوتی ہیں تو ایک طرف ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مہنگی ادویات جب ایک مرض کے خاتمے کے لئے ڈاکٹر حضرات تجویز کرتے ہیں تو دوسری طرف اسی دوائی کے بداثرات Side efficts ڈاکٹر کے کلینک پر بار بار حاضری کی راہ کھول دیتے ہیں یوں "حکومتی صحت پالیسی کامیاب ہو رہی ہے"۔

جب ماں بیمار ہوگی تو قوم تندرست کیسے ہوگی۔ نپولین نے غلط نہیں کہا تھا، انتہائی قیمتی بات کہی تھی "Give me Good Mothers I will give you Good Nation" مجھے اچھی صحت و کردار والی مائیں دو میں تمہیں اچھی صحت و کردار والی قوم دونگا۔ جب سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عوام، خواص کو بہبود آبادی کی دیمک نے چاٹنا شروع کیا ہے اس وقت سے آج تک قوم کی صحت و کردار کے گرتے چڑھتے گراف کا تجزیہ کر کے آپ دیکھ لیں کہ آپ کہاں کھڑے

ہیں؟

بہبود آبادی کا جال پرانا ہو گیا۔ شکار کو اس پھندے کی کچھ کچھ پہچان ہو گئی تو پرانے شکاریوں نے آیوڈین ملے نمک کا نیا جال پھینکا جو اس سے زیادہ مہلک ہے ایوڈین ملے نمک کی ہلاکت آمیزی ملاحظہ فرمایئے جو بلا تحقیق ہر گھر میں حاملہ، غیر حاملہ، بچے بوڑھے ایک ہی مقدار میں تسلسل سے استعمال کر رہے ہیں۔

☆ ''حمل کے دوران ایوڈین کے استعمال سے کھلوزدہ بچے پیدا ہوتے ہیں'' (G.E. -Steffen, JAM, MED Assosiation- 1965, P-192/571

☆ ''ایوڈائڈ کے متواتر استعمال سے ذہنی پژمردگی، اعصابی تناؤ اور جنسی ناطاقتی پیدا ہوتی ہے''۔ (Extra Prarmacopia- Mertendale)

☆ ''ایوڈین کے استعمال سے دمہ اور تپ دق میں اضافہ ہوتا ہے'' (R.L.Bear & H. Harris, Jam.Med Association 1967-P 202/710)

☆ '' ایوڈین کے استعمال سے بے ڈھنگے یا ناقص بچے پیدا ہوتے ہیں''۔ (M.G. Willson, AM Journal, Obstetric & Gynaecology (1962-P 83-818

بہبود آبادی اور آیوڈین ملے نمک کے استعمال کے حوالے سے کی گئی بات کے شواہد کے طور پر پیش کردہ حوالہ جات کسی مسلمان فنڈامینٹلسٹ Fundamentalist ڈاکٹر کا فتویٰ نہیں ہے بلکہ یہ انہی کے سیانے ہیں جو ہمیں بہبود آبادی کی گولیاں اور آیوڈین ملا نمک کھلانے پر مصر ہیں۔ ہم نے یہ حوالہ جات آپ کے سامنے اس لئے رکھے ہیں کہ آپ کے جذبہ حب الوطنی کو انگیخت کریں۔ شاید راکھ میں دبی ضمیر کی چنگاری شعلہ بن جائے اور اغیار کی ''خیر خواہی'' پر برق بن کر گرے، قوم محفوظ ہو جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

12-02-2004

سچا کون؟ جھوٹا کون؟ ایٹمی سائنسدان' پاکستان' لیبیا' شمالی کوریا' ایران یا امریکہ و بھارت

انسان کے خالق نے عملی زندگی کے چھوٹے بڑے فیصلے کرنے کے لئے انسان کو محتاج پیدا نہیں کیا بلکہ ہر انسان کو ایک منصف عطا کر کے کارگہہ حیات میں بھیجا تھا اور یہ سلسلہ آخری انسان کی پیدائش تک رواں دواں رہے گا۔ انسانی فہم و شعور کی تخلیق کردہ دنیوی عدالتوں کی طویل ترین ساعتوں' قانونی موشگافیوں اور فیصلے سنانے کے لیے اوقات کے تعین سے یکسر بے نیاز' یہ منصف ''چٹ منگنی پٹ بیاہ'' کے مصداق فوری فیصلے کی صلاحیت سے مالا مال ہے۔ اس نے کبھی غلط فیصلہ نہیں دیا۔ اگر کسی جگہ کبھی غلط فیصلے ہوئے ہیں' ہو رہے ہیں یا مستقبل میں ہونگے تو صرف اس منصف سے بغاوت کے سبب ہونگے۔

یہ منصف انسانی ضمیر ہے جو کبھی غلط مشورہ نہیں دیتا۔ غلط فیصلہ نہیں دیتا۔ اگر کوئی اس سے باغی ہو کر اس پر اپنا فیصلہ صادر کرے تو یہ احتجاج کرتا ہے اور اگر احتجاج موثر ثابت نہ ہو تو یہ وقتی طور پر خاموش ہو جاتا ہے مگر یہ مرتا نہیں صرف موقعہ کی تلاش میں رہتا ہے اور یوں' جونہی اسے وہ لمحہ میسر آ جاتا ہے جب اس کا تیر ٹھیک نشانے پر لگے تو یہ کوئی ساعت ضائع کیے بغیر پوری قوت سے تیر پھینکتا ہے مثلاً فضیل بن عیاض ضمیر کا باغی تھا اور بدترین ڈاکو تھا مگر ایک رات واردات میں مصروف فضیل کو اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللہِ...... (الحدید) کا تیر گھائل کر گیا اسی طرح معصوم عبدالقادر جیلانی کے قافلے کو لوٹنے والے سردار کا ضمیر بھی تیزی کی زد میں آ گیا تھا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایٹمی سائنسدانوں کے سروں پر رسوائی کی خاک اڑانے والوں کے حوالے سے ہم نے ضمیر کو بہت ڈھونڈا۔ گلیوں' بازاروں اور ایوانوں میں آوازے لگائے تو ضمیر کی مری مری' دبی دبی سسکیوں آہوں میں لرزتی آواز سنائی دی کہ میں تو یہاں یہود و نصاریٰ کے ہاں گروی رکھا جا چکا ہوں۔ مجھے تلاش کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ بھاگو اور جان بچاؤ کہ وقت کم ہے۔ ضمیر کی

اس بے بسی نے مجھے پہروں رلایا کہ اس بے بسی کی زد میں قوم کے محسن ہی نہیں ہیں ملک و ملت بھی ہے۔ دوسری طرف کفر کے سرخیل عالمی دہشت گرد بش کا ضمیر ''زندہ'' ہے کہ وہ بہ بانگ دہل ہر ''بدمعاش ایٹمی قوت'' کو تباہ کرنے کا برملا اعلان کر رہا ہے۔

امریکی ''زندہ ضمیر'' ہر آن اپنی نئی مرتب کی جانے والی ''نیو ورلڈ آرڈر ڈکشنری'' میں جدید الفاظ شامل کر رہا ہے جس سے اسلامی ممالک کے حکمران بھی پورا استفادہ کر رہے ہیں مثلاً تذلیل و رسوائی کا نام ڈی بریفنگ ہے' سمگلنگ کو انڈر ورڈ کے خوبصورت غلاف میں لپیٹا ہے تو اپنے طے کردہ ناپاک عزائم کو جو دوسروں پر مسلط کرتے ہیں' روڈ میپ کا نام دیا ہے۔ اپنی طے کردہ دہشت گردی کو ''دہشت گردی کے خاتمے'' کا حسین عنوان بنا دیا ہے۔ اسی طرح اپنے مطلب و مقصد کے لیے استعمال ہونے والوں کو نشانہ بنانے کے لیے انتہائی پر اثر اصطلاح ''فرینڈ لی فائر'' ایجاد کی ہے تاکہ فائر کی زد میں آنے والے کا دل ''میلا'' نہ ہو اور وہ ''فرینڈ'' کی گولی کھاتا اپنی موت پر فخر کرے۔

حکومت پاکستان اور ایٹمی سائنسدان کئی سال سے اس فرینڈ لی فائر کی زد میں ہیں بعینہ ہی اس طرح جیسے گھاگ بلیاں چوہے پر دانت تیز کرنے سے پہلے اسے کھلاتی ہیں' بہلاتی ہیں اور کھیل سے تھکنے والی چوہے کو سکون و آرام پہنچانے کے لیے پنجہ استعمال کرتی ہیں۔ امریکی دہشت و وحشت کی علامت بش مسلمان حکمرانوں کو خصوصاً انہیں جو اس کے یار ہیں بہلا رہا ہے ڈالروں کی خوراک کھلا رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ غرا بھی رہا ہے۔ آج صبح پی ٹی وی پر اس کی تقریر کا جو حصہ اس کی ناپاک زبان سے سنایا گیا وہ اس کی غراہٹ تھی کہ ہم دنیا سے ایٹمی پھیلاؤ کے تمام راستے' تمام ذرائع تباہ کر دینگے۔ ہم ایٹمی لیبارٹریاں ملیامیٹ کر دیں گے کہ دنیا کو ''امن کا گہوارہ'' بنانے کے لیے یہ ناگزیر ہے۔

ایٹم بم امریکہ' اسرائیل اور بھارت کے پاس رہیں' روس رکھے تو امن کی ضمانت ہے دفاعی ضرورت ہے اور اگر یہی صلاحیت کسی مسلمان ملک کے پاس ہے یا وہ حاصل کرنا چاہے تو یہ جرم عظیم ہے' ناقابل معافی ہے اور اسے برباد کرنا اسرائیل' بھارت اور امریکہ کا حق ہے' فرض عین ہے۔ جیسے ماضی میں اسرائیل نے عراق کا ایٹمی ری ایکٹر تباہ کیا تھا' اسرائیل اور بھارت مشترکہ منصوبے کے تحت پاکستانی ایٹمی تنصیبات پر حملے کی کوشش عملاً کر چکے ہیں اب یہی پیغام بش کی زبانی دیا جا رہا ہے۔ اس مشن کا پہلا حصہ ایٹم کے خالقوں کی عالمی سطح پر تذلیل پاکستان کے حکمران کے ہاتھوں کروانا تھا جس کے لیے بے بنیاد الزامات تراشے گئے اور بدقسمتی کہ یہ اپنوں نے ان میں مزید نمک مرچ ملایا۔

ہم یہاں بطور نمونہ چند روز کے اخبارات سے ایٹمی ڈیٹرنٹ کے حوالے سے شائع ہونے والی خبریں آپ کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ آپ خود فیصلہ کر لیں کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ ضمیر کہاں کہاں منہ چھپاتا پھر رہا ہے۔ بے ضمیر کہاں کہاں غرا رہے ہیں۔

☆ ڈاکٹر قدیر نے بتایا' مشرف کو ٹیکنالوجی کی منتقلی کا علم تھا۔ (واشنگٹن پوسٹ) یہ جھوٹ ہے (آئی ایس پی آر) سہ کالمی خبر روزنامہ انصاف 5 فروری 2004)

☆ ڈاکٹر قدیر کے اعترافی بیان میں اسلم بیگ اور جہانگیر کرامت کے نام بھی شامل ہیں' (فوجی عہدیدار) (دو کالمی خبر انصاف 5 فروری 2004)

☆ اچھی نیت سے بعض اقدام کیے' اندازے کی غلطی ہوگئی' قوم سے معافی مانگتا ہوں' ٹی وی پر قوم سے خطاب' ڈاکٹر قدیر کا اعتراف (انصاف 5 فروری 2004)

☆ قومی ہیرو کے بدلے پاکستان بچا لیا' ناسمجھ سیاستدان' بددیانت سائنسدان ملک کے لیے خطرہ ہیں۔ مشرف (انصاف 6 فروری 2004)

☆ ڈاکٹر قدیر نے عراق کو ایٹمی آلات کی پیشکش کی' واشنگٹن پوسٹ کا انکشاف (انصاف 6 فروری 2004)

☆ ڈاکٹر قدیر عدالت میں حقائق بیان کر دیں تو فوج کے لیے دامن چھڑانا ممکن نہیں۔ بی بی سی۔ سخت ترین نگرانی میں ایٹمی معلومات یا پرزوں کی منتقلی کیسے ممکن تھی؟ (انصاف 6 فروری 2004)۔

☆ تمام ایٹمی ممالک نے جوہری طاقت بننے میں انڈر ورلڈ کی مدد حاصل کی۔ مرکز دبئی ہے۔ مشرف (انصاف 6 فروری)

☆ پاکستان ایٹمی سائنسدانوں سے حاصل معلومات عالمی برادری کو فراہم کرے۔ امریکہ (انصاف 7 فروری 2004)

☆ ایٹمی پروگرام کی ''حفاظت'' کے لیے امریکہ کی پاکستان سے بات چیت۔ پاول کا مشرف کو فون (انصاف 8 فروری 2004)

☆ اقوام متحدہ کو ایٹمی پروگرام کے معائنہ کی اجازت نہیں دیں گے۔ قصوری (انصاف 8 فروری 2004)

☆ مشرف نے ایٹمی پھیلاؤ میں ملوث سائنسدانوں کے ساتھ سختی سے نبٹنے کا یقین دلایا: کوفی عنان (انصاف 8 فروری 2004)

☆ ایٹمی اثاثوں کے حفاظت کیلئے امریکہ کی مدد نہیں لیں گے۔ پاکستان (انصاف 9 فروری 2004)

☆ شمالی کوریا نے ایٹمی پروگرام 1996ء میں پاکستان کے تعاون سے شروع کیا۔ جاپانی اخبار کا دعوی (انصاف 9 فروری 2004)

مذکورہ طرز کے بیانات سے ملی روزنامے پُر دیکھے جاتے ہیں۔ الزامات اُگلے جا رہے' ہر کس و ناقص الزامات کی جگالی میں فخر محسوس کرتا ہے۔ جن ممالک کو ایٹمی مہارت دیئے جانے کا الزام ہے ان کے ذمہ داران کی بات سننے پر کوئی آمادہ نہیں ہے۔ مثلاً شمالی کوریا' ایران اور لیبیا نے وضاحت کے ساتھ الزامات کی نفی کی ہے۔

☆ مغربی میڈیا کا پراپیگنڈے بے بنیاد ہیں۔ ایٹمی ٹیکنالوجی پاکستان سے حاصل نہیں کی' کچھ آلات بین الاقوامی ایجنٹوں سے حاصل کئے تھے' ایران (انصاف 9 فروری 2004)

☆ دوبئی میں سرگرم انڈر ورلڈ نے ایٹمی پھیلاؤ کے ساتھ امریکہ و برطانیہ کو بھی معلومات دیں' تحقیقاتی رپورٹ (انصاف 9 فروری 2004)

☆ ڈاکٹر قدیر نے ایٹمی ٹیکنالوجی نہیں دی' اعترافی بیان امریکی پراپیگنڈہ ہے۔ شمالی کوریا (انصاف 11 فروری 2004)

☆ میرے نام سے منسوب بیان جھوٹ کا پلندہ ہے' لیبیا کے صدر کے بیٹے کا اخباری بیان۔ (روزنامہ انصاف)

شمالی کوریا' ایران اور لیبیا کا کہنا تو یہ ہے کہ ہم نے ایٹمی ٹیکنالوجی اوپن مارکیٹ یا انڈر ورلڈ سے حاصل کی ہے اور یہ تحقیقاتی رپورٹ جو عالمی ادارے کی تیار کردہ بتائی جاتی ہے یہ وضاحت کر رہی ہے کہ انڈر ورلڈ کے ٹیکنالوجی سپلائر متعلقہ ملکوں کو ٹیکنالوجی فروخت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اطلاع امریکہ و برطانیہ کو بھی دیتے رہے ہیں گویا فی الواقعہ یہ امریکی برطانوی ایجنٹ ہیں جنہیں کچھ مطلوب اور کچھ غیر مطلوب دے کر پاکستانی سائنسدانوں کو جال میں پھانسنے کا کام سونپا گیا تھا اور جسے انہوں نے خوش اسلوبی سے نبھایا۔ اس حوالے سے جنرل اسلم بیگ کا یہ بیان (بحوالہ انصاف 9 فروری 2004)

قابل توجہ ہے کہ "جوہری پھیلاؤ میں پاکستان کے کردار پر تفتیش امریکہ برطانیہ کی سازش ہے"۔

11 فروری کے انصاف کی پانچ کالمی سرخی بڑی فکر انگیز ہے "ثبوت لیٹ دینے پر امریکہ بھی ایٹمی پھیلاؤ کا ذمہ دار ہے۔ ڈاکٹر قدیر پر 3 سال سے شبہ تھا"۔ (جنرل مشرف)

بصد احترام پوچھا جا سکتا ہے کہ 3 سال قبل کا مطلب 2001ء ہے جس میں امریکی ٹون ٹاورز کو یہودی اور امریکی ایجنسیوں نے خود تباہ کر کے سیاہی مسلم امہ کے چہرے پر سجائی تھی اور جسے "صاحبِ بصیرت" مسلم حکمرانوں نے اپنی خاموشی یا عملی معاونت سے تسلیم کر لیا تھا اور جس کے بعد امریکہ نے "ثبوت سازی" کی بے شمار فیکٹریوں میں ثبوت بنا کر عالمی منڈی میں سپلائی کیے تھے۔ جن میں طالبان اور القاعدہ کا ٹون ٹاورز تباہ کرنا' عراق کے پاس تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا ذخیرہ اور ڈرٹی بم کی موجودگی اور خطرہ شامل تھے۔

3 سال کا طویل عرصہ ڈاکٹر قدیر اور اس کی ٹیم انڈر ورلڈ کے ذریعے 'مال' بناتی رہی اور ملک میں ہر سو بو سونگھنے والے اپنے' را اور موساد کے علاوہ سی آئی اے اور ایف بی آئی (جن کا عمل دخل افغانستان پر حملے کے ساتھ ہی یہاں بڑھ چکا تھا) کے کتے ایٹمی رازوں کے "چوری" یا سمگلنگ کی بو نہ سونگھ سکے۔ ملک کا سربراہ ایسی بودی دلیل سامنے لائے تو یہ جگ ہنسائی کا سبب بنتی ہے۔ مگر جگ ہنسائی کا احساس تو بصیرت سے متعلق ہے جو بش کے قدموں میں ڈالی جا چکی ہے۔

ہمارے حکمرانوں کا وطیرہ بن چکا ہے کہ قوم کو صحیح بات نہ بتائی جائے مگر ان کے "پکے کھرے دوست" ان کے بیانات کی تردید کر کے انہیں ہم وطنوں کے سامنے رسوا کرنے کا کوئی موقعہ ضائع نہیں کرتے مثلاً جوہری اثاثوں ہی کے حوالے سے ہم اوپر دو متضاد بیانات آپ کے سامنے رکھ چکے ہیں۔ حکومت پاکستان کا بیان ہے کہ "ایٹمی اثاثوں کی حفاظت کے لیے امریکی مدد نہیں لینگے" (انصاف 9 فروری) "ایٹمی پروگرام کی "حفاظت" کے لیے امریکہ کی پاکستان سے بات چیت (پاول کا فون) پاکستان نے کہا کہ افغانستان پر امریکی یلغار کے سبب پاکستان کو صرف ایک ارب ڈالر نقصان ہوا' پینٹا گون نے کہا کہ "پاکستان کو دس ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔

ایٹمی سائنسدانوں کے حوالے سے یہ گھٹیا الزام بھی عالمی سطح پر پھیلایا گیا کہ انھوں نے مال کے لالچ میں ایٹمی راز اور سامان دوسرے ممالک کو دیا۔ ان سائنسدانوں کے دلوں پر جو چرکے لگے ہونگے کہ ان کی حب الوطنی ان کا ایثار نیلام پر چڑھا دیا گیا یہ اپنی جگہ ہے' جو اخبارات کے کالموں میں سامنے

آیا مگر ٹی وی پر بھاری معاوضہ دے کر گنتی کے ''دانشوروں'' سے اپنے ''فرامین'' کی صحت کا انتظام کرنے کے ساتھ ان کی کردار کشی کا اہتمام بھی کیا گیا۔ اگر یہ سائنسدان اتنے ہی لالچی ہوتے' انہیں وطن سے محبت نہ ہوتی تو یہ امریکہ اور یورپی ممالک میں اپنی صلاحتیں ''فروخت'' کر کے بینک بیلنس سے بینک بھر لیتے۔

آج جنرل پرویز مشرف کو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا تعمیر کردہ شہاب الدین غوری کا مقبرہ یاد آ رہا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان جب اور جہاں کھڑے ہو کر قوم سے جو طلب کریں وہ ان کی توقع سے بڑھ کر نچھاور کر دے گی اور یہی کچھ مقبرے کے سلسلے میں ہوا ہے۔ جب مقبرہ تعمیر ہو رہا تھا صدر اور ان کی ایجنسیاں اس وقت یہیں تھیں' فعال تھیں۔ اس وقت تو کسی نے بو نہ سونگھی کہ وسائل سے بڑھ کر کہاں سے خرچ کیا جا رہا ہے بو کی اس بوتل کا ڈھکنا اس وقت تک امریکہ نے نہ کھولا تھا۔

برسبیل تذکرہ ایک بار راقم الحروف کے ساتھ چند وکلاء اور معززین کا وفد جماعت اسلامی کے مرکز منصورہ گیا۔ منصورہ کی تعمیرات اور دفاتر کا نظم ونسق دیکھ کر ایک فاضل رکن بے ساختہ یہ سوال کر بیٹھے کہ یہ مال کہاں سے آیا؟ اس پر ایک دوسرے ساتھی جواباً کہنے لگے کہ میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں مال جہاں سے بھی آیا' فرق یہ ہے کہ انہیں جو ''آیا'' انہوں نے لگا دیا جو آپ کو نظر آ گیا مگر بے شمار وہ بھی ہیں جنہیں مال آتا ہے مگر وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ یہی کچھ ڈاکٹر عبدالقدیر کے حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا بنایا مقبرہ نظر آ گیا کتنے سیاستدان' جرنیل اور بیوروکریٹس ہیں جن کا مال سرکار کو نظر نہیں آتا۔

اب آیئے! ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے اعتراف جرم پر' پاکستان میں اعتراف جرم کرانا معمولی سی بات ہے۔ یہاں تو بدترین پیشہ ور چور' ڈاکو منٹوں میں اعتراف جرم کر لیتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے تو کبھی ایسا سوچا بھی نہ ہوگا۔ اس سٹیٹس کے آدمی سے اقرار کرانا کونسا مشکل ہے۔ پاکستانی تحقیقاتی ایجنسیوں کے متعلق تو یہ لطیفہ مشہور ہے کہ تھانے سے دہائی دیتا ایک گدھا نکل رہا تھا کہ میں ہاتھی ہوں' میں ہاتھی ہوں۔ دہشت گردی کے الزامات میں سینکڑوں پکڑے جانے والے افراد بھی ایسے ہی بیانات کے مراحل سے گزر کر سزا پاتے ہیں اور رہا ''برآمدگی'' کا مسئلہ تو یہ بھی ایجنسیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے' توپ برآمد کرا دیں یا ڈرٹی بم برآمد کر لیں۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اعتراف جرم کا جو بیان ٹی وی پر پڑھا' اسے دیکھ کر ہر شخص کی رائے یہ تھی کہ سرکار کے کارندوں نے من مرضی کی تحریر ان کے سامنے رکھ دی اسے ٹی وی پر قوم کے سامنے پڑھ

دیں تا کہ اگلے روز سائنسدانوں کے حق میں ہونے والے احتجاج کی کمر ٹوٹ جائے۔ وہ الفاظ ڈاکٹر قدیر کے دل کی آواز نہ تھے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ برتن ٹوٹنے کی آواز سن لیتے ہیں مگر شیشہ دل ٹوٹنے کی آواز ہمارے قلب و ذہن کے کانوں تک نہیں پہنچتی۔ ڈاکٹر عبدالقدیر اور ان کی ٹیم کو بیرونی ممالک میں دوسرے ہم وطنوں سے بڑھ کر عزت و وقار اور دولت مل سکتی تھی مگر انہوں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اپنے وطن کی مٹی کو خون پسینے سے سینچنا ضروری سمجھا اس ایثار اور حب الوطنی کی موجودہ سزا نے انہیں اندر سے جس ٹوٹ پھوٹ کا شکار کیا ہے وہ ٹوٹ پھوٹ ان کانوں تک رسائی حاصل نہ کر سکی جو صرف ایڑھی بجنے کی ٹھک کے ساتھ لیس سر سننے کے عادی ہیں۔ کیا اپنے محسنوں کا یہ حشر دیکھ کر بقیہ قوت دلجمعی سے کام کر سکے گی؟ ہر کسی کے سر پر 'امریکی ساختہ ثبوت'' کی تلوار لٹکے گی۔ خائف دل میں یکسوئی نہیں رہتی اور ملکی دفاع کا ساز و سامان یکسوئی کا متقاضی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ڈاکٹر قدیر خان نے اپنے عملے کی تمام پریشانیاں اپنے کندھوں پر لے رکھی تھیں جسے ہم بڑے فخر سے عامتہ الناس اور خواص کے سامنے بیان کرتے تھے اور نیرنگی حالات کہ آج اسی کا الٹ کر رہے ہیں۔

آج ڈاکٹر قدیر خان اور دوسرے ایٹمی سائنسدانوں کے اربوں روپے کے بنک بیلنس کی خبریں پھیلائی جا رہی ہیں۔ اربوں روپے کے اثاثے بینکوں میں ثابت کرنا تو ان لوگوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جو ماضی قریب میں UNO کی سیکورٹی کونسل میں بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ کسی کے Phd کے مقالے کو عراق کا ایٹمی پروگرام ثابت کرنے میں پیش پیش تھے۔ جن کے پاس کل عراق میں تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے ''ثبوت'' تھے اور جو آج شواہد کی خفت مٹاتے یہ رخ اختیار کر رہے ہیں کہ عراقی فوج میں ہمارے ''وفادار جرنیلوں'' نے ہمیں یہ سب کچھ بتایا تھا۔ یہود و نصاریٰ کے کنٹرول میں عالمی بنکوں سے جب چاہیں ان بے چارے سائنسدانوں کی اربوں ڈالر کی بنک سٹیٹمنٹس لے لیں۔

ہماری بدنصیبی کی انتہا یہ ہے کہ ہم اپنے قلب و ذہن کو سوچ بچار کے لیے زحمت دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔ ہمارے کان وہی سنتے ہیں جو امریکہ سناتا ہے۔ ہماری آنکھیں وہی دیکھتی ہیں جو کچھ امریکہ ہمیں دکھاتا ہے۔ ہمارے ذہن وہی قبول کرتے ہیں جو امریکہ ہمیں باور کراتا ہے۔ ایک اچھے غلام کی صفت بھی یہی ہوتی ہے۔ 11 ستمبر 2001ء کا امریکی سانحہ تو کل کی بات ہے۔ ہم نے 50 کے عشرے میں PL-480 کی امریکی گندم کا تحفہ قبول کرنے کے ساتھ ہی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال لیا تھا۔ ہم نے گزشتہ 57 سال میں امریکی امداد کے ساتھ مختلف انداز میں امریکی جوتے بھی کھائے اور

خوش دلی سے کھائے۔ جب ذرا ''نشہ'' کم ہوا پھر وائٹ ہاؤس کے دروازے پر صدا لگادی۔

جوہری توانائی سب سے پہلے امریکہ کا مقدر بنی جسے 1945ء میں جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگا ساکی پر آزمایا گیا۔ امریکہ سے جوہری ٹیکنالوجی سمگل ہو کر روس پہنچی۔ امریکہ روس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ امریکہ ہی سے جوہری صلاحیت اسرائیل پہنچی امریکہ آج تک اسرائیل کی سرپرستی کر رہا ہے اور پوچھنے والا کوئی نہیں ہے بھارت نے انڈرورلڈ سے جوہری توانائی لی۔ 1974ء میں پہلا دھماکہ کیا عالمی برادری خاموش رہی مگر جونہی پاکستانی سائنسدانوں نے چیلنج قبول کرتے جوہری توانائی حاصل کر لی ہر طرف ہاہا کار مچ گئی ہر کسی کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ بھارت نے دوسری بار دھماکے کیے تو بھی دنیا خاموش رہی مگر پاکستان کے دھماکوں سے ہر طرف سے چیخ ابھری۔

اس پس منظر میں چاہیے تو یہ تھا کہ اسلامی دنیا بھی جوہری صلاحیت حاصل کرتی اور OIC کی سرپرستی میں ایران' لیبیا' عراق' سعودیہ' انڈونیشیا اور ملائشیا پوری جرات کے ساتھ دفاعی صلاحیت حاصل کرتے مگر شاید اس لیے یہ سب کچھ نہ کیا جا سکا کہ یہود و نصاریٰ کے ایٹم بم ان کی حفاظت کے لیے ہیں' مسلم ممالک بم بنا لیتے تو پاکستان کی طرح انہیں بھی اپنے اسلامی بم کی حفاظت کرنا پڑتی جوان کے لیے مشکل ترین مسئلہ بن جاتی اور پھر مسلم ممالک کے ''محسن'' امریکہ بہادر کو اسلامی ایٹمی اثاثوں کی حفاظت کے نے لیے ''خصوصی مدد و تعاون'' کے پیشکش کرنا پڑتی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان **واعدولھم مستطعتم** پر ایمان کا دعویٰ کرنے والے مٹھی بھر یہود کے برابر اجتماعی حوصلہ بھی ثابت نہ کر سکے۔

موجودہ ''عالمی تشویش'' کی تہہ میں صرف اور صرف ایک ہی ہدف ہے کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام تباہ کیا جائے۔ پاکستان کے ایٹمی اثاثے تباہ کر دیئے جائیں اور چور کے ساتھ چور کی ماں ماردی جائے کہ آئندہ پاکستان میں جوہری توانائی کا نام لینے والا کوئی نہ ہو اور ''جوہری توانائی رول بیک کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا'' کے نعرے لگانے والے گاجر مولی شلجم ٹماٹر پر جوہری توانائی سے تجربات کر کے جی خوش کرتے رہیں۔ یہود و نصاریٰ اور ہنود اپنے منصوبے میں کامیاب ہیں کہ پاکستان کے جوہری پروگرام پر پاکستان کے ''اپنوں'' سے کاری ضرب لگوائی ہے۔ ہم نہیں کہتے لوگوں کا خیال ہے کہ اس خدمت کے عوض ضربِ شدید لگانے والوں کے بینک بیلنس ایٹمی سائنسدانوں کے بینک بیلنس سے بڑھ جائیں گے۔

ایٹمی سائنسدان فرشتے نہیں ہیں۔ انسان ہیں' مگر بالیقین کہا جا سکتا ہے کہ ملک کے

سیاستدانوں اور جرنیلوں کی نسبت ان کے گناہ آٹے میں نمک کی نسبت سے ہونگے۔ اپنے حقیقی گناہوں پر آج تک کتنے سیاستدانوں نے' کتنے جرنیلوں نے ٹی وی پر قوم سے معافی مانگی ہے۔ نیب کئی سیاستدانوں اور جرنیلوں کو قوم کے سامنے ننگا کر چکی ہے۔ ہر کسی نے بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے مک مکا تو کیا ہے اپنے کالے کرتوتوں پر قوم سے معافی نہیں مانگی یہ اس لیے کہ امریکہ کو کرپٹ سیاستدان اور جرنیل وارے میں ہیں مگر "کرپٹ سائنسدان" برداشت نہیں کیے جا سکتے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

☆ ☆ ☆

❝ عقلمند انسان یہ دیکھتے ہوئے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے اپنے اعزا و اقربا' گردوپیش بسنے والے سینکڑوں چلے گئے' جا رہے ہیں اور یہ جانتے ہوئے کہ خود اسے بھی بہر حال اس دنیا کے اہم ترین کاموں کو ادھورا چھوڑ کر چاروناچار حقیقی گھر کی طرف کوچ کرنا ہی ہے' آخرت کی ضروریات سے غافل ہمہ وقت عارضی زندگی کی ضروریات کے لئے ہلکان ہوا جاتا ہے۔ فکر آخرت کسی گوشے میں ہے بھی تو محض جزوقتی کام کی حیثیت سے' اس کی عقل نے دائمی زندگی کو شعور کے ساتھ ہمہ وقت سمجھا ہی نہیں ہے۔ اس مغالطے میں غیر تعلیم یافتہ تو مبتلا تھے ہی اعلیٰ تعلیم یافتگان تک مبتلا دیکھے جاتے ہیں۔ صد حیف ایسے علم کے لئے۔

علم آج عبادت کا درجہ چھوڑ کر' تجارت اور پاپی پیٹ کا دھندا بن کر رہ گیا ہے' جس کسی سے مقصد تعلیم پوچھیں' آسان اور سادہ جواب ملے گا' میں ڈاکٹر یا انجینئر بنوں گا یا بنوں گی' میں سی ایس پی بنوں گا' میں پروفیسر بنوں گا بشرطیکہ فارن سروس میں نہ جا سکا' میں فوج میں کمشن لوں گا' اگر کچھ نہ بن سکا تو سکول ٹیچر' پٹواری' پولیس کا سپاہی یا دفتر کا بابو بنوں گا اور یہ بھی مقدر میں نہ ہوا تو حافظ قرآن بن کر' کسی دینی مدرسے میں دو چار سال لگا کر خطیب بنوں گا اور یہ بھی نہ ہوا تو محکمہ اوقاف میں موذن تو ہو ہی جاؤں گا۔ ❞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

16-02-2003

میں نے خالقِ کائنات کو دیکھنے کی آرزو کی

کائنات کے عظیم صانع سے ملنے کی میں نے آرزو کی۔ اس آرزو کی تہہ میں فطری انسانی تجسس کارفرما تھا بلکہ شعور اس کی بنیاد تھا عظیم صانع کو میں اس لیے دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کتنا بڑا حساب دان، کتنا بڑا ماہر نفسیات، ماہر زراعت اور ماہر علوم ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ہر علم پر صرف وہی حاوی ہے باقی ہر کوئی اناڑی ہے کائنات کا عظیم صانع جس نے کائنات کی تشکیل کا آغاز آکسیجن اور ہائیڈروجن گیسوں سے کرتے اور پھر دونوں کو ملاتے پانی کی شکل دی۔ ازاں بعد ہائیڈروجن اور آکسیجن کے اس مرکب کو تشکیل کائنات میں اہم کردار سونپ دیا یعنی پانی تخلیق و ترویج کی کنٹرولنگ اتھارٹی بن گئی (کان عرشہ علی الماء) اگرچہ کائنات کا ہر ذرہ خالق کے علم وفن کی انتہاء کا گواہ ہے مگر میرے لیے یہی نقطہ کافی تھا۔ دو گیسوں کے مجموعے سے پانی بنانے پر بات ختم نہ ہوئی بلکہ حیات کے لیے ناگزیر ضرورت آکسیجن کی وافر اور مستقل سپلائی کے لیے یہ نباتات واشجار کے پتوں کو مستقلاً آکسیجن فیکٹریاں بنا دیا گیا وہ اشجار و نباتات جو اپنی زندگی کے لیے پانی کے محتاج ہیں اور مزید ان کی ضرورت کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس ہے۔ صانع کائنات نے اشجار و نباتات کی انہی فیکٹریوں کو دن میں آکسیجن اور رات کو کاربن ڈائی آکسائیڈ بنانے پر معمور کیا بلا کسی اضافی رامیٹریل کے۔ انتہائی ترقی کے دعوے کے باوجود کوئی لیبارٹری ایسا نہیں کرسکتی نہ ہی اس مطلوبہ مقدار میں گیسیں تیار کر سکتی ہے۔

کائنات کے عظیم صانع کو دیکھنے کے لیے بے قراری کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس کا علم و ہنر اس کی منصوبہ بندی کس پائے کی ہے کہ اس نے اشجار و نباتات تخلیق کر کے اپنی کائنات کے حسن تک اسے محدود نہیں رکھا بلکہ ان سے فیضیاب ہونے کے لیے حیوانات، چرند پرند اور جن وانس کو زندگی دی۔ ہر نوع کی انفرادیت اپنی جگہ مسلمہ مگر سب کو ایک دوسرے کے لئے باہم مربوط بھی کیا۔

ہر ذی روح کی زندگی پانی اور آکسیجن کی محتاج ٹھہری، اشجار و نباتات کو ہوا کے لیے آکسیجن فراہم کرنے کے لیے مکلف ٹھہرایا۔ اشجار و نباتات کی پانی کے علاوہ دوسری خوراک کاربن ڈائی

آکسائیڈ گیس کا دوسرا مستقل انتظام یوں فرمایا کہ ہر ذی روح آکسیجن جذب کر کے جب اسے استعمال کرے تو وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کی شکل میں سانس کے ساتھ باہر نکلے اور ہلکی ہونے کے ناتے سر سے اوپر اٹھے۔ یہ بھی ہر ذی روح کے تحفظ کی خاطر طے کردہ نظام کا جزوِ عظیم خود خالق نے مقرر فرمایا کہ آکسیجن کی سپلائی نیچے سے ہو یعنی تازہ ہوا بھاری ہو اور استعمال شدہ کاربن ڈائی آکسائیڈ ہلکی ہوتا کہ تندرست و بیمار کا سانس دوسرے پر اثر انداز نہ ہو سکے اگر یہ نظام یوں تشکیل نہ دیا گیا ہوتا تو بیماروں کا سانس تندرست لوگوں میں بیماریاں تقسیم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا۔

کائنات کے عظم صانع کو دیکھنے کی تمنا اس لیے بھی لحہ لحہ بڑھ رہی تھی کہ اس نے اپنے ارضی خلیفہ انسان کی تخلیق کی پیچیدہ منصوبہ بندی کس حکمت و بصیرت اور باریک بینی سے کی۔ اس کے کلام میں اختصار ہے کہ ہم نے مٹی کا پتلا بنا کر اس میں اپنی روح کا قلیل حصہ پھونک دیا اور یہ کہ ہم نے انسان کو احسن تخلیق کیا اور یہ کہ ہم نے بنی آدم کو مکرم و محترم بنایا۔

مٹی کے پتلے کو بناتے وقت یقیناً اس کے گردے' پھیپھڑے' پتہ' انتڑیاں' جگر' لبلبہ' دل' مثانہ یا شریانوں وریدوں اور ہڈیوں کی بناوٹ' ان میں باہم ارتباط کا نظام نہ بنایا ہوگا کہ پتلا تو صرف پتلا ہی ہوتا ہے مگر خالق نے اپنی صناعی کے شاہکار کی عملی زندگی کے تمام تر تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ضرورت کے ہر ہر عضو کی ساخت اور کام متعین کر کے کن کے اَمر کے ساتھ جب روح پھونکی ہوگی تو ہر عضو وجود میں آیا ہوگا۔

خالق کے حکم پر جب فیکون کی نوبت آئی ہوگی تو پہلے دل نور کے کرنٹ سے چالو ہوا ہوگا پھر دماغ نے کام سنبھالا ہوگا او بعدازاں آناً فاناً تمام اعضائے جسم نے اپنی اپنی ڈیوٹی سنبھال لی ہوگی اور یوں خالق کا ارضی خلیفہ سینہ دھرتی کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کے روپ میں معرض وجود میں آیا ہوگا اس ماورائے عقل طریقہ تخلیق کا دوسرا شاہکار حضرت آدم سے حضرت حوا کی پیدائش ہے یا حضرت عیسیٰؑ کی۔ ہم نے خالق کے علم الابدان کا ذکر کیا ہے۔ عقل دنگ ہے کہ جسم انسانی کے خارجی اور داخلی اعضاء کی ساخت کا تناسب اور باہم ربط کس قدر پیچیدہ مگر راست ہے ہر عضو دوسرے عضو کی معیاری کارکردگی دکھانے میں مدد و استعانت کا پابند بھی ہے۔ ہر عضو اپنی ساخت کے اعتبار سے ایسا کہ جسمانی حسن کے ساتھ مضبوطی کے معیار پر بھی پورا ہے آپ سر سے بات شروع کریں سر میں سُپر کمپیوٹر دماغ ہے یہ انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے لہٰذا اس کی حفاظت کا انتظام بھی بہت معیاری ہونا چاہیے

تھالہذا اسے کسی چوکور خول میں بند کرنے کے بجائے گول بیضوی خول میں بند کیا گیا کہ چوکور یا مستطیل خول بدنما ہونے کی ساتھ ساتھ غیر مضبوط بھی ہوتا ہے گولائی یا ڈاٹ دار خول ہمیشہ مضبوط اور خوبصورت تسلیم کیا جاتا ہے۔

گردن سے اوپر کے سامنے حصے کو پیشانی سے یوں سجایا کہ معقول ترین مناسبت کے ساتھ دو آنکھیں لگا کر عین درمیان میں ناک لگائی اور اطراف میں دو کان آنکھوں کے وسط اور ناک کے نیچے سمٹری کا خیال رکھتے منہ لگایا جس کو ہونٹوں سے خوبصورتی بخشی کیا یہ سب کچھ پتلے میں الل ٹپ بلا کسی پیشگی منصوبہ یا جزئیات تک کی منصوبہ بندی کے بغیر کُن سے معرض وجود میں آ گیا؟ عقل تسلیم کرتی ہے کہ یقیناً ایسا نہیں جسم کے دوسری اعضاء بھی حسنِ تشکیل پر گواہ ہیں مثلاً دل اور پھیپھڑے' دماغ کے بعد اہم ترین اعضاء ہیں انہیں بھی خالق نے ہڈیوں کے پنجرے میں محفوظ کیا۔ یہ ہڈیاں بھی بیضوی شکل میں ہیں کہ مضبوطی کے ساتھ خوبصورتی کا معیار برقرار رہے اگر یہ پنجرہ چوکور یا مستطیل ہوتا یا مخروطی تو انسان بدنما تو ہوتا ہی کروٹ لینا بھی اس کیلئے محال ہوتا خالق کی تخلیق احسن نہ کہلواسکتی انسانی مشین کو نیچے جھکنے کی مجبوری یا اطراف میں حرکت کرنے کی ضرورت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ انسانی خوراک کو ہضم کرنے کی خاطر انتڑیوں کی حرکت بھی ضروری تھی لہذا یہاں ہڈیوں کا خول ضروری نہ تھا پیٹ کے اس حصہ میں انتڑیاں' جگر' گردے' مثانہ' پتہ' لبلبہ وغیرہ اپنی اپنی جگہ پر اہم ذمہ داریوں کیلئے بنائے گئے ہر ہر عضو کی ساخت میں تناسب اور خوبصورتی کا خیال رکھا گیا۔ کیا اس بات کو محض اتفاق سمجھ کر آگے گذر جائیں کہ پلکوں کا جھپکنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

خالق نے کس خوبی کے ساتھ یہ وائپرز بنائے' آنکھ کے اندر نمی کا خود کار نظام بنایا کہ وائپرز خشک چلیں تو شیشہ خراب کر دیتے ہیں اور آنکھ کا شیشہ ہر دوسرے شیشے سے نازک اور قیمتی ہے آنکھ محض دیکھنے ہی کیلئے نہیں بنائی بلکہ جسم کے اندر ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کے اثرات ظاہر کرنے والی گیج بھی ہے مثلاً یرقان کی نشاندہی کرتی ہے کان کے اندر بال ہوں یا ناک کے اندر بال خارجی کثافتوں سے بچاؤ کا مستقل انتظام ہے تو ناک کے اندر مسلسل سیال اخراج اس لئے کہ سانس کے ساتھ پھیپھڑوں میں خشک ہوا کی بجائے نمی کی مطلوبہ مقدار جائے تا کہ پھیپھڑوں کی اندرونی نالیاں خشک رہنے کی سبب دوسرے امراض کو دعوت نہ دیں۔ ہڈیوں کے ہر ہر جوڑ میں لیس دار مواد کی خود کار فراہمی قدرتی گریس کاری (Lubrication) ہے۔

تشکیل انسان کے اس پہلو سے آگے بڑھیں تو دوسرا پہلو انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچ کر اسے خالق کے حُسنِ تشکیل سے متعلق سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے حضرت آدم اور ہوا کی تخلیق کے بعد نسل انسانی کی تخلیق ایک ہی ڈگر پر جاری و ساری ہے مرد و زن ایک ہی طرز پر شکم مادر میں وقت گزارتے' پیدائش کے بعد ماں کے دودھ سے متمتع ہوتے' ایک ہی طرح کی خوراک گھر میں کھاتے' جوان ہوتے ہیں۔ بلوغت کے ساتھ مرد کے سینہ پر کوئی ابھار نہیں آتا مگر لڑکی کے ابھار پیدا ہوتا ہے کیا یہ حکیمانہ تبدیلی بلا کسی منصوبہ بندی کے ہے اسی خوراک سے مرد اور عورت کے اندر اجزاء نسل کے لئے الگ الگ جراثیم پیدا ہوتے ہیں' جنہیں آنکھ نہیں دیکھ سکتی مگر اس میں زندگی موجود ہوتی ہے۔ جو دونوں کے ملاپ سے جسد واحد (کبھی کبھار دو سے زائد اجسام بھی) بن کر شکم مادر میں کم و بیش 260 دن تک ماں کی اسی خوراک سے بڑھتی پھیلتی ہے جو خوراک ماں نے کھائی تھی۔ 260 دن میں یہ جرثومہ گوشت پوست کا مکمل انسان بنتا ہے۔ یہاں ایک اور مسئلہ خود بخود حل ہو رہا ہے کہ بعض علماء اسقاط حمل کے لیے اسی بنیاد پر فتویٰ دیتے ہیں کہ شکم مادر میں لوتھڑے کے اندر 120 دن میں جان پڑتی ہے اس سے قبل اسقاط جائز ہے اور جان پڑنے کے بعد اسقاط حرام ہے۔ یہ فکر و تدبر کی غلطی ہے کیونکہ مرد اور عورت کے مادہ منویہ سے خارج ہونے والے ہر جرثومے میں زندگی تسلیم کی جاتی ہے جس کے بل بوتے پر وہ رحم مادر میں ایک دوسرے سے ملاپ کرتے ہیں۔

جرثوموں (Sperms) کے ملاپ کے بعد ان کا لوتھڑے میں تبدیل ہونا ہی ان میں زندگی کا ثبوت ہے کیونکہ زندگی کے بغیر بڑھوتری کا تصور ہی محال ہے۔ دو جرثوموں کا 260 دن میں بتدریج بڑھتے پنپتے لڑکے یا لڑکی کا روپ دھارنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آغاز سے ہی ان میں زندگی تھی کیونکہ جہاں زندگی نہیں ہوتی وہاں بانجھ پن (infertility) ہوتا ہے۔ طب اس کی تصدیق کرتی ہے۔

کائنات کے عظیم صانع سے ملنے کی تمنا میں اس لئے بھی شدت تھی کہ اس نے اشرف المخلوقات کی عملی زندگی کے لئے ہمہ پہلو کس قدر دِقّتِ نظر سے رہنما اصول دیئے' ایک دوسرے کے حقوق کا تعین کیا خصوصاً حسابی قاعدوں کے ساتھ وراثت کی تقسیم کے مختلف حالتوں میں فارمولے دیئے۔ انسانی نفسیات کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کی اور مثبت علاج دیا' معاشی معاملات میں ٹھوس بنیادوں پر راہنمائی دی۔

سینہ دھرتی پر سکون اور خوشحالی کا حامل معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا جب تک حقوق العباد کا متعین طور پر شعور نہ ہو جب تک بے داغ نظامِ عدل نہ ہو۔ خالق نے مخلوق کے لئے اور بالخصوص ان کے لئے جو اسے شعوری یا لاشعوری طور پر اپنا خالق تسلیم کرتے ہیں' سماجی و معاشرتی زندگی کے راہنما اصول دیئے اور اپنے آخری نبی ﷺ کے ذریعے عملی تشریح و توضیح کا انتظام فرمایا۔ شفاف ترین نظامِ عدل کے راہنما اصول دیئے اور پھر نفوسِ قدسیہ کے ذریعے بالفعل وہ سماج و معاشرہ تشکیل دیا خوشحالی سکون اور عدل جس کا مقدر تھا۔ غرض ایسی بہت سی باتیں تھیں جو میرے دیکھنے کے اشتیاق کو ہر لمحہ مہمیز لگا رہی تھیں۔ میری بے قراری بڑھتی جا رہی تھی میں سوچتا تھا کہ میں کیسے دیکھوں؟ کہاں دیکھوں؟ جسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ نہ دیکھ سکے' میری اوقات ہی کیا ہے؟

ایک عالم دین کی تقریر میں مجھے بھی مدعو کیا گیا اور مدعوین نے احسان یہ فرمایا کہ وقت پر مجھے گاڑی بھیج کر منگوا بھی لیا۔ میں نے تقریر سنی۔ بیان کے دوران مولانا نے ایک تاریخی واقعہ سنایا کہ ایران کے ایک شاعر نے ایک مصرع کہا جس پر کسی سے گرہ نہ لگ سکی۔ ہندوستان کے شعرا کا بھی اپنا مقام تھا چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر سے فرمائش کی گئی کہ وہ اپنے شعرا سے شعر مکمل کرا دیں مگر درباری شعرا بھی ناکام رہے۔ بات شہزادی کے علم میں آئی تو وہ بھی سوچنے لگی کہ اس شعر کو مکمل کیسے کیا جائے شہزادی شاعرہ تھی حُسنِ اتفاق کہ ایک روز شہزادی نے گرہ لگا کر شعر مکمل کر دیا۔

جب یہ شعر ایران بھیجا گیا تو شعرا نے اس عظیم شاعر کو دیکھنے کی آرزو کی اور اورنگ زیب کو پیغام بھیجا کہ شاعر کو ایران روانہ کریں۔

اورنگ زیب کے لئے یہ مسئلہ بھی بڑا مشکل تھا کہ اس کی بیٹی ملاقات کے لیے ایران جائے بادشاہ کی پریشانی جب شہزادی کے علم میں آئی تو اس نے باپ کو تسلی دیتے ایک شعر کہا اور کہنے لگی کہ میرا یہ شعر ایرانی شعرا کو بھجوا دیں۔ چنانچہ شعر بھیج دیا گیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ''شاعر کو اس کے کلام میں دیکھو جس طرح خوشبو کو پھول میں دیکھا جاتا ہے''۔

عالم دین کے بیان کردہ اس واقعے نے کائنات کے عظیم صانع کو دیکھنے کا میرا مسئلہ سلجھا دیا۔ میں نے اسے دیکھنے کے لئے اس کے کلام سے رجوع کیا تو مجھے اس کا پہلا پیغام یہ ملا کہ اگر فی الواقعہ تم مجھے دیکھنا چاہتے ہو تو تمہیں اس بات پر پختہ یقین رکھنا ہوگا کہ میرے کلام میں کوئی جھول نہیں ہے یہ ہر شک وشبہ سے' قول و عمل کے اعتبار سے بالاتر محکم Authantic ہے۔

میں نے پہلی بات پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔ جب میں نے اپنے عقل و شعور کی کمزوری اور خالق کی ہر طرح کی بالادستی کو دل کی گہرائی سے تسلیم کر لیا تو مجھے راہ کھلتی نظر آئی' مشکل آسان ہوتی نظر آئی۔ کائنات کے عظیم صانع نے اپنا تعارف ان الفاظ سے کرایا اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقدمن شجرۃ زیونۃ۔ النور۔

☆ ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو۔ چراغ ایک فانوس میں ہو' فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا اور وہ چراغ زیتون کے ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے اسے آگ نہ لگے (اس طرح) روشنی بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہنمائی کرتا ہے۔'' (النور 35)

اللہ تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کا نور تسلیم کر لینے کے ساتھ میں نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ میں دو باتوں کی ٹوہ نہیں لگاؤں گا پہلی یہ کہ اس کا چہرہ دیکھوں اور دوسری یہ کہ اس کا عرش کس جگہ ہے۔ چہرہ دیکھنا اس کائنات میں کسی کے بس میں نہیں کہ انسان جو ہمہ جہت فنکار ہونے کا دعویدار ہے 500واٹ کے جلتے بلب کے مرکز کو نہیں دیکھ سکتا چہ جائیکہ کائنات کے نور کے اندر جھانک سکے۔ کائنات کے عظیم صانع نے اپنے تعارف کو مزید آگے بڑھایا تو مجھے بتایا گیا کہ:-

☆ ''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ غائب اور حاضر ہر چیز کا جاننے والا ہے وہی رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ نہایت مقدس حکمران ہے سراسر سلامتی والا' امن دینے والا' سب کا نگہبان' سب پر غالب رہنے والا' اپنا ہر حکم قوت سے نافذ کرنے والا اور تکبر کا حقیقی حق دار بھی۔ اللہ تعالیٰ اس شرک سے پاک ہے جو لوگ اس کی ذات سے روا رکھے ہوئے ہیں۔

☆ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے اور نافذ کرنے والا ہے اور اسی کے

مطابق صورت گری کرنیوالا بھی ہے اس کے لئے بہترین نام ہیں زمین اور آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح کرتی ہے۔ وہ ہر قوی سے زیادہ قوی اور حکمت والا ہے کہ (اپنی بے انتہا قوت کو حکمت سے استعمال کرتا ہے)'' (الحشر 24-22)

تعارف کی اس ابتدا نے میرے لئے قرب کے راستے کھول دیئے اب ہر آیت مجھے مخاطب کرتی' میرے ساتھ باتیں کرتی اور یوں خالق کو دیکھنے اس سے باتیں کرنے کی راہ میرا مقدر بن گئی۔ کچھ باتیں عقل شعور کی کمی کے باعث سمجھ نہ سکا۔

مجھے پہلی بار یہ بات بھی سمجھ آئی کہ خالق نے قرآن کریم کو چھونے کے لئے طہارت کو شرط کیوں قرار دیا۔ قرآن حکیم اگرچہ کتاب کی صورت میں ہمیں ملا مگر فی الواقعہ جب ہم قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو خالق ہم سے' ہمارے ہی ذریعہ مخاطب ہوتا ہے۔ خالق کے کلام کو ناپاک ہاتھ لگیں' ناپاک زبان سے یہ الفاظ ادا ہوں یہ سوئے ادب ہے پاس ادب نہیں ہے۔

مجھے یہ نکتہ بھی سمجھ میں آیا کہ قرآن کی تلاوت میں ترتیل کا خیال رکھنے کا حکم کیوں دیا گیا (ورتل لقران ترتیلا) دنیا کا کوئی حاکم اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کے سامنے رعایا کا کوئی بندہ تیز تیز بات کرے کہ سمجھنے میں دشواری اور سماعت پر بوجھ ہو۔ کائنات کا عظیم صانع اگرچہ دلوں کے بھید تک جانتا ہے مگر وہ ہمیں بات کرنے' کہنے کا سلیقہ سکھانا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعے میرے ساتھ ہم کلام ہوتے کبھی مجھے ماضی کے سبق آموز واقعات سناتا ہے تو کبھی نافرمانوں کے انجام سے باخبر کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت یوسف علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت یونس علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے بلاسبب نہیں سنائے جاتے ہر قصہ ایک سبق لئے ہوئے ہے داستان عبرت ہے۔

خالق کائنات سوالیہ انداز میں اپنی بات فرماتا ہے تو کبھی استفہامیہ انداز میں اہم نقاط سمجھاتا ہے غرض اس کے اسالیب دل موہ لینے والے ہیں۔ پکے نافرمانوں کو کبھی سخت الفاظ میں تنبیہ فرماتا ہے تو کبھی طنزیہ انداز میں مثلاً فبشرہ بعذاب الیم یعنی اسے عذاب کی ''خوشخبری'' سنادو۔ سب جانتے ہیں کہ بشارت کا لفظ بھلے کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر متکبر کے لئے یہی موزوں لفظ ہے۔

کائنات کا عظیم صانع قادر مطلق خالق ہونے کے ناتے متکبر جبار وقہار ہونے کا پورا حق رکھتا ہے مگر باغیوں کے خلاف بھی وہ اپنی قوت کو حکمت کے ساتھ استعمال کرتا ہے کہ اس کی صفت عزیز و حکیم

بھی ہے۔ بغاوت پر آمادہ یا ابلیس کے ہتھکنڈوں سے متاثر ہونے والے اپنے ان بندوں کو جو جرم کرنے کے بعد اپنے جرم پر نادم ہوں وہ عفو و درگذر کی خوشخبری بھی سناتا ہے۔

☆ "(اے نبی) کہ دو کہ اے میرے بندو' جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے (گناہوں سے) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور و رحیم ہے۔ (شرط یہ ہے کہ) پلٹ آؤ اپنی رب کی طرف اور مطیع ہو جاؤ قبل اس کے کہ تم عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤ اور پھر تمہیں کہیں سے مدد نہ مل سکے۔" (الزمر 54~53)

کائنات کے خالق نے بتایا کہ فلکیات' معاشیات و سیاسیات کے علاوہ نفسیات خصوصاً سماج و معاشرہ کے لئے ناگزیر ہیں نے اپنی آیات اجمالاً قرآن حکیم کے ذریعے بنی نوع کے سامنے رکھی ہیں مگر راہنما اصولوں کی ضروری تشریح و توضیع میرے محبوب حضرت محمد ﷺ سمجھائینگے پھر سینہ دھرتی کے ان علوم کی روشنی میں میری نیابت کا حق ادا کرنے والا مثالی معاشرہ تشکیل پائے گا جس کی پیروی قیامت تک کے لئے ضروری ہوگی۔

یہ حقیقت بھی ربِ کائنات نے منکشف فرمائی کہ دھرتی پر بسنے والے انسان کا سکھ' سکون اور خوشحالی' دھرتی پر نافذ نظامِ عدل کے مرہون منت ہوتے ہیں۔ نظامِ عدل میرے باغی بھی قائم کرینگے تو میرے انعام کے مستحق ٹھہریں گے اور میرے دیئے گئے نظام عدل سے مجھے رب اور الٰہ تسلیم کرنے کا دعوٰی کرنے والے انحراف کریں گے تو بے سکونی و بدحالی اور عدم تحفظ ان کا مقدر ہوگا۔

نظامِ عدل کا انحصار شہادت یعنی گواہی پر ہے۔ جب تک گواہ "سچے" رہیں گے' اپنے پرائے کا لحاظ کئے بغیر سچ کے گواہ بنیں گے' عادل صرف سچ کی گواہی کی بنیاد پر انصاف فراہم کرتے رہیں گے خوشحالی اور استحکام مقدر رہے گا مگر جب گواہی دینے والے' لالچ و تعصب کی بنیاد پر حقائق چھپانے والے یا عادل رشوت و سفارش کے بل بوتے پر عدل فروخت کرینگے ہر خیر چھین لی جائے گی۔

غرض کائنات کے عظیم صانع کو ملنے کی آرزو لئے جوں جوں آگے ہوتا گیا مجھے سکینت اور روشنی ملتی گئی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ یقین دہانی بھی کہ محشر سے سرخرو نکلے تو جنت میں بہ چشمِ سر کائنات کے عظیم صانع اپنے معبود برحق اور اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح کھلی آنکھوں سے تم چاند دیکھ لیتے ہو دوسری چیزیں دیکھتے ہو تمام پردے ہٹ چکے ہونگے۔

الحمدللہ رب العالمین کہ میری آرزو پوری ہوگئی مگر ساتھ ہی خوف کے پھیلتے سائے پریشان کرنے لگے کہ کہیں ابلیس مجھ سے یہ نعمت چھنوا نہ دے کہ اس کے مکروفریب میں جدِّ انبیاء حضرت آدم علیہ السلام بھی آ گئے تھے میں تو انتہائی کمزور ہوں ایسے میں صرف یہی دعا دستگیری کرتی ہے۔ **ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا و حبلنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔**

تعلیم کے بارے میں غیر ذمہ دارانہ اور غیر حقیقی سوچوں کے سبب آج کی تعلیم نے معیاری کھیپ تیار کرنی چھوڑ دی ہے۔ اب نہ رومیؒ ہیں نہ رازیؒ نہ امام بخاریؒ ہیں نہ ابن تیمیہؒ نہ شیخ احمد سرہندیؒ نہ شاہ ولی اللہؒ اور سید احمد شہیدؒ یا سید اسماعیل شہیدؒ۔ اب صدی میں ایک قائد اعظمؒ ، ایک اقبالؒ اور ایک سید ابوالاعلی مودودیؒ دیکھنے کو ملا۔ وہ بھی اٹھ گئے۔ اب ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر' ""

بسم اللہ الرحمن الرحیم

10-03-04,05-04-02

میں مسکرانا چاہتا ہوں مگر!

عنوان پڑھتے ہی بے ساختہ آپ کے منہ سے یہ جملہ نکل سکتا ہے کہ مسکرایئے آپ کو روکا کس نے ہے؟ یقیناً آپ سچے ہیں' چہار سو موسم بہار نے پودوں تک کو مسکرانے پر مجبور کر دیا ہے اور اس مسکراہٹ میں معاشرے کا کم و بیش ہر فرد عملاً شریک بھی ہو تو کسی ایک شخص کا ٹھنڈی آہ بھر کر یہ کہنا کہ میں بھی مسکرانا چاہتا ہوں مگر مسکرا نہیں سکتا عجب سا لگتا ہے۔ ایسے ماحول میں تو صرف قنوطیت پسند ہی اداس رہ سکتے ہیں۔ بظاہر سوچ کے اس انداز میں وزن ہے۔

معاشرے کے دوسرے انسانوں میں اور مجھ مین ماحول کا' بودوباش کا کوئی فرق نہیں ہے۔ میرے اردگرد ہر کوئی مسکراتا ہی نہیں ہنستا ہے کھلکھلاتا بلکہ قہقہے لگاتا ہے مگر کھلکھلانا اور قہقہے لگانا تو ایک طرف' میری مسکراہٹ آغاز سے پہلے دم توڑ جاتی ہے۔ قنوطیت کی گہرائی ناپنے کے لئے میں نے اپنے اندر بارہا غوطہ زنی بھی کی مگر قنوطیت نہ مل سکی۔ میں نے مسکراہٹ کے راستے میں پتھروں پر غور کیا تو یہ میری ہر توقع سے بڑھ کر پائے گئے۔

مجاز نے کہا تھا "میرے چہرے پہ دکھاوے کا تبسم ہے مگر میری آنکھوں میں اداسی کے دیئے جلتے ہیں"۔ میں نے اپنے اندر جھانک کر سوال کیا کہ کیا تم مجاز سے متاثر تو نہیں ہو؟ جواب آیا کہ یہاں دکھاوے کا تبسم دور دور تک نہیں ہے اور نہ ہی آنکھوں میں اداسی کے دیئے ہیں۔ آنکھوں میں یقین و اعتماد کی چمک ہے اور ہار' دل میں "دکھ اور درد ہے گذرتے حالات جس میں ہر گھڑی اضافہ کئے جا رہے اگرچہ قلم قرطاس پر اس دکھ کو پھیلا کر شدت کم کرنے کی سعی میں مصروف ہے۔

میری انتہائی خواہش ہے کہ میں مسکراؤں مگر میری اندر اور باہر کی آنکھیں جب روزانہ ارض فلسطین میں بچوں' عورتوں' جوانوں اور بوڑھوں کے اٹھتے جنازے دیکھتی ہیں۔ بے گناہوں کے مسمار ہوتے گھر دیکھتی ہیں تو روکنے کی ہزار کوشش کے باوجود نمناک ہو جاتی ہیں اور روکتے روکتے بھی نمی بہہ نکلتی ہے یہ سلسلہ اس وقت سے جاری ہے جب میں ابتدائی کلاسوں کا طالبعلم تھا آج نصف صدی سے زیادہ

عرصہ یہود کے ظلم اور اپنوں کی خاموشی دیکھتے ہو گیا ہے۔

ارض فلسطین سے نظر پھیرتا ہوں تو دائیں طرف لہولہو کشمیر سامنے ہوتا ہے۔ جہاں لاشے پڑے ہیں' لٹی عصمتیں ہونٹ سیئے ٹک ٹک دیکھتی ہیں جیسے کسی محمد بن قاسم کی راہ تک رہی ہوں۔ معصوم یتیم بچے بچیاں بے رونق آنکھوں کے ساتھ خزاں رسیدہ پتوں کی طرح بکھرے بکھرے ہیں کہ بہار کے رکھوالے خزاں کے سرپرست کا کردار اپنا چکے ہیں اس صورت حال کا مقابلہ نہ کر سکنے کے سبب نظر سامنے کرتا ہوں تو اجڑا ہوا شیشان گھورتا ہے۔

بے بسی سے لحہ بھر کو آنکھیں بند کرنے میں عافیت سمجھتا ہوں مگر کب تک انہیں بند رکھ سکتا ہوں۔ مجبوراً آنکھ کھولتا ہوں تو تباہ حال افغانستان سامنے آ جاتا ہے شادی کے شادیانوں کے درمیان مسکراہٹوں پر ڈیزی کٹر بموں کی بارش مسکراہٹوں کا خون بہا دیتی ہے' دشت لیلی میں بکھری لاشیں راستہ روک کر سوال کرتی ہیں کہ ہماری شہادت کا سبب بننے والے مسلمان حکمران کا اقتدار اب تو مستحکم ہو چکا ہو گا؟

افغانستان سے یتیم و بے سہارا بچے مسیحی این جی او یورپ لے گئے کہ ''آزاد ماحول'' میں اعلیٰ تعلیم و تربیت سے ''آراستہ'' ہونگے مگر میری آنکھیں انہیں نصرانی گود میں نمناک دیکھ رہی ہیں مسلمان بچیاں مسیحی بچوں کو جنم دیں گی جو مسلمان حکمرانوں کے لئے ''صدقہ جاریہ'' بنیں گے۔ میں ان بچے بچیوں کو غیر مسلم ہونے کے ناتے جہنم میں ڈالے جانے کا حکم سنتا ہوں اور ان کی فریاد بھی کہ سمیع و بصیر رب یہ بھی دیکھ لے کہ ہمیں مسیحیت کی دہلیز پر کس نے پہنچایا تھا!

میری مسکرانے کی خواہش دم توڑ جاتی ہے جب عراق میں کربلا دوبارہ سجتا ہے سج دھج دیدنی ہے کہ ظلم میں جدید دور کا یزید ماضی کے یزید کی نسبت زیادہ سفاک ہے اور کربلا کی وسعت ہزاروں مربع کلومیٹر تک پھیل چکی ہے اور جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے دور حاضر کے یزید کے بے پناہ اسلحہ سے ذرہ بھر خائف نہیں۔ ہر حال میں مقابلے کا عزم ان کی پیشانیوں سے عیاں ہے۔ ہاں ان کے چہروں پر مسکراہٹ ضرور ہے۔

شہادت کے ان طلبگاروں کے چہروں پر مسکراہٹ مجھے بھی مسکرانے کا حوصلہ دیتی ہے مگر فوراً ہی اندر کا انسان جھنجوڑ دیتا ہے کہ تم تو ''سب سے پہلے پاکستان'' والے ہو' بزدل' بے حمیت' تمہاری مسکراہٹ اس حقیقی مسکراہٹ پر طنز سمجھی جائے گی میرے ہونٹ پھر سل جاتے ہیں اس بے بسی پر بے

ساختہ رونے کو جی چاہتا ہے کہ روتے دل کے ساتھ آنکھ بھی شامل ہو جائے مگر کہیں سے آواز آتی ہے کہ تمہارا رونا شکست تسلیم کرنا ہوگا۔

ایک ناصح پہلو میں آ کھڑا ہوتا ہے۔ سوال کرتا ہے کہ تم زیادہ ذمہ دار ہو یا تمہارے مسلمان حکمران؟ پھر خود ہی جواب بھی دیتا ہے کہ مسلمان حکمران پہلے ذمہ دار ہیں اور رعایا بعد میں ہے۔ یہ مسلمان حکمران مسکراتے ہی نہیں قہقہے لگاتے ہیں۔ قوم و ملک کا غم لنچ اور ڈنر کے ساتھ بطور سلاد کھاتے ہیں اور تم نے اپنے آپ کو ملت کے غم کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔ مسکراؤ' ہنسو' بلکہ تم بھی کھل کر قہقہے لگاؤ' صحت کا راز اسی میں ہے۔

ناصح کی بات وزنی ہے۔ میں سوچنے لگتا ہوں مگر بے خیالی میں جونہی لاحول ولاقوۃ زبان سے نکلتا ہے ناصح غائب ہو جاتا ہے اور میں یکا و تنہا سوچوں میں گم کھڑا رہ جاتا ہوں۔ شعور آ کر ناصح کی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے اور میرے کسی استفسار کے بغیر ہی بڑبڑاتا ہے میں توجہ سے سنتا ہوں تو مجھے اس کی بات یوں سمجھ میں آتی ہے کہ حکمران اپنے کردار کے لئے مکلف ہیں تو رعایا اپنے کردار اور اپنے رویوں کے لئے مکلف ہے۔ مکلف ثابت ہونے کا یہ بوجھ مجھ سے مسکرانے کا آخری سہارا بھی چھین لیتا ہے اور بھینچے ہونٹوں کے ساتھ میں اس وقت کے انتظار پر مجبور ہو جاتا ہوں جب ملتِ مسلمہ منافقوں سے نجات پا کر قرآن و سنت کے مطابق اپنی نئی زندگی کا آغاز کرے گی۔ کیا میں اس زندگی میں وہ لمحہ دیکھ کر مسکرا سکونگا؟ وہ لمحہ میری زندگی میں آئے گا؟ کاش میں مسکرا سکتا!

☆ ☆ ☆

"21 ویں صدی کا چیلنج اور لوازمِ تعلیم و تربیت ایک مفصل مضمون میری دلچسپی کا سبب بنا۔ بلاشبہ یہ ایک اچھی تحریر ہے۔ اس میں تربیت کی تعریف خوبی کے ساتھ کی گئی ہے کہ جو مقدمہ تعلیم ہے۔ تربیت کے بغیر تعلیم نافع کا تصور محال ہے"

(اقتباس خط شہید حکیم محمد سعید بنام عبدالرشید ارشد' 22-05-98)
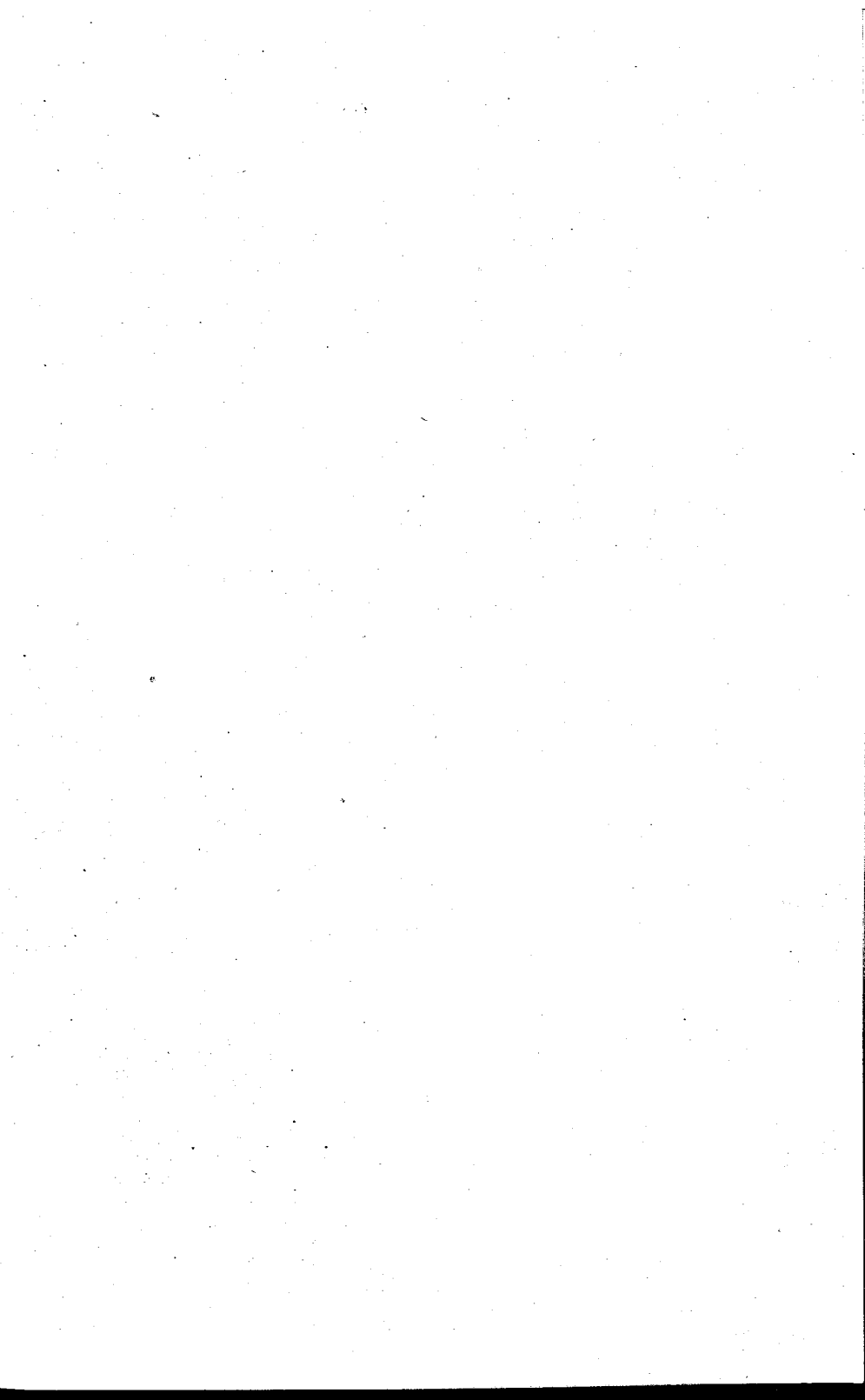
> *known to us and fall under our guiding hands on the very day of their conception. Among the members of their lodges will be almost all the agents of international and national Police...." (Protocols, 15:4)*

Time is fleeing fast. To save our younger generation we must open our eyes of mind and heart. We should know our enemy, his weapons and techniques of their use. To counter it effectively we must produce affective and better programmes for our youth. We can't ignore this all saying "Astaghfirullah and Laholawala" our genius must accept this challenge the biggest challenge of the day.

☆ ☆ ☆

* " We have met here today without any distinction of being big or small, as servants of the State in order to think out ways and means of advancing the interests of the people and are country. From the highest to the lowest, we all ore the servants of the State."*

Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah
Speaches and Statements, P-256
(by Dr. M. Rafiq Afzal)

creative instinct in every type of creation for creative sustainability through out like other things but "too much of every thing is bad," Modern mass media multiplied sex and lust many more times, the harm of which we see around us. The values are leaving us gradually.

Media Print & Electronic under the control of Zionists, as we see, is 90% lusty and sexy while remaining 10% flashed lies in the form of news, analysis and reports, as they have mentioned in their Protocol, No:12 under a subhead "Only lies printed" which has been proved by them. Their poisonous use of Mass Media has spoiled the Muslim youth. Multi National companies are sponsoring characterless programms of Mass Media, as we see it with open eyes.

CONCLUSION:

To counter this Media attack there had been a need for its planned positive role in the light of Quran and Sunnah, but very unfortunately we could not do anything. The Muslim Ummah being in different camps, un united, failed to take steps as were required.

Media Challenge, particularly with reference to youth, needs serious thinking, concrete planning and effective implementation. Do we see it? The reply is simple. Certainly not.

Individual efforts, how effective they are, can not be fruitful against the crusaders of the time. The need of the time is, that men of thought in Muslim Ummah should sit together, analise the crusader's Media and in the light of their findings they should plan and this planning be launched in every Muslims state with full force.

It is not an easy job, the Zionist won't allow to act accordingly through their men in every corner, in every department particularly where the policies are coocked, but even then the task is to be completed in the national interest, whatever the difficulties are faced, whatever we sacrifice to protect the values of character of our future generation, we mean our youth, male and female.

The under mentioned extract is an eye opener for the Muslims and we conclude our discussion on these lines.

* *"The lodges will have their representatives who will serve to screen the above mentioned administration of masonry and from whom will issue the watchword and programme in these lodges we shall tie together all revolutionary and liberal elements. Their composition will be made up of all strata of society. The most secret political plots will be*

mention here some references from their own protocols – "Protocol. of the Meetings of the elders of Zion".

* *"Literature and journalism are two of the most important educative forces and therefore our government will become proprietor of the majority of the journals. This will neutrilise, the injurious influence of the privately owned press...." (Protocols : 12:28) (At that time Radio and Television were not invented and so not included in their list).*

* *Not a single announcement will reach the public without our control. Even now this is already being attained by us in as much as all news items are received by a few agencies in whose offices they are focused from all parts of the world. <u>These agencies will then be already entirely ours and will give publicity only to what we dictate to them".</u> (Protocols 12:4).*

* *"We shall deal with the press in the following way, what is part played by the press today...." (Protocols, 12:4)*

The aforesaid planning is centuries old, which with the passage of time, the nobles of Massonary polished in the light of day to day changes and added to it the new developments in Media i. e. Radio, Television, Dish, VCR, Cable and internet etc.

As we have said earlier their intention to rule the world has paved the way through out. They worked in many ways. One of their effective form had been, and even now has been the use of media. Where they could not do anything directly in the past they purchased media men, who remained active even more than their masters.

<u>EXPLOITING GOOD FOR BAD:</u>

Sex and lust have always been a matter of concern for both men and women of all ages but particularly the youth remained an attractive target through out. The Zionist planners always made good use of this weakness. Media under their control or under their influence prepared TV, Dish, Cable, Radio programs. VCR films etc. full of sex and lust and with care and concern poured this all in the Muslims Countries in particular. Almost all the Muslim states are an example to it.

The young generation fell prey to it and became lusty with certain exceptions. Sex and lust are not totally forbidden for being the

"He said, I am only a messenger of thy Lord, that I may bestow on thee a faultless son".

"She said! How can I have a son when no mortal hath touched me, neither have I been unchaste". (19:17, 20)

There is another example narrated in the Holy Quran in another way. It tells us that a chaste loving man or woman, a boy or a girl can easily be differentiated on having seen their way of walking:-

"Then there came unto him one of the two women, walking shyly. She said, Lo! My father biddeth thee, that he may reward thee with a payment for that thou didst water (the flock) for us". (28"25)

Briefly we have discussed the importance of character building values in a Muslim Society, It will help us to understand the role of Modern Mass Media Targeting to damage the character at global level in which the Muslim Umma is a considerable part.

CONTEMPORARY MEDIA:

For media it is said, and it is true, that, "Media can make or break a Society" sometimes it works both ways, it makes and breaks as will. It is a weapon which can be used to protect oneself or it can be used unjustly against any body, any nation.

Media, print or electronic, as an effective tool is now with every nation but very unfortunately some have lost control on it, while some even on claiming the control, have mortgaged its originality with their enemies.

Internationally it is a known fact that more than 2/3 of global Media is under the tight group of Massonic Masters, which they have captured on the basis of gold.

Media's Positive role is to strengthen the values of a nation, it eliminates the roots of evil in every aspect of daily life and improves the national character, but practically we don't see it.

International Massonary, the owner of World's 2/3 of Media has its own motives. These motives can be laid down in two lines only. The first is Global Power through greater Israil, while the second is to uproot the ethical values of non Jews particularly its enemy No.1. Muslims around the World. Hence its media has a very clear line of action. Instead of saying something from ourselves we would like to

When we talk of faith, we mean our firm belief in Oneness of Almighty Allah, His Prophets, His Angles, His Books, Life after Death and so on. Our faith includes the acceptance of Muhammad (PBUH) to be the Last Prophet and the Holy Quran to be the last, complete and perfect code of life for the mankind, as is narrated:-

> *"Alif, lam Meem, This is the Book, in it guidance sure without doubt. To those who fear God" (2:1,2)*

This authentic book, Holy Quran provided the mankind with guidance on values, necessary for character building which are the back bone of the society. For example sake we would like to mention only few, Details can be seen on the pages of the Holy Quran.

<u>VALUES AND CHARACTER</u>

Character being the base of any society, interested in its sustainability, needs chastity both in men and women, Mixed male and female get-together at every level with an exception of teenagers, has been declared poisonous in Islam. Holy Quran imparts instructions to both men and women on "GAZE", an evil instrument against chastity:-

> *"Tell the believing men to lower their gaze and be modest. That is purer for them. Lo! Allah is aware of what they do.*
>
> *And tell the believing women to lower their gaze and be modest." (24:30,31)*
>
> *"And when he reached his prime (age), We gave him wisdom and knowledge (of values). Thus we reward the good".*
>
> *"She verily desired him and he would have desired her if it not been that he saw the arguments of his Lord. This it was that we might ward off from him evil and lewdness. Lo! He was of Our chosen slaves" (17:22,23,24)*

The Above verses show the difference in charters of the two, faith loving and the faith ignoring one. Faith plays a vital role in character building. Let us see an other example mentioned in the Holy Quran: -

> *"And had chosen seclusion from them. Then we sent unto her Our Spirit and it assumed for her likeness of a perfect man.*
>
> *"She said! Lo! I seek refuge in the Beneficent One from thee if thou art God fearing".*

the minds of men of all ages particularly the youngsters and the teenagers.

Now a days when the words "MEDIA" is uttered by any one, what flashes in the minds first, is the Television, Dish, Cable, VCR and at a later stage, Radio and Print Media i. e. daily news papers, periodicals and other literature but not the school college books or any kind of serious study material.

WHAT ARE THE VALUES:

We will discuss Media at length but before that let us take a note on the values – values which are the back bone of every society. The nobles of every society agree on this point that the existence of each and every society needs the foundation of values. History has no record of any society which existed without values.

> *"Verily we created man from a drop of mingled sperm in order to try him, so we gave him (the gifts of) Hearing and Sight (Sources to avail Media). We showed him the way (knowledge, values), whether he be grateful or ungrateful (to the values) (rests on him)" (76:2,3)*

WERE THE VALUES DIFFERENT FOR EACH PROPHET?

At this stage a point needs to be clarified, which will help us to understand the lines to follow and this is, that Islam is not the religion introduced by the Last Prophet Muhammad (Peace be upon Him) as is thought. Islam is the religion of mankind which all the Apostles of Almighty Allah, from Adam to the last Prophet Muhammad (PBUH) preached to their followers. It was an unfortunate role of the followers that they converted Islam into Christianity, Jewism or others. Men of thought even today can not rebut this important point that it can not be expected from the Creator of mankind, our Lord Almighty Allah, that He gave different instructions and values to each Prophet to build a society and for its sustainability, while His creation have had similarity of all the basic instincts and biological needs etc.

FAITH AND CHARACTER:

Every Society needs for its sustainability, the Faith to be at the top of its list, Secondly the character and character building values in every aspect of the practical life. Faith and character goes side by side as character needs faith and the outcome of faith is the character. Without faith character is not acceptable in the society.

IMPACT OF MASS MEDIA ON THE VALUES OF THE MUSLIM YOUTH

PREAMBLE;

The fact remains established whether one accepts it or not, that we are facing the last and final round of the "Crusade". The crusade which has been planned and financed by the Massonic Masters. In the past it has continuously been fought at different Socio political fronts.

The Jews believe, and they are perhaps right as the time has established it too, that gold is the biggest power which can conquer individuals, groups or a nation. With the power of gold they conquered Europe and America. Their IMF, World Bank, London and Paris Clubs have tighten up the World Economy and almost every country is in their strong grip.

It is the power of Gold that Europe or America are forced to act like puppets in the hands of the Massonary. 2/3 of World gold is owned by the Jews alone while 1/3 is in the hands of rest of the world. With the gold they purchased conscience of Media Men, the kingpin of every society, the conscience of public servants and according to them the religious dignatories too could not stand against the glittering gold, which they offered to them in the name of propagation of Islam.

Leaving aside all other fighting fronts, we intend to discuss at the moment, the Media with special reference to its effects on values of Character of the Muslim youth.

WHAT IS MEDIA;

We feel that if Media is defined in a proper way and then the values, it will become easier to link it together. Media actually is "intermediate", a middle link or mediation between the two gradually the term got the present shape of "means of publicity".

In the past "PRESS" was known to be the only source of propagation, presently we call it print media. In 20th century when Radio and the Television were introduced, these two instruments proved to be the most effective sources of developing the public minds. The development continued and then VCR, Dish and Cable too caught

"Say: "If the ocean were ink (wherewith to write out) The .words of may Lord, If sooner would the ocean be exhausted than would the words of my Lord, if we added another ocean like it for its aid." (18:109)

Conclusion:

As has been described by Almighty Allah that His words are endless, which is an established fact, it is impossible to interpret Quranic knowledge to its whole. We have given a brief here explaining different aspects of daily practical life, which too is little and not the whole.

The Holy Quran needs a thoughtful study and the one who goes through it finds much than his expectations. Life can exhaust but can not exhaust the Quranic Interpretations of knowledge.

(Note) In the end we would like you to tell that for English translation of Quranic Verses we have consulted Text Translation by Late Allama Yousaf Ali a know Muslim Scholar of early 20th century. The beauty of the translation lies with the old English.

* "Islam is not only a set of rituals, traditions and spiritual doctrine which regulates his life and his conduct in even politics and economics and the like. It is based on the highest principles of honour, integrity, fairplay and justice for all, one God and the equality of one God is one of the fundamental principals of Islam. In Islam there is no difference between man and man. The qualities of equality, liberty and fraternity are the fundamental principals of Islam."*

. Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah

Speaches and Statements, P-456

(by Dr. M. Rafiq Afzal.)

☆ ☆ ☆

Holy Quran on this important issue, provides us with the knowledge as under:-

* *"(They are) those who if we establish them in land, establish regular prayer and give regular charity, enjoin the right and forbid wrong; with God rests the end (a decision) of (all) affairs." (22:41)*

* *"God has promised, to those among you who believe and work righteous deeds, that He will, of a surety, grant them in the land, inheritance (of power), as he granted it to those before them; that he will establish in authority their religion – the one which he has chosen for them; and that he will change (their state), after the fear in which not associate aught with Me. If any do reject faith after this, they are rebellious and wicked," (24:55)*

Almighty Allah has told us the qualities of his chosen men having right to avail an opportunity for "good governance". Holy Quran narrates:-

* *"And the servants of (God) most Gracious are those who walk on the earth in humility (never arrogant), and when the ignorant address them they say "peace"." (25:63)*

* *"Those who witness no falsehood, and if they pass by futility, they pass by it with honourable (avoidance)." (25:72)*

With the promises of his countless bounties, sureties and securities, for believers who surrender themselves to Him, He declares punishment for those who prove themselves to be the law justing or arrogants for His granted code of life. The Holy Quran narrates:-

* *"And on the Day that the unbelievers will be placed before the Fire, (it will be said to them) "ye received your good things in the life of the world, and ye took your pleasure out of them: but to-day shall ye be recompensed with a penalty of humiliation: for that ve were arrogant on earth without just cause, and that ye (ever) transgressed." (46:20)*

In interpreting knowledge, Holy Quran is an endless treasure, but only for men of thought, as Almighty Allah has explained in His Book. We end our humble submissions with our Lord's same explanation:-

enjoined on Abraham, Moses. And Jesus: namely, that ye should remain steadfast in religion (way of life) and make no divisions therein; to those who worship other things than God, hard is the (way) to which thou callest them. God chooses to Himself those whom He pleases, and guides to Himself those who turn (to him)." (42:13)

* *"Those who hearken to their Lord; and establish regular prayer; who (conduct) their affairs by mutual consultations; who spend out of what we bestow on them for sustenance." (4:59)*

vii) Medical Knowledge Imparted: (Treatment)

There is much for those who intend to find and think with care and concern over the Quranic verses. We would quote only two three verses for example sake. It is an established fact (the latest experiments have proved it) that recitation of Quranic Verses heal up many diseases; but it requires perfactness and confidence on both sides (the treating person and the one being treated).

* *"We send down (stage by stage) in the Quran that which is a healing and a mercy to those who believe; to the unjust it causes nothing but loss after loss." (17:82)*
* *"Then to eat of all the produce (of the earth) and find with skill the spacious paths of its Lord; there issues from within their bodies a drink of various colours, wherein is healing form men (people). Verily in this is sign for those who give thought." (16:69)*
* *(Disease) "And the pains of childbirth drove her to the trunk of a palm-tree: She cried (in her anguish) "Ah would that I had died before this! Would that I had been a thing forgotten and out of sight." (19:22)*
* *(Treatment) "but (a voice) cried to her from beneath the (palm-tree); "Grieve not! For thy Lord had provided a rivulet beneath thee."*
* *"And shake towards thyself the trunk of the palm-tree; it will let fall fresh ripe dates upon thee;*
* *"So eat and drink and (cool) thine eye..." (19:23-26)*

* *"And marks and sign-posts and by the stars (men) guide themselves." (16:14)*

* *"And the Moon we have measured for the Mansions (to traverse) till she returns like the old (and withered) lower part of a date-stalk. It is not permitted to the Sun to catch up the Moon, nor can the night outstip the Day. Each (just) swims along in (its own) orbit (according to law)." (36:39,40)*

* *"So verily I call to witness the planets that recede. Go straight or hide; And the Night as it dissipates; And the Dawn as it breaths away the darkness verily this is the word of a most honourable Messenger." (81:15-19)*

* *"By the Sky and the Night-Visitant (therein); and what will explain to thee what the Night-Visitant is? (it is) the Star of piercing brightness; There is no soul but has a protector over it." (86:1-4)*

v) Physiology:

Like the above Quranic interpretations of knowledge on different practical aspects of human life Holy Quran has given us guidance on physiology too. Muslim scholars and scientists developed it to the maximum and still there remains the scope to improve further. Avoiding details we will quote here few examples from the Holy Quran: -

* *Man We did create from a quintessence (of clay) Then We placed him as (a drop of) sperm in a place of rest, firmly fixed. Then We made the sperm into a clot of congealed blood; Then of that clot We made a (foetus) Lump, then We made out of that Lump hones and clothed the bones with flesh; then We developed out of it another creature. So blessed the God, the Best to create. After that, at length ye will die." (23:12-15)*

vi) Political Issue and Values:

* *"O ye who believe! Fear God, and always say a word directed to the Right." (33:70)*

* *"The same religion (way of life) has He established for you as that which He enjoined on Noah. The which we have sent by inspiration to thee and the which we*

* *"O ye who believe! What is the matter with you, that when ye are asked to go forth in the Cause of God, you cling heavily to the earth? Do ye prefer the life of this world to the Hereafter? But little is the comfort of this life, as compared with the Hereafter." (8:38)*

iii) Practical Phase:

* *"And fight them on until here is no more tumult or oppression, and there prevail justice and faith in God Altogether and everywhere; but if they cease, verily God doth see as that they do." (8:39)*

iv) Retreat:

Retreat being the worst in Islam rather in the history of battles has been condemned by our Lord, Almighty Allah and severe punishment too have been ordered for the absconders.

* *"O ye who believe! When ye meet the unbelievers in hostile array, never trun your backs to them." (8:15)*

* *"If ye turn his back to them on such a day – unless it be in a stratagem of war, or to retreat to a troop (of his own) – He draws on himself the wrath of God, and his abode is Heil, - an evil refuge (indeed)!" (8:16)*

v) Steadfastness:

The most wanted quality for a fighting force is its steadfastness in the battlefield and when the believers prove it Almighty Allah helps in the battle field as had been proved in our early ages as well as in Indo-Pak War of 1965.

* *The Holy Quran provide us with knowledge as under:-*

* *" It is not ye who slew them; it was God; when thou threwest (a handful of dust) it was not thy act God"; in order that He might test the Believers by a gracious trail from Himself; for God is He Who hearth and know (all things)." (8:17)*

H. <u>GOOD GOVERNANCE:</u>

Before we conclude, it looks appropriate to shed light on the so- called "good governance" which our leaders repeat of and on. The

• *Fresh or dry dates are a good treatment for labour pains and easy delivery (child birth).*

G. *QURANIC KNOWLEDGE ON WAR AND PEACE:*

Islam is THE RELIGION OF PEACE. In order to establish peace for Muslims and non-Muslims the rule of justice is essential. Rule of Justice for its implementation, needs full control over the jurisdiction whatsoever and in matters relating to neighbours. Peace can't be begged. It is always gained through power.

Almighty Allah has specifically provided the believers with instructions on this very important issue of "JIHAD".

i) Mental Preparedness:

* *"God hath purchased of the believers their persons and their goods; for theirs (in return) is the garden (of Paradise). They fight in the cause, and slay and are slain; a promise binding on Him a Truth, through the lay, the Gospel and the Quran: and who is more faithful to his Covenant the God? Then rejoice in the bargain which ye have concluded; that is the achievement supreme." (9:111)*

* *"And why should ye not fight in the cause of God and of those who, being weak are ill-trealed (and oppressed)? Men, Woman and Children whose cry is, "Our Lord! Rescue us from this town, whose people are oppressors; and raise for us from thee on who will protect; and raise for us from thee who will help." (4:75)*

* *"O Apostal! Rouse the Believers to the fight. If there are twenty amongst you, patient and persevering they will vanquish two hundred; if a hundred, they will vanquish a thousand of the unbelievers; for these are a people without understanding." (8:65)*

ii) Physical Preparedness: (Maximum Defence Detrance)

* *"Against them (the enemy) make ready your strength to the utmost of your power, including steeds of war, to strike terror into (the hearts of) the enemies, of God and your enemies and other beside; whom ye may not know, but whom God doth know. What ever ye shall spend in the Cause of God, shall be repaid unto you and ye shall not be treated unjustly." (8:60)*

the Night and the Day hath He (also) made subject to you." (14:32,33)

* *"And He has subjected to you, as from Him, all that is in the heavens and on earth; behold, in that are sings indeed for those who reflect." (45:13)*

iii) Agriculture:

It is the most concerning field in the practical life of people on earth Almighty Allah has discussed at Length but for example sake we confine ourselves to few verses:-

* *"Who has made the earth your couch, and the Heavens your canopy; and sent down rain from the heavens (sky); and brought forth therewith fruits for your sustenance; then set not up rivals unto God when ye know (the truth)." (2:22)*

* *"It is He who produceth Gardens, with trellises and without, and dates, and tilth with produce of all kinds, and olives and pomegranates, similar (in kind) and different (in variety); Eat of their fruit in their season, but render the dues that are proper on the day that the harvest is gathered. But waste not by excess: for God loveth not the wasters. Of the cattle are some for burden and some for meet: Eat what God hath provided for you and follow not the footsteps of satan: For he is to you an avowed enemy."(6:141,142)*

* *"Seest thou not that God sends down rain from the sky, and leads it through springs in the earth? Then He causes to grow therewith, produce of various colours; then it withers; Thou will see it grow yellow; Then He makes it dry up and crumble away. Truly, in this is a message of remembrance to men of wonderment." (56:63-65)*

iv) Astronomy:-

The Holy Quran interpreted astronomy to the believers and the Muslim Scholars developed it accordingly.

* *"They ask thee concerning the new Moon. Say they are but signs to mark fixed periods of time in (the affairs of) men, and for pilgrimage..." (2:189)*

Now briefly we will give you Quranic interpretations of knowledge – knowledge on creation of the universe, subjugation or captivation of the universe, Agriculture, Astronomy, Physiology, Politics and on medical side too, which provides basic principles to those who are men of thought and as a result want to step forward to explore more and more.

* *The Holy Quran narrates:-*

* *Behold! In the creation of the heavens and earth, and the alteration of Night and Day, there are indeed signs for men of understanding. Men who celebrate the praise of God, Standing, Sitting and lying down on their sides and contemplate. The (wonders of) creation in the heavens and the earth, (with the thought) our Lord! Not for naught hast thou created (all) this! Glory to thee! Give us salvation from the penalty of the fire." (3:190,191)*

F. <u>QURANIC INTERRELATION OF KNOWLEDGE ON:</u>

i) Creation of the Universe:

* *"To Him is due the primal origin of the Heavens and the earth: when He decreeth a matter, He said to it, "Be". and it is." (2:117)*

* *"We created not the Heavens, the earth, and all between them, merely in (idle) sport. We created them not except for just ends: But most of them do not understand." (44:38,39)*

* *"And to God doth obeisance at that is in the heavens and on Earth, whether moving (living) creatures or the angels: for none are arrogant (before their Lord)." (16:49)*

ii) Subjugation or captivation of the universe:

* *"It is God Who hath created the heavens and the earth and sendeth down rain from the skies, and with it bringeth out fruits wherewith to feed you; it is He Who hath made the ships subject to you, that they may sail through the sea by His Command; and the rivers (also) hath He made subject to you. And He hath made subject to you the sun and the moon, both diligently pursuing their courses; and*

complaisant of speech, lest one in whose heart is a disease (is lusty) should be moved with desire; but speak ye a speech (that is) just." (33:32)

After the chastity the second important right of a woman is the financial protection which too has properly been safeguarded by the Creator in each capacity of a woman i.e. mother, wife, sister and daughter. The parameters of inheritance are fully explained. There is no match to it. In each capacity her share in movable and immovable property is established. One can find the relevant details in Sura 4 "An Nisa" on this particular issue.

E. *QURANIC INTERPRETATIONS ON WEALTH:*

Wealth (Finance and economy) has always been a serious concern of each and every society. Being of an utmost importance, the Holy Quran has interpreted this issue in different ways. Quran explained its worth, its utilization and its harm etc. At the start the Holy Quran made it clear that whatever you earn is His blessings and not alone your own efforts.

* *"And spend out of what we have provided for them." (2:3)*

* *"O ye who believe! Let not your riches (wealth) and your children divert you from the remembrance of God. If any acts thus, the loss is their own: And spend something (in charity) out of the substance which we have bestowed on you, before death." (63:10)*

* *"Those who devour usury will not stand except as stands one whom the Evil one by Touch hath driven to madness that is because they say, "Trade is like usury" but God hath permitted trade and forbidden usury. Those who after receiving directions from their Lord desist, shall be pardoned for the past, their case is for God (to judge) but those who repeat (the offence) are companions of the fire, they will abide therein (for ever)." (2:275)*

* *"God will deprive usury of all blessings, but will give increase for deeds of charity; for He loveth not creatures ungrateful and wicked." (2:276)*

Holy Quran interprets more details on this issue which can be seen in Sura 2, 17 and elsewhere.

just: that is next to piety and fear God, for God is well acquainted with all what ye do." (5:8)

* *"And those who launch a charge against chaste woman and produce not four witnesses (to support their allegation) flog them with eighty stripes; and reject their evidence ever after; for such men are wicked transgressors." (24:4)*

There are many more Quranic interpretation on basic principles of justice, which were fully explained and put into practice by the Holy Prophet (peace be upon him). At latter stages His followers elaborated these principles into a complete code of justice as Islamic Law and Jurisprudence.

D. ***KNOWLEDGE ON WOMAN RIGHTS:***

The burning issue at National and International level is the Women Rights. National and International NGOs are busy day and night exploiting Woman Rights. Almighty Allah protected their rights, when these claimants i.e. these NGOs were not born. History provides us with no such examples, which our Lord has assured in His Book – Holy Quran. The treasure, a woman possesses is her chastity, which needs to be protected at all stages. For this purpose the Holy Quran gives a piece of advice saying:-

* *"Say to the believing men that they should lower their gaze and guard their modesty; that will make for greater purity for them: and God is will acquainted with all that they do, And say to the believing women that they should lower their gaze and guard their modesty; that they should not display their beauty and ornaments except what (must ordinarily) appear thereof; that they should draw their veils over their bosoms and not display their beauty except their fathers, husband's father's sons, or their sisters, sons or their woman, or the slaves whom their right hands possess or male servants free for physical needs or small children who have no sense of the shame of sex; and they should not strike their feet in order to draw attention to their hidden ornaments. And O ye believers! Turn ye all together towards God, that ye may attain Bliss." (24:30,31)*

* *"O Consorts of the Prophet! Ye are not like any of the (other) women; if ye do fear (God). Be not too*

brothers and fear God, that ye may receive Mercy." (46: 10)

* *"Thy Lord hath decreed that ye worship none but Him: and that ye be kind to parents whether one or both to them attain old age in the life. Say not to them a word of contempt, nor repel them, but address them in terms of honour. And out of kindness lower to them the wings of humility and say, "My Lord! Bestow on them the Mercy even as they Cherished me in childhood." (17:23,24)*

* *"And render to the kindred their due rights, as (also) to those in want and to the wayfarers (travelers) but squander not (your wealth) in the manner of a spendthrift. (17:26)*

* *"Come not nigh to the orphan's property except to improve it, until he attains the age of full strength; and fulfill (every) engagement for, (every) engagement will be enquired into (on the day of reckoning)." (17: 34)*

On the social and cultural aspects, we have given a brief of Quranic interpretations of knowledge. One can easily conclude that how the values have been saved and root causes of disharmony eradicated.

C. VALUES OF JUSTICE → Backbone of Peace and Prosperity:

Now precisely we will explain the Values of justice, without which no society can exist or develop and on having lost these values, the societies over the globe have lost peace and prosperity. History is a witness to it. The Holy Quran guides the mankind on this issue:-

* *"O, ye who believe! Stand out firmly for Justice, as witness to God, even as against yourselve, or your parents, or kin, and whether it be against rich or poor for God can best protect both. Follow not the lusts (of your hearts) lest ye swerve, and if ye distort (justice) or decline to do justice, verily God is well acquainted with all that ye do." (4:135)*

* *"O, ye who believe! Stand out firmly for God as witness to far dealing, and let not the hatred of others to you make you swerve to wrong and depart from justice. Be*

ii) Unity (Must):

* *"And hold fast, all together, by the rope (the Holy Quran) which God (stretches out for you), and be not divided among yourselves; and remember with gratitude God's favour on you; for ye were enemies and he joined your hearts in love, so that by this grace, ye became brothers; and ye were on the brink of the Pit of Fire, and he saved you from it. Thus doth God make His Signs clear to you; that ye may be guided." (3:103)*

iii) Disagreement or Discord (Prohibited):

* *"Be not like those who are divided among themselves and fall into disputations after receiving clear signs; for them is a dreadful Penalty." (3:105)*

B. <u>SOCIAL EVILS.</u>

* *"O, ye who believe! If a wicked person comes to you with a news, ascertain the truth, lest ye harm people unwittingly, and afterwards become full of repentance for what ye have done." (46:6)*

ii) Disharmony:

* *"O, ye who believe! Let not some men among you laugh at others; it may be that the (latter) are better than the (former); Nor let some women laugh at others; it may be that the (latter) are better then the (former). Nor defame nor be sarcastic to each other by (offensive) nicknames; ill-seeming is a name connoting wickedness (to be used one) after he has believed; and those who desist are (indeed) doing wrong.*

* *O, ye who believe! Avoid suspicion as much (as possible). In some case it is a sin; and spy not one each other, not speak ill of each other behind their backs (in their absence). Would any of you like to eat flesh of his dead brother? Nay ye would abhor it. But fear God. For God is Oft-Returning, Most Merciful." (46: 11,12)*

iii) Harmony:

* *"The Believers are but a single brotherhood: so make peace and reconciliation between your two (contending)*

authenticity of knowledge and its origin. It will help us to discuss with confidence its various interpretations.

Transfer of Knowledge:

The methodology of transfer of knowledge to mankind will help us to understand various interpretations of knowledge on the basis of Holy Scripture. The Holy Quran narrates as under:-

* *"And He taught Adam the nature of all things; then He placed them before the angels and said, "Tell Me the nature of these if ye are right."*

* *They said, "Glory to thee of knowledge, we have none, save what thou hast taught us: in truth it is thou who are perfect in knowledge and wisdom. He said, "O, Adam! tell them their natures." When he had told them, God said, "Did I not tell you that I know the secrets of heaven and earth, and I know what ye reveal and what ye conceal?" (2:32, 33)*

* *"God Most Gracious! It is He Who has taught him speech (and intelligence)." (55; 1,4)*

* *"Proclaim! (or read, recite!) in the name of the Lord and Cherisher Who created. Created man, out of a (mere) clot of congealed blood. Proclaim! And thy Lord is Most Bountiful, He Who taught (the use of pen). Taught man that which he knew not." (96:1-5)*

"Now we will discuss Quranic Interpretatins in different fields of our practical life. The principles narrated in Holy Quran and set forth for the guidance of mankind are fully supported throughout.

A. CULTURAL & SOCIAL INTERPRETATIONS.

i) Equality:

* *"O mankind! We created you from a single (pair) of a male and a female, and made you into Nations and tribes, that ye may know each other (not ye may despise each other). Varily the most honoured of you in the sight of God is (he who is) the most righteous of you. And God has full knowledge and is well acquainted (with all things)." (49:13)*

On the authenticity of His Words – Holy Quran, He declares:-

* *"We have, without doubt, sent down the massage; and we will assuredly guard it. (from distortion)" (15:9)*

* *"A.L.M. This is the Book; in it guidance sure, without doubt, To those who fear God." (2:1,2)*

Source of Knowledge: -

Let us now try to find the source of knowledge – the real source, the origin, from where it came to the mankind. When we look into the verses of the Holy Quran, we find:-

* *"Behold, thy Lord said to the Angels: "I will create a vicegerent on earth." They said; "Will Thou place therein one who will make mischief therein and shed blood. Whilst we do celebrate thy praises and glorify the holy (name)? He said, "I know what ye know not." (2:30)"*

* *"... Our Lord can reach out to the utmost Recesses of things by His knowledge" (7:89)*

The above two verses are enough to tell us that only and only Almighty Allah posess the whole of knowledge and it is He, who blessed his creation in the universe, with part of His knowledge, part-which is essential for the practical life of each creed.

So far as the totality of knowledge with the Creator, Almighty Allah is concerned, there is no difficulty to understand it. Almighty Allah being the Creator of the Universe and everything else in the Universe, is alone the planner, the builder and the sustainer. Hence deserves to the sole source of knowledge from the beginning to the last and even the knowledge in the inner most recesses of the hearts as he narrates in the Holy Quran: -

* *"And Know that God knowth what is in your hearts, and take heed of him......" (2:235)"*

* *"Say, "Whatever ye hide, what is in your hearts or reveal it, God knows it all. He knows what is in the heavens and what is on earth. And God has power Over all things." (6:3)*

In the above lines we have discussed what is knowledge and what is the origin of knowledge with its most important aspect, an

Quranic Interpretation of Knowledge!

Before we discuss an interpretation of knowledge in the Holy Quran, it looks more appropriate to see, what is knowledge, the real source of knowledge, its various branches, the importance of knowledge etc.

What is Knowledge:

Knowledge has been described as:-

* *"The fact or condition of knowing something with familiarity gained through experience or association, Acquaintance with or understanding of a science, art or technique, The fact or condition of being aware of something. The range of one's information or understanding."(Webster's New Collegiate Dictionary)"*

* *"Familiarity gained by experience, persons range of information. The. sum of what is know."(OXFORD Dictionary)"*

* *" Assured belief, that which is known, information, instructions, enlightenment, learning, practical skill, acquaintance cognisance."(Chambers Twentieth Century Dictionary)"*

Origin, of Knowledge:-

After having seen the definition of knowledge, one would like to know the origin of knowledge and for this purpose the only way is to go back to the time when the first man was created on earth-Aham the forefather of the mankind, Then the second question arises that from where Adam got the information, an experience or the knowledge.

We have no historical evidence which may lead us to that period without any link missing in between, We have no alternative but to depend upon the Holy Books revealed on the Holy Prophets for the guidance of mankind. But unfortunately the followers could not maintain an authenticity of the Holy Books and were distorted accordingly. Decidedly we can only find the details in the last and final revelation, the Holy Quran. It's authenticity has been guaranteed by Almighty Allah, the One and the Only, who blessed us with the Holy Quran.

مصنف کی دیگر تصانیف

1. شہری دفاع (منظور شدہ GHQ، محکمہ سول ڈیفنس، محکمہ تعلیم پنجاب، سندھ، بلوچستان)
2. خطوط (منظور شدہ محکمہ تعلیم)
3. عورت (حقوق و فرائض قرآن و حدیث میں)
4. الدعاء المستجاب
5. حضرت محمد ﷺ (قرآن و حدیث میں)
6. امام الامم (رابطہ عالم اسلامی کے لئے خصوصی مقالہ)
7. محاکمہ (تورات و انجیل کی حقانیت)
8. یونیورسل اسلامک ورلڈ آرڈر
9. خلفائے ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ
10. ابتدائی طبی امداد
11. سیلاب اور کشتی رانی
12. استحکام وطن پنجہ یہود میں
13. 21 ویں صدی کا چیلنج اور لوازم تعلیم و تربیت
14. لمحہ فکریہ (آزادئ نسواں کی آڑ میں سماجی اداروں کی خباثت)
15. خاندانی منصوبہ بندی اور تحریف قرآن (i)
16. خاندانی منصوبہ بندی اور نام نہاد علماء و دانشور (ii)
17. خاندانی منصوبہ بندی کے فتاوی کی حیثیت (iii)
18. خاندانی منصوبہ بندی، سچ کیا ہے؟ (iv)
19. سوچ (آپ کے لئے)
20. نماز (جسمانی اور روحانی صحت کی ضامن)
21. اسلام شدید ترین مغالطوں کی زد میں

22. انسان (تخلیق اور مقصد تخلیق)
23. دو گز زمین
24. انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور حرام سے علاج
25. ایک بنو' نیک بنو
26. کامیابی و کامرانی کا سربستہ راز
27. خالق نے مخلوق کے لئے سود حرام کیوں کیا؟
28. دعا اور درود شریف منزل پر کیسے پہنچتے ہیں؟
29. حجاب اور حدود ستر
30. النور (تعلیم نمبر)
31. النور (مراسلت حکیم محمد سعید شہید)
32. خطوط پر نام اور اخبارات و جرائد میں قرآن و حدیث لکھنے کی شرعی حیثیت
33. آخری صلیبی جنگ (حصہ اول)
34. آخری صلیبی جنگ (حصہ دوم)
35. آخری صلیبی جنگ (حصہ سوم)
36. آخری صلیبی جنگ (حصہ چہارم)
37. خطوط (حصہ دوم)
38. روداد سفر حیات (زیر طبع)

تدوین:

1. قرآن حکیم کی حقانیت
2. روشنی کا سفر

تراجم:

1. وثائق یہودیت (Protocols)
2. فری میسنز کی اپنی مذہبی رسوم (Freemasson's Own Ritual)
3. روشنی کا سفر (عبداللطیف ایڈوِن)
4. حضرت محمد ﷺ سے متعلق انجیل کی پیشین گوئیاں (احمد دیدیت)

لمحہ لمحہ پھسلتے قدم

پھسلتے قدم نام ہے اس انحطاط کا جو قوم نے عملی زندگی کے ہر شعبہ میں نصف صدی تک انجوائے کیا ہے' اور کر رہی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ پھلستے قدم کب اور کہاں رکیں گے۔ غلامی کا طوق برسوں قبل اپنے گلے میں سجایا تھا جس کے بوجھ سے گردن جھکی ہے' ضمیر اور قومی حمیت و غیرت اونگھ رہے ہیں۔

پھسلتے قدم نام ہے پالیسی سازوں کی ضمیر فروشی کا جس کے سبب تعلیم' صحت' معاش و معیشت غرض ہر چیز غیروں کے ہاں گروی رکھی گئی ہے' جس کی چابی ورلڈ بنک' آئی ایم ایف کے پاس ہے۔

پھسلتے قدم آواز ہے اخلاق و اقدار کے احیاء کی پاسداری کے لئے

اور

پھسلتے قدم اذان ہے سوتوں کو جگانے کیلئے' جاگنے والوں کو اٹھانے کیلئے اور اٹھے ہوؤں کو میدان عمل میں کچھ کر گزرنے کی ترغیب دینے کیلئے'

کہ

وقت تیزی سے گزر رہا ہے' مہلت کے لمحات ختم ہو رہے ہیں' ان سے استفادہ نہ کرنا عقلمندی کی توہین ہے۔ ملت مسلمہ کب تک یہ توہین برداشت کرتی رہے گی۔

شیخ محمد طفیل